عمران سیریز
جلد نمبر
8
تھریسیا کی واپسی
25 - پیاسا سمندر
26 - کالی تصویر
27 - سوالیہ نشان
ابن صفی

پیشرس

لیجئے جوبلی نمبر بھی حاضر ہے! اب یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ آپ کی توقعات کہاں تک پوری ہوئی ہیں۔ ویسے میں یہ بات دیانتداری کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اتنے تھوڑے وقت میں سائنس فکشن پیش کرنا آسان کام نہیں ہے! پھر بھی میں نے کوشش کی ہے کہ اپنے ذہین پڑھنے والوں کو کسی حد تک مطمئن کر سکوں!..... محیر العقول اور بعید از قیاس واقعات کو یکجا کر کے کہانی کی شکل دے دینا آسان ہے لیکن ان کا جواز پیش کرنا ہی حقیقتاً اس طلسم ہوشربا کو سائنس فکشن میں تبدیل کرنا کہلاتا ہے اور تھوڑے وقت میں یہ ایک مشکل کام ہے! اس میدان میں انگریزی کے سب سے مشہور اور کامیاب مصنف ایچ۔ جی۔ ویلز کی تصانیف میں بھی اگر منطقی اور سائنسی استعدلال کے ٹکڑے حذف کر دیئے جائیں تو وہ بھی سرتاپا طلسم ہوشربا بن کر رہ جائیں گے! ویسے یہ اور بات ہے کہ "طلسم ہوشربا" بجائے خود ایک بہت بڑی پیشین گوئی رہی ہو! مثلاً فلاں جادوگر نے ایک گولہ مارا اور پورا شہر تباہ ہوگیا! اس وقت کے سمجھدار لوگ بھی اس بنڈل بازی پر ہنسے ضرور ہوں گے مگر کیا آج آپ ایسے ہی گولے نہیں دیکھ رہے.... ہیروشیما پر (اگر میری یادداشت دھوکا نہیں دے رہی) ایک ہی گولہ تو پڑا تھا! مگر آج کے ذہن کی تشفی کے لئے الکٹرون اور نیوٹرون وغیرہ کا چکر موجود ہے! آپ اگر آج ایسے گولوں کی کہانیاں بھی سنیں تو آپ کو ہنسی نہیں آئے گی! کیونکہ اس دور میں جب کہ فضا میں طفیلی سیارے چھوڑے جا رہے ہوں سب کچھ ممکن ہے....؟ ویسے کہنے کا مطلب حقیقتاً یہ تھا کہ اگر کبھی کتاب پر دو ماہ کا وقت بھی مل سکا تو آپ کو دکھاؤں گا کہ سائنس فکشن کسے کہتے ہیں۔

لیجئے میں خواہ مخواہ سنجیدہ ہوگیا! ارے افسانوی لٹریچر کا مقصد آپ کی دانست میں ذہنی جمناسٹک کب ہوتا ہے آپ تو عموماً یہی چاہتے ہیں کوئی ایسی کہانی ملے جو شروع کرنے کے بعد اُسی میں کھو جائیں اور کچھ دیر کے لئے ان ذہنی الجھنوں سے نجات مل جائے جن میں آپ دن بھر مبتلا رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر کہانی میں کہیں اتنی ہی ذہنی انرجی صرف کرنی پڑی جتنی الجھنیں چٹ کر گئی تھیں تو آپ کا ذہن اس کہانی سے بھی بھاگے گا۔ اس لئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اس کہانی کو اپنی خواہشات کے عین مطابق پائیں گے۔

عمران نے اس بار اپنی عقلمندیوں اور حماقتوں میں توازن برقرار رکھا ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ بعض مقامات پر ہنستے ہنستے آپ بیک وقت سنجیدہ بھی ہو جائیں۔ عمران کو ایک بار پھر اس کے گھریلو ماحول میں دیکھئے۔ رحمان صاحب سے اس کی گفتگو بے حد دلچسپ رہی تھی اور وہ لڑکی جو سپار سیانامی سیارے سے آتی تھی! اڑن طشتریوں اور مصنوعی سیاروں کا راز.... اور وہ دور مار راکٹ جس کے پرخچے اڑ گئے تھے.... وہ دو بالشت کا بچہ آپ کو متحیر کر دے گا جو بلیک زیرو اور صفدر کو گدھے کہتا ہے۔ اُس بچے کا کان پھاڑ دینے والا دھماکہ....؟ بس اب کہانی شروع کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے۔

۲۵ر نومبر ۱۹۵۷ء

شمی نے فرائینگ پین کھڑکی سے باہر خالی کرتے وقت ایک ٹھنڈی سانس لی۔ آج پھر اس نے بے خیالی میں ایک گندا انڈا توڑ دیا تھا اور اس سے پہلے توڑے ہوئے انڈے بھی خراب ہو گئے تھے! بے خیالی اس کے لئے نئی چیز نہیں تھی! وہ بچپن ہی سے کھوئی کھوئی سی رہتی تھی....! اور اس قسم کے نقصانات بھی اس کے لئے نئے نہیں تھے! آئے دن ہوتے ہی رہتے تھے۔

اس وقت اس نے فرائینگ پین خالی کرتے وقت اس لئے ٹھنڈی سانس نہیں لی تھی کہ اسے اس نقصان سے کوئی تکلیف پہنچی تھی.... بلکہ اس ٹھنڈی سانس کی وجہ نوکروں کے وہ میلے کچیلے بچے تھے، جو ایک دوسرے پر دھول اڑا کر چیختے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔

شمی جوان تھی! لیکن اسے اس قسم کا بچپن گذارنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی!

اُس کے پاپا نے اسے کبھی "حیوان" نہیں بننے دیا تھا! اُن کا خیال تھا کہ آدمی کو کسی بھی اسٹیج میں "آدمیت" کی حدود سے نہ نکلنا چاہئے۔ آدمی کا بچہ بھی اگر اچھل کود اور چیخ دھاڑ مچائے تو پھر اس میں اور ایک کتے کے پلے میں فرق ہی کیا رہ گیا....! مگر جب شمی کتے کے پلے والے اسٹیج میں تھی تو اسے اس کا سلیقہ بھی نہیں تھا کہ آدمی اور کتے میں کیا فرق ہوتا ہے! اُسے زبردستی آدمی بنایا گیا تھا۔ اس لئے آج وہ کتے کے پلوں کو شور مچاتے، دوڑتے اور دھول اڑاتے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھی۔

اُس نے فرائینگ پین دھو کر دوبارہ انگیٹھی پر رکھ دیا.... اور اپنے پاپا کے متعلق سوچنے لگی! سوچنے کے لئے پاپا کے علاوہ اور تھا بھی کون.... ممی تو اسی وقت مر گئی تھی جب وہ اپنی زبان سے لفظ "ممی" بھی ادا کرنے کے قابل نہیں تھی! پاپا ہی نے اُس کی پرورش کی تھی اور وہ اسے بے حد چاہتے تھے۔

مگر نہ جانے کیوں انہوں نے اس کی تعلیم و تربیت گھر ہی پر کی تھی۔ کسی اسکول یا کالج میں پڑھنے کے لئے کبھی نہیں بھیجا تھا! اس کی وجہ انہوں نے آج تک نہ بتائی تھی....! وہ کوئی معمولی آدمی بھی نہیں تھے کہ تنگ نظر یا غیر ذہین سمجھا جا سکتا.... وہ ملک کے مایہ ناز سائنٹسٹ ڈاکٹر داور تھے۔ وہ ڈاکٹر داور جو ملک کی سب سے بڑی سائنسی تجربہ گاہ کے مالک اور ایٹمی ریسرچ کے سربراہ تھے۔ حکومت سے انہیں امداد ملتی تھی.... اور یہ امداد دراصل سمندر سے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے امکانات کا جائزہ لینے کے سلسلے میں ملی تھی....! ڈاکٹر داور اس سلسلے میں آئے دن نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔ ان کی تجربہ گاہ ساحل سمندر ہی پر واقع تھی اور اس سے متعلق عمارات کا پھیلاؤ دو ڈھائی میل کے رقبے میں تھا۔

یہیں ان کی قیام گاہ بھی تھی! جہاں وہ شمی اور چند نوکروں سمیت رہتے تھے۔ سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے اس لئے رہن سہن میں تزک و احتشام نہیں تھا....! اکثر شمی کو بھی یہی ہدایت دیا کرتے تھے کہ وہ اپنے کام خود اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینے کی کوشش کیا کرے۔

گو شمی نے کسی اسکول یا کالج کی شکل نہیں دیکھی تھی لیکن وہ پردے میں نہیں رہتی تھی۔

ڈاکٹر داور اسے الگ تھلگ رکھنے کی پالیسی پر بھی عمل پیرا نہیں تھے۔

تجربہ گاہ سے تعلق رکھنے والے درجنوں افراد سے شمی کا ملنا جلنا رہتا تھا۔ ڈاکٹر داور نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

اکثر وہ تنہا ساحل پر ٹہلتی ہوئی دور نکل جاتی اور کافی دیر سے گھر واپس آتی۔ مگر یہ چیز بھی ڈاکٹر داور کے لئے تشویش کن نہیں تھی....! وہ تو دراصل اسے حیوان بنتے دیکھنا نہیں چاہتے تھے! اگر وہ کبھی بے تحاشا ہنسنا شروع کر دیتی تو یہ انہیں بے حد گراں گزرتا! اگر وہ کبھی بلند آواز میں گفتگو کرتی تو انہیں اپنی تربیت کے قلعے منہدم دکھائی دینے لگتے تھے۔

مگر وہ دل کھول کر قہقہے لگانا چاہتی تھی.... بچوں کی طرح چھلانگیں مار کر دوڑنا چاہتی تھی!

چیخ چیخ کر گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس پر کسی قسم کی بھی پابندی عائد نہ کی جائے۔

سورج مغرب میں جھک رہا تھا.... وہ اپنے پاپا کے متعلق سوچتی رہی! مگر اسے اس پر کبھی غصہ نہیں آتا تھا....! وہ ان کی نصیحتیں ٹھنڈے دل سے سنتی اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تھی.... مگر ٹھنڈی آہوں پر تو اُسے اختیار نہیں تھا.... وہ تو نکل ہی جاتی تھیں.... اس کے خواب بھی بڑے عجیب ہوتے تھے.... اکثر وہ دیکھتی کہ وہ ہوا میں اڑتی پھر رہی ہے!.... بالکل پرندوں کی طرح.... کبھی دیکھتی کہ اس کے سامنے صدہا میل تک ہرے بھرے جنگل پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ہرنیوں کی طرح چھلانگیں لگاتی پھر رہی ہے کبھی اسے ننھے ننھے میلے کچیلے بچوں کی فوج نظر آتی اور وہ ان کے درمیان کھڑی چیخ رہی ہوتی.... حلق پھاڑ پھاڑ کر گا رہی ہوتی.... اور اس کا وجود بذات خود ایک طویل قہقہہ سا بنتا ہوا نظر آتا.... بعض اوقات وہ بیداری میں بھی ایسے ہی خواب دیکھتی۔

وہ فرائنگ پین ایک طرف رکھ کر بے خیالی میں پھر کھڑکی کے قریب آگئی۔ یہ عمارت ساحل سے قریب ایک اونچے ٹیکرے پر واقع تھی! ٹیکرے کے نیچے نرکلوں کی جھاڑیاں تھیں جن کا سلسلہ ساحل تک چلا گیا تھا۔

اسے سمندر کی سطح پر غروب ہوتے ہوئے سورج کی شوخیاں بڑی بھلی لگتی تھیں! وہ اکثر انہیں دیر تک دیکھتی رہتی.... اور اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ اُس مچلتی ہوئی چمکدار پگڈنڈی پر چھلانگیں لگاتی، سورج کی طرف دوڑ رہی ہو....!

کچھ دیر بعد چونک کر وہ پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی! اُس نے کچھ انڈے فرائی کئے اور ان کے سینڈوچ بنانے لگی۔

آج ڈاکٹر داور بہت زیادہ مصروف تھے۔ اس لئے انہوں نے رات کا کھانا تجربہ گاہ ہی میں طلب کیا تھا.... اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان کی راتیں تجربہ گاہ ہی میں بسر ہوتی تھیں! شمی نے جلدی جلدی ٹفن کیریئر تیار کر کے ملازم کو دیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی۔

وہ صرف ماہی گیروں کے گھاٹ تک جانا چاہتی تھی۔ کیونکہ اُس نے سنا تھا کہ آج وہاں ماہی گیر جشن منانے والے ہیں! اس سے پہلے بھی وہ اکثر ان کے جشن سے لطف اندوز ہو چکی تھی.... عورت مرد سب ساتھ مل کر ناچتے گاتے اور خوشیاں مناتے تھے!.... اُن میں اکثر طرح طرح

کے سوانگ بھی بھرتے اور شمی ہنستے ہنستے بے حال ہو جاتی.... پھر اسے اپنی حماقت پر افسوس ہوتا.... وہ سوچتی کہ وہ بھی کتنا گھٹیا ذوق رکھتی ہے.... سوانگ بھرنے والوں کے لچر اور پوچ جملے سن کر ہنسنا کم از کم اس کے شایان شان تو نہیں....! مگر وہ کرتی بھی کیا.... وہ تو ایسے مواقع پر اس بُری طرح از خود رفتہ ہوتی کہ وہ خود کو بھی اسی طبقے کی ایک فرد تصور کرنے لگتی تھی! گویا وہ جسمانی طور پر پوری طرح ان کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی مگر اس کی روح اُن کے ساتھ رقص کرتی تھی، چیختی تھی، گاتی تھی.... اور جب وہ دل کھول کر ہنستے تھے تو اُن کا ساتھ ضرور دیتی تھی!

وہ جانتی تھی کہ کافی رات گئے واپسی ہو گی اس لئے وہ اپنی ٹارچ ساتھ لانا نہیں بھولی تھی۔ گھاٹ پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جشن کی خبر غلط تھی! اسے بڑی مایوسی ہوئی اور ایک بے نام سی خلش اس کے ذہن میں کچوکے سے لگانے لگی۔

پھر اندھیرا پھیل گیا اور پانی کی سطح پر کشتیوں کے چراغوں کے کپکپاتے ہوئے عکس دیکھتی رہی۔ ویسے اس کے تصور میں ماہی گیروں کا جشن برپا تھا۔ اور انہیں ایک بہت بڑے الاؤ کے گرد ناچتے دیکھ رہی تھی۔ وہ گا رہے تھے۔ ہنس رہے تھے! سوانگ بھر رہے تھے.... اور شمی کھوئی ہوئی تھی.... دفعتاً ایک لانچ اس کے قریب آکر رکی اور وہ چونک پڑی۔ اس لانچ پر شائد بحری پولیس کا گشتی دستہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اب واپس چلنا چاہئے!.... اُسے اندھیرے سے خوف نہیں معلوم ہوتا تھا! وہ ایک نڈر لڑکی تھی۔ حالانکہ بچپن ہی سے اسے آدمی بننے کے سلسلے میں جو تربیت دی گئی تھی اس کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ محتاط اور ڈرپوک ہو جاتی مگر نہ جانے کیوں ایسا نہیں ہوا تھا۔

وہ اپنے بنگلے کی طرف چل پڑی.... اُسے اس مقام سے یقینی طور پر گذرنا پڑتا جہاں سے نرکل کی جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا لیکن وہ اب تک ہزاروں بار اندھیرے میں اُس طرف سے گذر چکی تھی! ویسے بہتیرے مردوں کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ زیادہ رات گئے اُدھر سے گذریں!

شمی خیالات میں کھوئی ہوئی راستہ طے کر رہی تھی! چونکہ راستہ اس کا ہزاروں بار کا دیکھا ہوا تھا اس لئے اُس نے اب تک ٹارچ روشن کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی.... اس کے لئے حقیقتاً تاروں کی چھاؤں ہی کافی تھی!

نرکلوں کی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر اچانک وہ رک گئی۔ اُس نے کسی قسم کی غیر معمولی آواز سنی تھی، جو نرکلوں میں پیدا ہونے والی سرسراہٹ سے بہت مختلف تھی....!

آواز پھر آئی اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... قریب ہی کہیں کوئی دبی دبی سی آواز میں رو رہا تھا اور آواز یقینی طور پر نسوانی تھی! شمی نے ٹارچ روشن کرلی رونے والی سامنے ہی تھی.... شمی بے ساختہ اس کی طرف جھپٹی!

وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی اور اس کے سنہرے بال نیچے ڈھلک آئے تھے! شمی اسے حیرت سے دیکھتی رہی!.... اس کے جسم پر نیلے رنگ کا لبادہ تھا.... اور اس پر سنہری کشیدہ کاری تھی.... !دونوں ہاتھ شانوں تک ننگے تھے۔ شمی کی حیرت کی سب سے بڑی وجہ اس کے ہاتھ ہی تھے کیونکہ ان کی رنگت بھی سنہری ہی تھی.... ! وہ شمی کی موجودگی سے بے خبر اسی طرح گھٹنوں میں سر دیئے سسکیاں لیتی رہی!

"اے.... تم کیوں.... رو رہی ہو.... میری طرف دیکھو۔" شمی نے بچکانہ انداز میں کہا اور وہ یک بیک چونک پڑی اور سر اٹھا کر شمی کی طرف دیکھا! لیکن ٹارچ کی روشنی میں اس کی آنکھیں چندھیا گئیں اور دوسری طرف شمی کے ہاتھ سے ٹارچ بھی گر گئی کیونکہ وہ تو سونے کی عورت تھی اور اس کے ہونٹ بالکل سرخ تھے.... یاقوت کی قاشوں کی طرح! اور آنکھیں زمرد کے نگینوں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔

شمی سکتے میں آ گئی! لیکن سسکیاں وہ اب بھی سن رہی تھی! اُس نے چند ہی لمحوں میں بہت کچھ سوچ ڈالا۔ وہ چڑیلوں اور بھوتوں کی قائل نہیں تھی مگر اس وقت اسے بھوتوں اور چڑیلوں کی وہ ساری کہانیاں یاد آنے لگیں تھیں جو اس نے بچپن میں سنی تھیں۔

مگر جب وہ صرف سسکیاں ہی سنتی رہی اور اس دوران میں اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تو اُس نے دل کڑا کر کے پھر ٹارچ اٹھائی اور اُسے روشن کیا سنہری لڑکی نے پھر اپنا سر گھٹنوں پر رکھ دیا اور متواتر روئے جا رہی تھی۔

شمی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم کون ہو.... ہو.... مجھے بتاؤ.... کیوں رو رہی ہو۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لڑکی نے پھر سر اٹھایا لیکن اس نے جو کچھ بھی کہا تھا شمی کی سمجھ میں نہیں آسکا! ویسے اس کی آواز کیا تھی گھنٹیاں سی بج اٹھیں تھیں۔ شمی کے کان اس کی آواز کی لذت میں کھو گئے۔

دفعتاً لڑکی نے اپنا لبادہ اوپر سرکا کر اُسے اپنی داہنی پنڈلی دکھائی جس سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ

لڑکی تو سر سے پیر تک سنہری تھی....! مگر خون سرخ ہی تھا جیسا سب کا ہوتا ہے۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو.... اوہ تم زخمی ہو۔" شمی نے کہا اور دوزانو بیٹھ کر دوپٹے کے آنچل سے زخم صاف کرتی ہوئی بولی۔ "تم میرے گھر چلو میں اس کی ڈریسنگ کر دوں گی۔"

لیکن لڑکی کچھ نہ بولی....

"چلو....!" شمی نے پھر کہا۔

لڑکی نے بھی کچھ کہا! لیکن شمی سمجھ نہ سکی۔ پتہ نہیں وہ کون سی زبان بول رہی تھی! شمی نے سوچا کہ انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں بھی کوشش کی جائے! یہ تینوں زبانیں وہ بخوبی بول اور سمجھ سکتی تھی۔ گو اس کی تعلیم گھر ہی پر ہوئی تھی لیکن باقاعدہ طور پر ہوئی تھی۔

اس نے تینوں زبانوں میں باری باری اپنا مافی الضمیر اُس پر واضح کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی! کیونکہ اردو ہی کی طرح یہ تینوں زبانیں بھی شائد اس کے لئے نئی ہی تھیں۔

آخر تھک ہار کر شمی نے اشاروں کا سہارا لینا چاہا اور اس سے کہا کہ وہ اُس کے ساتھ گھر چلے جہاں وہ اس کے زخم کی ڈریسنگ کرے گی۔

سنہری لڑکی کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا اور اُس نے انکار میں سر ہلا دیا! آخر شمی نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر وہیں زخم کی ڈریسنگ شروع کر دی! جب وہ ڈریسنگ کر چکی تو لڑکی نے اس کے ہاتھوں کو بوسے دیئے اور انہیں اپنے سر پر رکھ لیا! پھر جھاڑیوں کی طرف کچھ اس قسم کے اشارے کئے جیسے کہہ رہی ہو کہ ٹارچ لے کر اُدھر چلو۔

شمی کا خوف رفع ہو چکا تھا اور وہ اُس لڑکی کے لئے اپنے دل کی گہرائیوں میں خلوص محسوس کرنے لگی تھی! لہٰذا وہ ٹارچ روشن کر کے اُس کے ساتھ چلنے لگی۔ لڑکی لنگڑاتی ہوئی چل رہی تھی! شمی نے سہارے کے لئے اپنا داہنا بازو پیش کیا جو قبول کر لیا گیا۔

لڑکی اسے ایک ایسی جگہ لائی جہاں جھاڑیوں کے درمیان تھوڑی سی صاف جگہ تھی۔ یہاں شمی کو ایک بہت بڑا گولہ نظر آیا، جو کسی دھات کا تھا اور اس کا قطر نو یا دس فٹ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ اس میں چاروں طرف کھڑکیاں سی نظر آ رہی تھیں! لڑکی نے اشارے سے بتایا کہ وہ اسی طرح ٹارچ روشن کئے کھڑی رہے! شمی حیرت سے اُس گولے کو دیکھ رہی تھی! سنہری لڑکی نے گولے پر ایک جگہ ہاتھ رکھا اور دفعتاً ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کا اوپری حصہ کھل گیا۔

پھر لڑکی نے شمی کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر پیدا ہونے والی خلاء میں روشنی ڈالی۔ اس کے اندر یقیناً کسی قسم کی مشینری تھی۔ لڑکی کے اشارے پر اس نے ٹارچ اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے روشنی دکھاتی رہی اور وہ اسی خلاء میں دونوں ہاتھ ڈالے ہوئے مشین کے پرزوں کو غالباً ٹھیک کرتی رہی.... !ذرا ہی سی دیر میں وہ مشین ہلکی سی آواز کے ساتھ چل پڑی۔ یہ آواز اتنی ہی ہلکی تھی جتنی کسی بجلی کے پنکھے کی ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد اُس نے شمی کو بھینچ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر اسی گولے کے اندر جا بیٹھی! شمی کی ٹارچ اب بھی روشن تھی۔

سنہری لڑکی اب کاغذ کے ایک ٹکڑے پر سونے کی ایک پتلی سی سلاخ سے کچھ لکھ رہی تھی۔ مگر وہ کیسا سونا تھا جس کا سنہرا نقش کاغذ پر بھی اتر سکتا تھا۔ شمی کو سنہری تحریر نظر آئی مگر فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اُسے پڑھ نہ سکی! سنہری لڑکی نے کاغذ اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور دور ہٹ جانے کا اشارہ کرتے ہوئے گولے کی وہ کھڑکی بند کر لی جس سے داخل ہوئی تھی.... ! شمی بڑی تیزی سے پیچھے ہٹی اور ٹارچ کی روشنی کا دائرہ گولے کے ساتھ ہی اوپر اٹھتا چلا گیا.... جب گولے نے زمین چھوڑ دی تھی تو ہوا کا اتنا زبردست جھونکا شمی کے جسم سے ٹکرایا تھا کہ اسے قدم سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔

وہ اوپر دیکھتی رہی! لیکن اب اس گولے کا کہیں پتہ نہ تھا.... شمی نے محسوس کیا کہ اُس کا جسم بُری طرح کانپ رہا ہے وہ جھاڑیوں سے نکل آئی اور گھر کی طرف چلنے لگی! مگر قدم رکھتی کہیں تھی اور وہ پڑتے کہیں تھے۔ ٹارچ بھی بجھ چکی تھی لیکن شمی کو اندھیرے یا اجالے کا کہاں ہوش تھا۔

دفعتاً اُسے اس کاغذ کا خیال آیا جو سنہری لڑکی نے دیا تھا اور جیسے ہی اس کی نظر اس کاغذ پر پڑی اس کے قدم رک گئے۔ تحریر اندھیرے میں چمک رہی تھی! مگر کیا وہ تحریر تھی؟ شمی اسے گھورتی رہی! یہ چار سطروں میں چند بے ڈھنگے سے نقوش تھے۔

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اِن نقوش کو دیکھتی رہی.... ! پھر اگر پانی میں کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز سے نہ چونکتی تو نہ جانے کب تک اس کی یہ محویت قائم رہتی۔

اب وہ بہت تیزی سے گھر کی طرف جا رہی تھی! گھر پہنچ کر وہ سیدھی اپنی خواب گاہ میں چلی گئی.... اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کے حواس درست نہیں ہو سکے! وہ اپنی مسہری پر پڑی

ہانپ رہی تھی اور سانس اتنی تیزی سے چل رہی تھی جیسے میلوں کا سفر یکساں رفتار سے دوڑ کر طے کیا ہو۔

آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال پر آتی گئی۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر اس کاغذ کے ٹکڑے پر نظر ڈالی مگر اَب وہ بالکل صاف تھا! سنہرے نقوش غائب تھے! اس نے ٹیبل لیمپ بجھا دیا اس توقع پر کہ شائد فاسفورس کی طرح اندھیرے ہی میں وہ نمایاں طور پر نظر آئیں لیکن اس بار اندھیرا بھی انہیں نہ چمکا سکا! کاغذ بالکل صاف تھا۔

عمران نے بستر پر پڑے ہی پڑے ایک طویل انگڑائی لی! اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔

"ابے او.... سلیمان کے بچے.... اخبار.... !"

سلیمان کچن میں تھا! اس لئے ضروری نہیں تھا کہ وہ پہلی ہی آواز پر دوڑ آتا.... دوسری یا تیسری آواز پر اس کے کان پر جوں رینگی اور وہ ہاتھ جھلاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"ہائیں.... ابے میں نے اخبار مانگا تھا...." عمران آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ آپ نے اخبار ہی مانگا تھا۔"

"پھر کہاں ہے۔ اخبار.... !"

"اسٹوو میں تیل نہیں تھا.... ! کوئلے سلگانے پڑے اور کوئلے خود بخود تو سلگتے نہیں ہیں!"

"کیا مطلب.... !"

"اخبارات جلا کر کوئلے دھکائے.... اور اب چائے تیار ہے۔!"

"ابے آج کا بھی جلا دیا؟"

"آج اور کل سے کیا فرق پڑتا ہے۔ صاحب اخبار تو اخبار.... !"

"ہوش میں ہے یا نہیں!"

"اس وقت تو میں ہوش میں ہوں لیکن پچھلی رات میں نے اکشا نمبر ون پی تھی اور آپ کا نیلا سوٹ پہن کر گیا تھا۔"

"ابے او الو کے بھتیجے! میں تیری گردن رگڑ دوں گا۔ تجھے اتنے پیسے کہاں سے ملے تھے کہ اکشا

نمبر ون پی تھی!"

"اللہ دیتا ہے صاحب۔ آپ کی جیب سے چالیس روپے نکالے تھے۔"

"ارے خدا غارت کرے.... میں تجھے ڈس مس کردوں گا۔"

"سوچا تھا کہ نکال لوں اور اکٹھا نمبر وَن پیئوں.... مگر آپ کے نیلے سوٹ پر استری نہیں تھی! اس لئے صرف خواب دیکھ کر رہ گیا۔"

"بہت اچھا کیا تو نے!" عمران نے یک بیک خوش ہو کر کہا۔ "ورنہ تیرے حلق میں خراش پڑجاتی، پینا ہی ہے تو شیمپین پیا کر۔"

"ارے.... اخبار....!"

"آج کا اخبار.... میرا خیال ہے کہ وہ محفوظ ہے!" سلیمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ابے آج کل تو شریف آدمیوں کی طرح گفتگو کیوں کرنے لگا ہے۔"

"مجبوری ہے جناب! شرافت ہی کا زمانہ ہے۔"

"اخبار!"

سلیمان چلا گیا.... اور عمران نے آنکھیں بند کر کے ایک جماہی لی اور پھر منہ چلانے لگا۔

اخبار آگیا! اس لئے لیٹے ہی لیٹے پہلے صفحہ پر نظر ڈالی اور پھر اس طرح بوکھلا کر اٹھ بیٹھا جیسے بچھو نے ڈنگ مارا ہو۔

وہ سرخی ہی بوکھلا دینے والی تھی۔

انٹیلی جنس بیوریو کے ڈائریکٹر جنرل پر قاتلانہ حملہ....!

انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل خود عمران کے باپ رحمان صاحب تھے! اس نے بڑی تیزی سے خبر پڑھ ڈالی۔

۱۴؍ ستمبر رات کے پچھلے حصے میں چند نامعلوم افراد رحمان صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئے! انہوں نے سب سے پہلے دونوں پہرہ داروں کو بے بس کردیا تھا! کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں دو رکھوالی کے کتے تھے! پتہ نہیں انہیں کس طرح ختم کردیا گیا کہ آس پاس والوں یا خود کوٹھی ہی کے مکینوں نے اُن کا شور بھی نہ سنا۔ رحمان صاحب اپنی خواب گاہ میں سو رہے تھے! اچانک ان کی آنکھ کھل گئی انہیں وہ چار نقاب پوش نظر آئے.... ان میں سے ایک تو رحمان صاحب کی طرف

ریوالور تانے کھڑا تھا اور دوسرے کمرے کی چیزیں الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ رحمان صاحب سے کہا گیا کہ خاموشی سے پڑے رہیں، ورنہ اُنہیں قتل کردیا جائے گا.... رحمان صاحب کچھ دیر تو ساکت و سامت پڑے رہے پھر اچانک انہوں نے خود کو مسہری سے گرا دیا.... اُن کی نگرانی کرنے والا شائد غافل ہوگیا تھا.... رحمان صاحب نے بڑی پھرتی سے اُسے گرا کر ریوالور چھین لیا....! اور پھر اُس کمرے میں فائروں کی آوازیں گونجنے لگیں.... نامعلوم آدمیوں کو پسپا ہونا پڑا کیونکہ کوٹھی کے دوسرے افراد بھی بیدار ہوگئے تھے.... رحمان صاحب بعافیت ہیں اُن کے جسم پر صرف معمولی سی خراشیں آئی ہیں! انہوں نے اخبار نویسوں کو صرف واقعات ہی بتائے ہیں لیکن پس منظر بتانے سے انکار کردیا ہے! محکمہ سراغرسانی کے بہترین دماغ مصروف تفتیش ہیں....!"

عمران اخبار پھینک کر کھڑا ہوگا....! پھر وہ نشست کے کمرے میں آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا! دوسری طرف سے کسی ملازم نے کال ریسیو کی!

"ڈیڈی کہاں ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"ڈیڈی!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "آپ کون ہیں!"

"عمران!"

"اوہ.... چھوٹے سرکار....! وہ آرام کر رہے ہیں!"

"سو رہے ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"پتہ نہیں! ٹھہریئے! دیکھ کر بتاتا ہوں۔"

عمران ریسیور کان سے لگائے رہا! تھوڑی دیر ہی بعد اُس نے رحمان صاحب کی بھرائی ہوئی آواز سنی! ان کی خواب گاہ میں بھی فون تھا....!

"ڈیڈی.... میں عمران ہوں۔"

"ہاں۔!"

"کیا مجھے آپ تک آنے کی اجازت مل سکے گی! میں صبح کا اخبار....!"

"آجاؤ۔" دوسری طرف سے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

عمران نے بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا۔ سلیمان ناشتہ لایا تھا لیکن وہ ہاتھ ہلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

کچھ دیر بعد اس کی کار رحمان صاحب کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

یہاں کوٹھی میں عمران کی آمد کا شہرہ ہو گیا تھا! وہ پورے ایک سال بعد کوٹھی میں قدم رکھنے والا تھا! یوں تو اکثر وہ پھاٹک ہی پر رک کر چوکیدار سے سب کی خیریت معلوم کر لیا کرتا تھا! کیونکہ رحمان صاحب کے حکم کے مطابق کمپاؤنڈ میں بھی اس کا داخلہ ممنوع تھا۔

مگر آج جبکہ رحمان صاحب کی طرف سے اجازت مل گئی تھی اور عمران آ رہا تھا۔ اس کی چچا زاد بہنیں پھاٹک ہی پر اس کا انتظار کر رہی تھیں! اُن میں اس کی سگی بہن لڑاکی ثریا بھی تھی اور اس نے کچھ دیر پہلے ہی سے اپنے تیور میں تیکھا پن پیدا کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی چچا زاد بہنیں اُسے سمجھا رہی تھیں کہ وہ آج کوئی جھگڑے والی بات نہ نکالے۔

ویسے اس وقت قدرتی طور پر کوٹھی کی فضا پُر سکون ہی ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ پچھلی رات رحمان صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور وہ بال بال بچے تھے۔ مگر وہ ٹھہرے عمران کے والد.... یعنی عمران انہیں کا بیٹا تھا جس کی نظروں میں زندگی اور موت کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی! اُن کے سخت ترین احکامات تھے کہ کوٹھی کی فضا پر ماتمی کیفیت نہ طاری ہونے پائے۔ اگر کسی کے بھی چہرے پر تفکر کے آثار دیکھے گئے تو اس کی اچھی طرح خبر لی جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سب اگر مسرور نہیں تھے تب بھی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ انہیں رحمان صاحب کی اس خواہش کا احترام کرنا گراں نہیں گذرا۔

جیسے ہی عمران کی کار پھاٹک پر پہنچی اس کی بہنیں سامنے آ گئیں اور عمران کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں کیونکہ ان میں کوئی بھی مغموم یا مشوش نہیں نظر آ رہی تھی۔ ثریا کے چہرے پر وہی پرانا تیکھا پن نظر آیا جو اس کے لئے مخصوص تھا۔

چچا زاد بہنوں نے اُسے نیچے سے اوپر تک ٹٹولنا شروع کر دیا۔ جیسے دیکھ رہی ہوں کہ ٹوٹ پھوٹ کر تو واپس نہیں آیا۔

"اے... اے نہیں لائے... اپنی دوغلی جورو کو...!" ثریا نے چیختے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"جوغلی دورد....!" عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر دہرایا۔

"ہاں... وہی سفید پر کٹی...." ثریا آنکھیں چمکا کر بولی۔ "جو اماں بی کے سینے پر مونگ دلے گی!"

"ارے.... وہ سفید... پر کٹی نہیں ہے.... اڑ سکتی ہے....! شیرازی کی مادہ....!"

"روشی کا تذکرہ ہے بھائی جان...." اس کی چچا زاد بہن فرزانہ اس کی ٹائی کی گرہ درست کرتی ہوئی بولی۔

"ہائیں! اُس کا تذکرہ ہے.... مگر.... دیکھو! میں ابھی تم لوگوں سے گفتگو کروں گا پہلے مجھے ڈیڈی کے پاس جانے دو۔"

"آپ وہاں نہیں جا سکتے۔" ثریا آنکھیں نکال کر بولی۔ "اس سے پہلے آپ کو اماں بی کی جوتیاں کھانی پڑیں گی۔"

"اوہ....!" عمران ایک طویل سانس لے کر پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "اچھا ہی ہوا کہ ناشتہ کر کے نہیں آیا.... مگر ثریا! تم ابھی تک بوڑھی نہیں ہوئیں مجھے حیرت ہے۔"

اس کی چچا زاد بہنیں ہنسنے لگیں! اور وہ انہیں ہٹاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا! اماں بی برآمدے میں موجود تھیں۔

"کیوں رے.... کم.... بخت.... کیوں آیا ہے....!" وہ پھوٹ پڑیں! ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور زبان سے جلی کٹی باتیں نکل رہی تھیں۔

عمران اُن کے پیروں کے پاس دوزانو ہو گیا.... اور ان کی جوتیاں پیروں سے نکال کر اپنے سر پر رکھ لیں۔

"اماں بی.... میں کیسے آتا.... آج بھی ڈیڈی کی اجازت حاصل کئے بغیر نہیں آیا۔"

"تم دونوں یکساں ہو!" اماں بی بولیں۔ "دونوں سنگدل میرے ہی حصے میں آئے تھے۔"

اسی طرح وہ دل کا غبار نکالتی رہیں اور عمران گڑگڑاتا رہا! ثریا کو شائد اس کی چچا زاد بہنوں نے کمپاؤنڈ ہی میں روک لیا تھا ورنہ یہ سلسلہ شائد نامعلوم مدت کے لئے جاری ہو جاتا۔

کسی نہ کسی طرح عمران رحمان صاحب تک پہنچا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں ٹہل رہے تھے اور ان کے چہرے پر تشویش کے آثار قطعی نہیں تھے! البتہ وہ کسی گہری سوچ میں تھے! عمران کو دیکھ کر رک گئے اور پھر ثریا ہی کی طرح اُن کے چہرے پر بھی درشتی کے آثار نظر آنے لگے۔

"تم کیوں.... آئے ہو....!" انہوں نے غرا کر پوچھا۔

"مم.... میں.... آپ کی اجازت....!"

"ٹھیک ہے.... مگر کیوں آئے ہو۔"

"میں نے صبح کا اخبار دیکھا تھا۔"

"ضرور دیکھا ہوگا.... پھر....!"

"وہ.... آپ پر حملہ....!"

"ہاں.... مجھ پر حملہ ہوا تھا....؟ مگر میں زندہ ہوں....!"

"میں آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں!" عمران جل کر بولا۔

"نہیں! تم اس لئے آئے ہو کہ حملے کی وجہ معلوم کرو! ورنہ تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے!"

"اَب میں اس معاملے میں تو بالکل مجبور ہوں ڈیڈی۔ کیونکہ میری رگوں میں بھی آپ ہی کا خون ہے۔"

"بس جاؤ....!" رحمان صاحب ہاتھ ہلا کر بولے۔

"میں وجہ معلوم کئے بغیر نہیں جاؤں گا..... ڈیڈی۔"

رحمان صاحب نے گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھہریئے!" عمران جلدی سے بولا۔ "میں جا رہا ہوں لیکن وجہ معلوم کرلوں گا۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے.... عمران باہر آگیا۔ اماں بی اب بھی اس کے انتظار میں برآمدے میں موجود تھیں۔

"ارے.... بس.... کیا واپس جا رہا ہے۔"

"ہاں.... اماں بی.... انہوں نے مجھے صرف ذلیل کرنے کے لئے بلایا تھا۔"

"تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چل میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔"

"میں گلے میں پھندا لگا کر مر جاؤں گی، اماں بی اگر آپ ان کے ساتھ گئیں۔" ثریا بول پڑی۔

"ارے کم بختو تو پھر مجھے ہی زہر دے دو....!"

"اماں بی....!" عمران اُن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "آپ بالکل فکر نہ کیجئے! میں اس ثریا کی بچی کو بھی اپنے ساتھ لے چلوں گا۔"

"ارے.... زبان سنبھال کر....!" ثریا چڑ کر بولی۔

"بس اَماں بی.... اب اجازت دیجئے! میں اَب آتا رہوں گا کیونکہ ڈیڈی نے یہ نہیں کہا کہ

میں اب دوبارہ یہاں نہ آؤں! تاوقتیکہ وضاحت نہ کریں! ان کی اجازت برقرار رہے گی۔"

وہ اماں بی کو سسکتا ہوا چھوڑ کر.... پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔

دوسری رات بھی ڈاکٹر داور کو تجربہ گاہ ہی میں گذارنی تھی.... شمی دن ہی میں ان سے مل آئی تھی! لیکن اس نے اس سنہری لڑکی کا تذکرہ اُن سے نہیں کیا تھا.... اگر اُس کاغذ پر وہ روشن لکیریں موجود ہوتیں تو وہ ضرور بالضرور اس واقعہ کا تذکرہ پاپا سے کرتی....

اب چونکہ اسکے پاس کوئی ثبوت نہیں رہا تھا اس لئے وہ پُر اسرار واقعہ کا تذکرہ کر کے اپنا مضحکہ نہیں اڑوانا چاہتی تھی۔ کسی کو یقین نہ آتا! کیونکہ سبھی اسے "ایک خواب دیکھنے والی لڑکی" کہتے تھے۔

اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے اور شمی اب بھی کچن ہی میں موجود تھی کیونکہ یہاں کی کھڑکی سے وہ جگہ صاف نظر آتی تھی جہاں پچھلی رات اُس نے اس سنہری لڑکی کو بیٹھے دیکھا تھا۔

اُس کا وہ گرم جوش اور طویل بوسہ اُسے اب بھی یاد تھا اور جب بھی وہ اُس کا تصور کرتی اُس کی پیشانی گرم ہو جاتی! اُس نے اُسے کتنے پیار سے بھینچا تھا! مگر وہ کون تھی کہاں سے آئی تھی اور اُڑن طشتریوں کے نمونے بھی اس کی نظروں سے گذرے تھے! لیکن اسے ابھی تک علم نہیں تھا کہ اڑنے والی مشینوں میں کسی نئی ایجاد کا بھی اضافہ ہوا ہے.... مگر وہ لڑکی.... وہ اُس سے کتنی مختلف تھی! اُس کے جسم کی رنگت کتنی غیر معمولی تھی.... اگر اُس کے بازو پر ڈھنے بھی موجود ہوتے تو وہ بے چون وچرا اُسے کوئی پری تسلیم کر لیتی! اور یہی سوچتی کہ وہ اندر سبھا کی کہانیوں کی کوئی سنہری پری ہے۔ نیلم پری یا یاقوت پری اور زمرہ پری کی طرح!

پھر اُسے سیاروں کا خیال آیا.... اُس میں سے بعض آباد بھی تو ہیں۔ تو کیا وہ کسی دوسرے سیارے سے آئی تھی۔ وہ کھڑکی پر کھڑی اُس کے متعلق سوچتی رہی! اسے توقع تھی کہ شائد وہ آج پھر وہاں نظر آئے۔

اور اس کی توقع سچ مچ پوری ہوگئی۔ اسے ٹھیک اُسی جگہ ایک متحرک سا سایہ نظر آیا جہاں اُس نے اُسے پچھلی رات کو دیکھا تھا۔

مگر ممکن ہے وہ کوئی اور رہا ہو.... اُس نے ایک بار کھڑکی سے ہٹنا چاہا پھر رک گئی۔ یہ بھی

ایک احمقانہ خیال تھا کہ وہ کل والی سنہری لڑکی ہوگی۔

دفعتاً اُس سائے کے گرد ہلکی سی روشنی پھیل گئی اور اسے اس کا نیلا لبادہ صاف نظر آ گیا۔ وہ وہیں کھڑی تھی جہاں اُس نے اسے پچھلی رات روتے دیکھا تھا۔

شمی دروازے کی طرف بھاگی.... اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پیروں میں پر لگ گئے ہوں اور وہ اب کبھی زمین پر نہ پڑیں گے.... وہ بے تحاشہ دوڑتی ہوئی بنگلے سے نکلی اور ٹیکرے کی طرف مڑ گئی! یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ کسی ملازم نے اُسے اس طرح دوڑتے نہیں دیکھا۔ ورنہ سارے ہی نوکر اُس کے پیچھے بھاگنے لگتے۔

وہ ٹیکرے سے نشیب میں اترتی چلی گئی۔ سایہ قریب ہوتا جا رہا تھا اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔

پھر اُس نے خود کو اس کی گرفت میں پایا وہ اُسے بھینچ بھینچ کر پیار کر رہی تھی۔

شمی کہہ رہی تھی۔ "میں تمہیں دوبارہ پا کر کتنی خوش ہوئی ہوں۔ میں آج سارا دن تمہارے متعلق سوچتی رہی تھی اور اس وقت کچن کی کھڑکی میں شائد تمہاری ہی منتظر تھی۔ تم بہت اچھی ہو! تمہارے پیار میں بڑی مٹھاس ہوتی ہے۔ مجھے آج تک کسی نے اس طرح پیار نہیں کیا۔"

پھر وہ بھی اُسی والہانہ انداز میں اسے پیار کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد سنہری لڑکی اس کا ہاتھ تھامے اُسے جھاڑیوں کی طرف لے جا رہی تھی۔ شمی اس کی داہنی ہتھیلی سے ایک عجیب قسم کی روشنی پھوٹتے دیکھ رہی تھی۔

یہی مدھم سی روشنی اس کے گرد پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں وہ راستہ طے کر رہی تھی.... شمی کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ اُس روشنی کی رنگت کیسی تھی!

اس نے ایک بار پھر خود کو اُسی اڑانے والے گولے کے قریب پایا جس کا تجربہ اُسے پچھلی رات کو ہو چکا تھا۔

یہاں سنہری لڑکی کی ہتھیلی سے پھوٹنے والی روشنی پہلے کی بہ نسبت کچھ تیز ہو گئی۔ لڑکی نے گولے کی ایک کھڑکی کھولی اور شمی کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

"کیوں نہیں! میں تمہارے ساتھ کہیں جا نہ سکوں گی! میرے پاپا پریشان ہوں گے۔"

لڑکی شائد اُس کے چہرے کے بدلتے ہوئے آثار کی بناء پر اُس کی مافی الضمیر سے آگاہ ہو گئی

تھی لہٰذا وہ اشارے سے اُسے سمجھانے لگی کہ وہ کچھ دیر اُس میں بیٹھیں گی اور وہ اُسے کہیں لے نہ جائے گی۔

شمی ہچکچاہٹ کے ساتھ گولے میں داخل ہوئی۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی اُس کا اندرونی حصہ چوکور تھا۔ اور اس میں دو صوفے پڑے ہوئے تھے! اُس کی اوپری سطح اتنی اونچی تھی کہ شمی کو اس سے ٹکرا جانے کے خوف سے جھکنا نہیں پڑا تھا! وہ اُس کے سر سے تقریباً دو فٹ اونچی تھی! ایک جانب دیوار میں ایک روشن سی لکیر نظر آ رہی تھی اور اسی لکیر کی تیز مگر ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اب یہ ایک بہت بڑا مکعب نما صندوق معلوم ہو رہا تھا۔

مگر شمی نے اس میں ذرہ برابر بھی گھٹن نہیں محسوس کی....! اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ایک کشادہ اور ہوادار کمرے میں بیٹھی ہوئی ہو۔

سنہری لڑکی اُسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک خواب آلود سی مسکراہٹ تھی.... دفعتاً اُس نے ایک چرمی تھیلے سے کچھ چیزیں نکالیں۔

یہ دو ٹوپیاں تھیں جن کی رنگت بنفشی تھی.... ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جس پر ایک چھوٹا سا بلب لگا ہوا تھا! اُس نے ایک ٹوپی اپنے سر پر منڈھ لی اور دوسری شمی کے سر پر منڈھنے لگی.... شمی کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا اور بار بار اپنے خشک ہوتے ہوئے لبوں پر زبان پھیر رہی تھی.... ٹوپی اس کے سر پر منڈھ دی گئی اور اس کے کانوں میں عجیب قسم کی آواز گونجنے لگیں۔

ٹوپی کے دونوں طرف دو گوٹے لٹکے ہوئے تھے، جو اُس کے دونوں کانوں پر منڈھ گئے تھے.... ایک تار اس کی اور سنہری لڑکی کی ٹوپیوں کو ایک دوسرے سے ملاتا تھا اور اس کے وسط سے ایک دوسرا تار اُس ڈبے سے جا ملا تا تھا جس پر ایک چھوٹا سا برقی قمقمہ نصب تھا۔ قمقمہ دوسرے ہی لمحہ میں روشن ہو گیا اور شمی بڑبڑائی۔ "پتہ نہیں تم کیا کرنے جا رہی ہو۔"

"اس طرح ہم ایک دوسرے کو سمجھ سکیں گے۔" لڑکی نے جواب دیا اور شمی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ کیونکہ یہ جواب اردو ہی میں تھا! البتہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی مرغ کٹکڑوں کوں کی بجائے اردو بولنے لگا ہو۔

آواز میں وہ لوچ اور مٹھاس ہرگز نہیں تھی، جو شمی نے پچھلی رات محسوس کیا تھا۔

"تمہیں حیرت ہے۔" سنہری لڑکی پھر بولی۔ "میں تمہاری زبان نہیں بول سکتی تھی.... لیکن یہ آلہ مجھے نہ صرف تمہارے خیالات سے آگاہ کرتا ہے بلکہ میرے خیالات تمہاری ہی زبان میں تمہارے کانوں تک پہنچاتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی....!"

"تم جو کچھ بھی کہہ رہی ہو وہ اس آلے کے ذریعہ میری زبان میں میرے کانوں تک پہنچ رہا ہے اور جو کچھ میں اپنی زبان میں کہہ رہی ہوں.... وہ تمہاری زبان میں تم تک پہنچ رہا ہے.... یعنی تم جو کچھ سوچتی ہو اُسے میں سمجھ لیتی ہوں اور جو کچھ میں سوچتی ہوں اُس سے تم آگاہ ہو جاتی ہو۔"

"تب تو یہ جادو ہے۔" شمی بولی۔

"نہیں یہ سائنس ہے.... ہم سپارسیا کے باشندے بہت ترقی یافتہ ہیں.... مگر یہ تو بتاؤ کہ یہ کونسا سیارہ ہے....!"

"زمین!" شمی نے کہا! اُس کا دل پھر دھڑکنے لگا۔

"زمین....!" سنہری لڑکی نے حیرت سے دہرایا.... "میں یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں.... مین تو سمجھی تھی کہ میں ریامی پر پہنچ گئی ہوں۔"

"اوہو.... یہ ریامی بھی کوئی سیارہ ہے۔" شمی نے بھی حیرت ظاہر کی۔ "میں بھی یہ نام پہلی ہی بار سن رہی ہوں۔ ہمارے نظام شمسی میں اس نام کا کوئی سیارہ نہیں ہے۔"

"ٹھہرو.... میں بتاتی ہوں کہ ہمارا سیارہ سپارسیا کون سا ہے!"

اُس نے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن پر انگلی رکھی اور گولے کی چھت کھل گئی! شمی کو تاروں بھرا آسمان نظر آنے لگا۔

"وہ دیکھو!" سنہری لڑکی نے ایک طرف انگلی اٹھائی۔ "وہ سب سے روشن سیارہ! سب سے بڑا سیارہ.... وہی سپارسیا ہے۔"

"ارے وہ تو زہرہ ہے.... اسے یونانی میں وینس کہتے ہیں۔"

"بالکل نیا نام جو میں نے کبھی نہیں سنا! وہ سپارسیا ہے اچھی لڑکی.... میں وہیں سے آئی ہوں!"

"اچھا چلو اسپارسیا ہی سہی۔" شمی نے ہنس کر کہا۔ "مگر وہ تو ویران ہے! اس میں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔"

"تب یقیناً تم لوگ ہم سے کم از کم پانچ سو سال پیچھے ہو! سپارسیا کے سائنسدان پانچ سو سال پہلے یہی کہتے تھے کہ ریامی یعنی تمہارا سیارہ غیر آباد ہے لیکن اَب.... اب یہی دیکھ لو کہ میں ریامی میں موجود ہوں۔ تمہاری دور بین ناقص ہے۔ ہمارا سیارہ تو لاکھوں برس سے آباد ہے۔"

زہرہ کے متعلق یہ بالکل نئی دریافت تھی۔ شمی نے سوچا کہ اب وہ پاپا کی معلومات کا مضحکہ اڑا سکے گی۔

"مجھے سخت حیرت ہے۔!" شمی بولی۔

"نہیں تمہیں متحیر نہ ہونا چاہئے! کیا تم نے کبھی کسی سیارے کا سفر کیا ہے۔"

"ابھی ہم ایسے راکٹ نہیں بنا سکے جن کے ذریعہ کوئی ایسا سفر ممکن ہو جائے کہ!"

"بس تو تم سپارسیا سے تقریباً ایک ہزار سال پیچھے ہو۔ ایک ہزار سال پہلے سپارسیا میں بھی ایسے ہی فے گراز بنانے کا مسئلہ در پیش تھا، جو دوسرے سیاروں تک جا سکیں۔"

"فے گراز کیا؟"

"یہی جس میں ہم اس وقت بیٹھے ہیں۔"

"اوہ.... تو یہ اڑنے والی مشین تمہارے سپارسیا میں فے گراز کہلاتی ہے۔"

"ہاں ہم اسے فے گراز کہتے ہیں.... اب سے پانچ سو سال پہلے اس کی شکل مختلف تھی اس وقت یہ فے پوف کہلاتی تھی۔"

"مگر اس دور میں یہ صرف سپارسیا کی فضا میں پرواز کر سکتی تھی.... اس میں اتنی قوت نہیں تھی کہ یہ سپارسیا کی قوت کشش کی حدود سے نکل سکتی۔ اب ہم اسے اس مقام تک لے جا سکتے ہیں جہاں سے دوسرے سیاروں کی قوت کشش کا اثر اس پر پڑ سکتا ہے.... مگر میرا فے گراز....!"

سنہری لڑکی کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"کیوں کیا بات ہے....!" شمی نے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میرے فے گراز میں یہ خرابی کیسے واقع ہوئی!"

"کیسی خرابی۔"

"یہ ریامی کی قوت کشش کی حدود میں کیونکر داخل ہوا جب کہ یہ خصوصیت سے ڈولیڈو.... کیلئے بنایا گیا تھا۔ میں اس فے گراز سے سینکڑوں بار ڈولیڈو تک سفر کر چکی ہوں.... لیکن اب ایسا

ہوتا ہے کہ سپارسیا کی قوت کشش کی حدود سے نکلتے ہی اُس کا رخ زیامی کی طرف ہو جاتا ہے۔"

"ڈولیڈو.... کیا چیز ہے!"

"یہ سپارسیا سے قریب ترین سیارہ ہے.... پتہ نہیں تم لوگ اُسے کیا کہتے ہو۔"

شمی کچھ سوچنے لگی پھر اُس نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے...."

"نام.... نام سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"تمہیں کیا کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔"

"اوہ.... میں سمجھی۔ لوگ مجھے پانچ لاکھ چھپن ہزار تین سو سولہ کہتے ہیں۔"

"یہ تو نمبر ہوا۔" شمی نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... یہ نمبر ہی ہے!.... میں سمجھ گئی.... نام سے تمہاری کیا مراد ہے۔ ہاں دیکھو آج سے ایک ہزار سال پہلے طرز حیات دوسرا تھا۔ اس وقت نام رکھے جاتے تھے.... اس میں ایک جھنجھٹ تھی یعنی فلاں ابن فلاں۔ اب اس کا سوال ہی نہیں رہ گیا....! اس طرح ایک ہی نام کے درجنوں باپ اور بیٹے بیک وقت مل جاتے ہیں لہٰذا اس دشواری کی بناء پر انتظامی اُمور میں خلل بھی پڑتا تھا! اس زمانے میں سپارسیا کی سماجی زندگی پابندیوں سے بھرپور تھی.... یعنی ایک مرد اور ایک عورت زندگی بھر کیلئے ایک دوسرے کے پابند ہوتے تھے۔ اس لئے وہ اپنی اولادوں کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص کرنے کی غرض سے انہیں خاص قسم کے نام دے دیتے تھے تاکہ والدین کی نسبت سے پہچانے جاسکیں....! مگر اب اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ شادی بیاہ کی رسم اب سپارسیا میں نہیں پائی جاتی اس لئے ناموں کی بجائے نمبر چل رہے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ سائنٹیفک ہے۔!"

"باعث شرم و ننگ ہے!" شمی نے غصیلی آواز میں کہا۔

"بہت پسماندہ معلوم ہوتی ہو!" سنہری لڑکی ہنس پڑی۔ "سپارسیا میں اب سے ایک ہزار سال پہلے اسی قسم کے لغو نظریات پائے جاتے تھے۔ جب تک سپارسیا میں شادی بیاہ کی دقیانوسی رسومات چلتی رہیں سپارسیا ترقی کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکا....!"

"بھلا شادی بیاہ کی رسومات کا سائنسی ترقی سے کیا تعلق۔" شمی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اف فوہ! مجھے تم سے خواہ مخواہ محبت ہو گئی ہے.... ورنہ تمہاری ذہنی سطح میری ذہنی سطح سے بہت نیچی ہے!"

"ہونہہ.... تم بڑی ذہین ہو....!" شمی چڑ گئی۔

"تم سے ہزار گنا زیادہ.... پیاری لڑکی!"

"میرے پاپا بہت بڑے سائنٹسٹ ہیں میں انہیں کی لڑکی ہوں۔"

"سائنٹسٹ.... بہت بڑے.... ہاہا!" سنہری لڑکی مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنس پڑی۔

"تم مجھے خواہ مخواہ غصہ دلا رہی ہو۔"

"اچھا اب نہ دلاؤں گی۔" سنہری لڑکی یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔ "تم مجھے بہت پیاری سی گڑیا لگتی ہو اور پچھلی رات تم نے مجھ پر احسان کیا تھا۔"

"نہیں اس خیال سے خاموش نہ ہو جاؤ.... ثابت کرو کہ تم مجھ سے زیادہ ذہین ہو۔"

"جس طرح کہو ثابت کردوں۔"

"یہی سمجھا دو کہ شادی بیاہ کی رسم سائنسی ترقی میں کیسے حارج ہوتی ہے....!"

"اس طرح بہترین دماغ نہیں پیدا ہو سکتے۔ پیاری لڑکی....! خیر مجھے یہ جملہ پوری بحث کے بعد کہنا چاہئے تھا۔"

"ہاں ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے دونوں کانوں میں جھولیں سی کیوں لٹکا رکھی ہیں۔"

"ارے یہ آویزے ہیں۔"

"کیا یہ تمہارے سیارے میں عام طور پر لٹکائے جاتے ہیں۔"

"ہاں بھئی تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے! کیا تمہارے سیارے میں زیور نہیں پہنے جاتے!"

"نہیں! خیر یہ بتاؤ کہ سارے آویزے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تم لٹکاتی ہو!"

"نہیں یہ صدہا قسم کے ڈیزائنوں میں ملتے ہیں۔"

"مگر تم نے خصوصیت سے اسی قسم کے کیوں لٹکائے ہیں۔"

"آہا.... ارے مجھے یہی پسند ہیں۔"

"تم ان سے مطمئن ہو....!"

"مطمئن نہ ہوتی تو خریدتی کیوں....!"

"اچھا اگر ایسے آویزے تمہارے کان میں لٹکا دیئے جائیں جو تمہارے اپنے معیار مطابق بدصورت ہوں تو۔"

"میں انہیں اُتار پھینکوں گی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ میری پسند کے مطابق نہ ہوں گے۔!"

"تو اس سے تمہارا نقصان کیا ہوگا۔!"

"ہوگا کیوں نہیں! میں اُن کے متعلق خلش میں مبتلا رہوں گی۔۔۔!شاید اُن کی وجہ سے کسی دوسرے کے مقابلے میں مجھے احساس کمتری بھی ہونے لگے۔!"

"اس احساس کمتری ہی سے تمہارا کیا نقصان ہوگا۔"

"بہت بڑا نقصان۔۔۔۔احساس کمتری شخصیت کے لئے سم قاتل سے کم نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔اگر تمہاری شخصیت برباد ہوچکی ہے تو تمہاری اولادیں کیسی ہوں گی۔"

"ختم کرو۔۔۔۔!" شمی جھینپ کر بولی۔ "میں کچھ نہیں سننا چاہتی! اگر تم اس قسم کی باتیں کرو گی تو میں اٹھ جاؤں گی۔!"

سنہری لڑکی ہنسنے لگی۔۔۔۔اور پھر بولی۔ "اگر تم اپنے شوہر کے معاملے میں کسی قسم کی خلش میں مبتلا ہو تو یقین رکھو کہ اُس خلش یا اس ذہنی گرہ کی پرچھائیں تمہاری اولاد کی شخصیت پر ضرور پڑے گی۔۔۔۔اگر تم ایک دوسرے سے مطمئن نہیں ہو تو تمہارے بچے غیر متوازن شخصیتوں کے حامل ہوں گے۔اس طرح سائنس کی ترقی رک سکتی ہے۔"

"پھر وہی میں کہتی ہوں خاموش رہو۔!" شمی شرم سے سرخ ہوگئی تھی۔

"تم مجھ سے ہزارہا سال پیچھے ہو!" سنہری لڑکی مسکرائی۔ "خیر اب ہم اس تذکرے کو ترک کردیں تو بہتر ہے ورنہ ممکن ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے متنفر ہوجائیں!"

"تمہاری رنگت سنہری کیوں ہے۔۔۔!" شمی نے موضوع بدلنے میں مدد دی۔

"بس ہم ایسے ہی ہوتے ہیں! ہاں دیکھو! میں نے اپنے سیارے میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ میرا فےگراز مجھ کو ڈولیڈو کی بجائے ریامی میں لے جاتا ہے۔۔۔۔تم بھی میرا تذکرہ کسی سے نہ کرنا!"

"واہ۔۔۔۔!" شمی بولی۔ "میں تو تمہیں اپنے پاپا سے ملانا چاہتی تھی!"

"ہرگز نہیں۔۔۔۔ہرگز نہیں! اس پر مجھے کبھی مجبور نہ کرنا ورنہ ہماری دوستی قطعی ختم

ہوجائے گی۔۔۔۔اور اگر میں نے سپارسیا میں کسی سے اس کا تذکرہ کردیا تو مجھے اپنے فےگراز سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔"

"کیوں۔۔۔۔؟"

"اس پر حکومت قبضہ کرلے گی اور یہ معلوم کرنے کے لئے اس کے پرخچے اڑادیئے جائیں گے کہ یہ ڈولیڈو کی بجائے ریامی کیوں پہنچ جاتا ہے۔"

"ہاں۔۔۔۔مجھے بھی بتاؤ کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم آج بھی ٹھیک اُسی جگہ کیسے پہنچ گئیں جہاں کل پہنچی تھیں! ظاہر ہے کہ اپنے سیارے کی قوت کشش کے دائرہ اثر سے نکل آنے کے بعد تمہارا یہ فےگراز تمہارے قابو سے باہر ہوجاتا ہوگا! یعنی اس کی رفتار اس کے مشینی نظم کی رہین منت نہ رہ جاتی ہوگی۔۔۔۔لہٰذا ایسی صورت میں تم نے اسے ٹھیک اسی جگہ کیسے اتارا۔"

"یہ اتنا حیرت انگیز نہیں ہے۔۔۔۔پیاری لڑکی جتنا کہ اس کا ڈولیڈو کی بجائے ریامی آپہنچنا۔ کل میں وقت دیکھ کر چلی تھی۔ ہمیشہ اسی طرح روانہ ہونا پڑتا ہے۔۔۔۔لہٰذا آج بھی ٹھیک اُسی وقت روانہ ہوئی جس وقت کل روانہ ہوئی تھی! اس طرح میں ٹھیک اسی جگہ آپہنچی، جہاں کل اسی وقت پہنچی تھی!"

"مگر کیا یہ ضروری ہے کہ آج بھی تمہیں یہاں تک پہنچنے میں اتنا ہی وقت صرف ہوا ہو! ۔۔۔۔چلو خیر میں اسے بھی تسلیم کئے لیتی ہوں کہ دونوں سیارے یکساں رفتار سے اپنے محوروں پر گردش کرتے ہوں، لیکن کیا ان کی سورج کے گرد والی گردش روانگی اور پہنچنے کے مقامات میں تبدیلی کا باعث نہیں ہوسکتی!"

"یہی تو میں بھی سوچتی ہوں لیکن یہ مسئلہ میں ابھی تک نہیں حل کرسکی۔۔۔۔اچھی لڑکی۔۔۔۔اگر میں اپنی اس اتفاقیہ دریافت کا اعلان سپارسیا میں کردوں تو جانتی ہو میرا کیا مقام ہو!"

"تمہارا اشمار وہاں کی بہت بڑی ہستیوں میں ہونے لگے۔"

"مگر میں ایسا نہیں کروں گی۔"

"کیوں؟"

"محض تمہاری وجہ سے مجھے ریامی کے باشندوں سے ہمدردی ہوگئی ہے۔ اگر سپارسیا والوں کو اس کا علم ہو جائے تو وہ ڈولیڈو ہی کی طرح ریامی کو بھی تباہ کر دیں! تم لوگ سپارسیا والوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے! سپارسیا کے صرف دس آدمی اور ایک فے گراز پورے ریامی کو تہ و بالا کر دینے کے لئے کافی ہوں گے! اور تم میں سے جو زندہ بچیں گے وہ سپارسیا والوں کے غلام کہلائیں گے!"

"اوہ....!" شمی کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

"اور اگر تم نے یہاں کسی سے میرا تذکرہ کر دیا تب بھی میرا فے گراز خطرے میں پڑ جائے گا اور پھر شائد میں کبھی سپارسیا بھی واپس نہ جا سکوں۔"

"ہاں تم مصیبت میں پڑ سکتی ہو۔" شمی تشویش کن لہجے میں بولی۔

"بس.... اگر تم یہ چاہتی ہو کہ ہم ایک دوسرے سے ملتے رہیں تو میرے متعلق کسی کو بھی نہ بتانا! حتیٰ کہ اپنے پاپا کو بھی اس سے لاعلم ہی رکھنا! تم نے ابھی بتایا کہ وہ سائنٹسٹ ہیں! لہٰذا وہ بھی میرے فے گراز کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ دیکھو.... میں پھر کہتی ہوں اگر تم نے کسی سے بھی تذکرہ کیا تو میری موت کی تم ہی ذمہ دار ہو گی۔"

"نہیں میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کروں گی....! چلو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔"

"پھر کبھی! اب مجھے واپس جانا چاہئے۔ ورنہ میں سپارسیا کے کسی ویران حصے میں جا پڑوں گی اور پھر مجھے بہت دیر تک اِدھر اُدھر بھٹکنا پڑے گا۔"

"اچھا مجھے اس روشنی کے متعلق بھی بتاؤ جو تمہارے ہاتھ سے نکلتی ہے!"

"ہاتھ سے نہیں نکلتی! بلکہ یہ ایک قسم کی ٹارچ ہے جو سپارسیا کے ہواباز استعمال کرتے ہیں! .... یہ دیکھو....!" سنہری لڑکی نے داہنی ہتھیلی شمی کے سامنے کر دی اور اب شمی نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ ننگے نہیں تھے، بلکہ ان پر چمڑے کے دستانے تھے اور ان دستانوں کی رنگت بھی سنہری ہی تھی! مگر ہتھیلی کے برابر گولائی میں گہرا سبز رنگ نظر آ رہا تھا.... دفعتاً لڑکی نے فے گراز کے اندر کی روشنی گل کر دی.... اور شمی نے دیکھا کہ اُس کی داہنی ہتھیلی کے سبز دائرے سے روشنی پھوٹنے لگی ہے! آہستہ آہستہ فے گراز میں اتنی ہی تیز روشنی پھیل گئی جتنی کچھ دیر پہلے خود فے گراز کا برقی نظام پھیلاتا رہا تھا۔

"کل مجھ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے!" سنہری لڑکی نے کہا۔ "فے گراز کی مشینری

خراب ہو گئی تھی....! اس ٹارچ کے گلوبازم ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور میں اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی.... اگر تم نہ ہوتیں تو مجھے یہیں خودکشی کر لینی پڑتی.... کیونکہ کسی شریر ہستی کی نظر مجھ پر پڑ جاتی تو پھر میں کیا کرتی۔ تم خود سوچو میں یہ فے گراز اس کے ہاتھ لگنے دیتی اور نہ وہ مجھ پر ہی قابو پا سکتا....!"

"مگر تم اسے کیسے برباد کرتیں!"

"اس میں چار توپیں بھی موجود ہیں اور کافی میگزین ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اگرچہ توپیں دوسرے مقصد کے لئے ہیں لیکن انہیں سے اِسے تباہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ صرف طریقہ استعمال میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے گی اس کے بعد اس فے گراز کا ایک ٹکڑا بھی کسی کے ہاتھ نہ آ سکے گا۔"

"اب دو باتیں اور بتاؤ.... اول تو یہ کہ گلوبازم کیا بلا ہے.... تم نے ابھی ٹارچ کے سلسلے میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔"

"اب پتہ نہیں تم لوگ ان چمکدار ذرات کو کیا کہتے ہو۔ ہم سپارسیا والوں نے انہیں گلوبازم کا نام دیا ہے۔ یہ گندھک اور پارے سے بنائے جاتے ہیں پھر انہیں ریڈیم سے چارج کیا جاتا ہے.... چلو دوسری بات جلدی کرو....! مجھے ٹھیک ساتویں منٹ پر یہاں سے روانہ ہونا چاہئے!"

"فے گراز میں توپوں کی موجودگی کا مقصد.... کیا تم انہیں کسی کے خلاف استعمال کرتی ہو۔"

"نہیں! یہ جنگ و جدل کے کام میں نہیں آتیں بلکہ ان پر ہی کائیناتی سفر کا دارومدار ہوتا ہے.... اکثر ہمارے فے گراز ایسے مرحلوں پر ہوتے ہیں جہاں مختلف سیاروں کی قوت کشش کی سرحدیں ملتی ہیں....! وہاں فے گراز خلاء میں معلق ہو کر رہ جاتے ہیں! نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے لوٹ سکتے ہیں....! اُس وقت یہ توپیں استعمال کی جاتی ہیں! دھاکوں کے دھچکے فے گراز کو آگے بڑھاتے ہیں۔ پھر جیسے ہی فے گراز مختلف کششوں کے اُس متوازن حلقہ اثر سے نکلتا ہے.... کسی ایک سیارے کی قوت کشش اُس پر غائب آ جاتی ہے اور وہ اُسی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔"

"اچھا بس.... میں پھر آؤں گی۔ تمہارے لئے میں بھی بے چینی محسوس کرتی ہوں تم بہت پیاری ہو.... کاش سپارسیا میں ہوتیں۔"

سنہری لڑکی نے اپنے سر سے رنگین چمڑے کا خود اتار دیا اور پھر شمی کے سر سے بھی اتارا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ اُسے پھر بھینچ بھینچ کر پیار کر رہی تھی! اس بار شمی نے بھی اتنی ہی گرمجوشی کا اظہار کیا۔

پھر شمی فے گراز سے باہر آگئی! اور پچھلی ہی رات کی طرح ایک بار پھر اسے ہوا کے زوردار جھونکے کا تجربہ ہوا.... فے گراز فضا میں بلند ہو چکا تھا۔

عمران نے جولیا کے نمبر ڈائل کئے! لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں ملا۔ اُس نے سر کو اس طرح خفیف سی جنبش دی جیسے وہ اس پر مطمئن ہو!

پھر دوسرے ہی لمحے میں پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی اور وہ سونے کے کمرے کی طرف لپکا۔

اس فون پر دوسری طرف سے بولنے والا! بلیک زیرو تھا!

"جی ہاں.... رحمان صاحب! آفس سے نکلے تھے۔" بلیک زیرو کہہ رہا تھا۔ "لیکن ان کی گاڑی خراب ہو گئی....! اس لئے انہیں گھر واپس جانے کے لئے ٹیکسی منگوانی پڑی! کیپٹن خاور اُس ٹیکسی کا تعاقب کر رہا ہے اور اس سے ٹرانسمیٹر پر برابر خبریں مل رہی ہیں! ٹیکسی بہت تیز رفتاری سے چیتھم روڈ پر جا رہی ہے.... یعنی آپ سمجھتے ہی ہیں۔"

"خاور سے کہو کہ اب وہ تھری فائیو کے سیٹ پر اطلاع دے.... پانچ منٹ بعد.... جلدی کرو! غالباً وہ اپنی ہی گاڑی میں ہو گا۔"

"جی ہاں....!"

"تب تو تھری فائیو کے سیٹ پر بھی اطلاع دے سکے گا اچھا.... ہری اَپ....!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر کے.... بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا! اور فلیٹ سے باہر آکر کار میں بیٹھا.... ڈیش بورڈ پر بائیں جانب ایک سوئچ دبانے سے ایک چھوٹا سا خانہ نمایاں ہو گیا جس کے اوپری حصے پر جالی لگی ہوئی تھی اور نچلا حصہ مائیکرو فون کے ہارن سے مشابہ تھا! کار چل پڑی! عمران کی نظر گھڑی پر تھی! ٹھیک پانچ منٹ بعد ڈیش بورڈ پر ظاہر ہونے والے خانے سے آواز آئی۔ "ہیلو.... ہیلو!.... تھری فائیو پر کون ہے!"

"علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی آکسن....!"

دوسری طرف سے قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔ "آپ ہیں! کیوں جناب کیا آپ کے والد صاحب بھی بالکل آپ ہی کی طرح ہیں!"

"اگر وہ میری طرح ہو گئے ہیں تو مجھے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔"

"وہ خود ہی موت کے منہ میں جا بیٹھے ہیں عمران صاحب!"

"اس وقت ٹیکسی کہاں ہے۔"

"چیتھم روڈ پر.... اب میں نے اپنی گاڑی اس سے آگے نکال لی ہے اور عقب نما آئینے میں اُسے دیکھ رہا ہوں۔"

"یہ بہت اچھا طریقہ ہے! تعاقب کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ سفر شہر کے باہر ہی ختم ہو گا۔"

"پرواہ نہ کرو....! میں بھی چیتھم روڈ پر پہنچنے ہی والا ہوں مگر تم کس سمت جا رہے ہو۔"

"مشرق کی طرف....!"

"میں سمجھ گیا....! بے فکر رہو۔"

"لیکن یہ کیا قصہ ہے عمران صاحب! ایسی صورت میں جب کہ پچھلی رات رحمان صاحب پر حملہ ہو چکا تھا انہوں نے اس وقت ایسی بداحتیاطی کیوں برتی! غالباً آپ کو ایکس ٹو نے حالات سے آگاہ کر دیا ہو گا! کچھ دیر پہلے میں اُسی کو اطلاعات دیتا رہا ہوں!"

"ہاں مجھے علم ہے کہ ان کی کار خراب ہو گئی تھی اس لئے انہوں نے ٹیکسی منگوائی! مگر یہ ضروری نہیں کہ انہیں اس وقت گھر ہی جانا رہا ہو! ہو سکتا ہے کہ تم نے محض شبہے کی بناء پر تعاقب شروع کر دیا ہو!"

"رحمان صاحب کا تعاقب تو میں ایکس ٹو کے حکم کے مطابق صبح ہی سے کر رہا ہوں۔ گھر سے آفس تک بھی میں نے ان پر نظر رکھی تھی اور میں نے وہ گفتگو بھی سنی تھی جو انہوں نے ڈرائیور سے کی تھی اس لئے شبہے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! ویسے بھی شبہے کا نام ہی نہ لینا چاہئے کیونکہ میں نے تو اس توقع پر تعاقب شروع کیا تھا کہ وہ ٹیکسی انہیں گھر ہی لے جائے گی۔"

"تب تو ٹھیک ہے...! اب میں بھی چیتھم روڈ پر پہنچ چکا ہوں اور میرا رخ مشرق کی جانب ہے۔"

"چلے آیئے.... ابھی تک پچھلی کار سیدھی ہی آرہی ہے اور ہم شائد شہر سے دس میل باہر

آ چکے ہیں۔ اگر آپ تیز رفتاری سے آئیں تو بہتر ہے!"

"بے فکر رہو۔"

عمران کی کار کی رفتار پہلے ہی سے کافی تیز تھی! وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یک بیک وہ کیسا کھیل شروع ہو گیا ہے۔

ڈیڈی پر حملہ کیوں ہوا تھا اور حملہ آوروں کو کس چیز کی تلاش تھی! کیا وہ کوئی محکمہ جاتی راز تھا جس کی بناء پر رحمان صاحب نے اسے اس میں شریک کرنے سے انکار کر دیا تھا....! وہ سوچتا رہا اور کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ آخر کار وہ شہر کی حدود سے نکل آیا۔

اچانک خاور کی آواز پھر آئی۔ "ٹیکسی داہنی جانب ایک کچے راستے پر مڑ گئی ہے۔"

"اب کیا کرو گے؟" عمران نے پوچھا۔

"اب کیا کرنا چاہئے۔"

"اپنی گاڑی اُسی جگہ روک کر.... پیدل اُدھر جاؤ جہاں سے ٹیکسی مڑی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں! ممکن ہے اس طرح کوئی صورت نکل آئے میں بہت تیزی سے آ رہا ہوں!"

خاور کی آواز پھر نہیں آئی۔ سورج کی آخری کرنیں اونچے درختوں کی چوٹیوں پر نارنجی رنگ بکھیر رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد عمران کو خاور نظر آیا وہ سڑک کے کنارے کھڑا شمال کی جانب دیکھ رہا تھا....

عمران نے کار اسی کے قریب روک دی۔

"اِدھر....!" خاور نے شمالی جانب ایک کچے راستے کی طرف اشارہ کیا۔ جو تقریباً آدھے فرلانگ کے بعد داہنی طرف مڑ گیا تھا۔

عمران نے سر ہلا کر چاروں طرف نظر دوڑائی.... سڑک کے دونوں جانب جنگلوں کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔

"اس کچے راستے پر ٹائروں کے نشانات ہماری راہنمائی کر سکتے ہیں۔" خاور نے کہا۔ "اور اسی اطمینان پر میں نے یہیں ٹھہرنا مناسب سمجھا تھا ورنہ کوئی دوسری راہ نکالتا۔"

"ایکس ٹو کی پارٹی کے بعض افراد حقیقتاً ذہین ہیں۔" عمران نے ایک طویل سانس کے ساتھ کہا۔

رحمان صاحب تو اُس وقت چونکے جب ٹیکسی گریننگ اسٹریٹ سے چیتھم روڈ پر مڑی!

"ادھر کہاں؟" انہوں نے پوچھا۔

"صاحب.... اُدھر سڑک بند ہے.... فلم کمپنی والے شوٹنگ کر رہے ہیں! آگے سے مغل اسٹریٹ میں موڑ کر نکال لے چلوں گا۔"

رحمان صاحب پھر مطمئن ہو گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ روزِ روشن میں ان کے خلاف کسی قسم کی سازش کی جا سکے گی۔ انہوں نے نیویارک ٹائمز کا ویکلی ایڈیشن کھول لیا جو آج کی ڈاک سے موصول ہوا تھا.... پھر وہ اس پر اس طرح کھو گئے کہ وقت کا بھی احساس نہ رہا....

مگر جب اندھیرا پھیل گیا تو انہیں ہوش آیا.... اور اس اندھیرے کی نوعیت کا علم ہوتے ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا.... وہ رات کا اندھیرا نہیں تھا بلکہ اب ٹیکسی کا پچھلا حصہ ایک ایسے صندوق میں تبدیل ہو گیا تھا جس سے شائد ان کی آواز بھی باہر نہ جا سکتی تھی.... اُن کے اور ڈرائیور کے درمیان ایک دیوار سی حائل ہو گئی اور کھڑکیوں کے شیشے بھی تاریک ہو گئے تھے....

رحمان صاحب نے شیشوں ہی پر مکے برسانا شروع کر دیا مگر وہ شیشے تو تھے نہیں کہ چور چور ہو جاتے.... ان کا داہنا ہاتھ بُری طرح دکھنے لگا تھا.... لیکن اندر کی تاریکی جوں کی توں رہی!.... دراصل کھڑکیوں پر بھی کسی دھات کی پلیٹیں ہی چڑھ گئی تھیں! اور یہ تبدیلی کسی قسم کے میکنزم ہی کی رہین منت ہو سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد تک جدوجہد کرتے رہے پھر تھک ہار کر سیٹ پر گر گئے۔ اگر ان کی کلائی پر ریڈیم ڈائیل کی گھڑی نہ ہوتی تو انہیں وقت کا اندازہ بھی نہ ہوتا۔

کچھ دیر جب دھچکے لگنے لگے تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ شائد اب ٹیکسی کسی کچے راستے پر چل رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد ٹیکسی رک گئی....! وہ دھچکا رکنے ہی کا تھا! اور اسی دھچکے کے ساتھ ہی ٹیکسی کا پچھلا حصہ پھر اپنی پچھلی حالت پر آ گیا تھا! چاروں طرف اٹھی ہوئی دیواریں نیچے سرک کر غائب

ہو گئی تھیں! رحمان صاحب نے ڈرائیور کی طرف دیکھا جو تمسخر آمیز انداز میں ان پر ہنس رہا تھا.... نیچے دو آدمی نظر آئے جن کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔

"اتریئے.... جناب!" ڈرائیور نے کہا۔ "پچھلی رات تو آپ نے بڑی پھرتی دکھائی تھی۔"

رحمان صاحب اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے نیچے اُتر گئے۔

دونوں رائفلیں ان کی پشت سے آلگیں اور انہیں ایک سمت چلنے پر مجبور کیا جانے لگا۔

"تم لوگ بہت بڑا جرم کر رہے ہو!" انہوں نے غصیلی آواز میں کہا۔

"یقیناً! اگر ہم پکڑ لئے گئے تو یہ ایک بہت بڑا جرم ہوگا۔" ٹیکسی ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

رحمان صاحب چلتے رہے....! یہ ایک پتلی پگڈنڈی تھی اس پر بیک وقت صرف ایک آدمی چل سکتا تھا۔ دونوں طرف سرکنڈوں کی گھنی جھاڑیاں تھیں۔ بعض مقامات پر تو انہیں سامنے سے ہٹائے بغیر بڑھنا ہی ناممکن ہو جاتا تھا۔

رحمان صاحب کے آگے ڈرائیور چل رہا تھا.... اور پیچھے دوسرا آدمی تھا جس کی رائفل کی نال رحمان صاحب کی پشت سے لگی ہوئی تھی۔

ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا اور اتنا اجالا تو تھا ہی کہ عمران اور خاور جھاڑیوں کے درمیان اس مسلح آدمی کو دیکھ لیتے، جو ٹیکسی کے قریب کھڑا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس نے اپنی رائفل ٹیکسی سے ٹکا کر کھڑی کر دی تھی۔ ابھی اس نے جلی ہوئی دیاسلائی بھی نہیں پھینکی تھی کہ خاور نے اس پر چھلانگ لگائی۔

اس وقت عمران اور خاور دونوں کے چہروں پر نقابیں تھیں۔

وہ آدمی چونکہ بے خبر تھا اس لئے سنبھل نہ سکا.... خاور نے دو ہی تین رددوں میں اس کے کس بل نکال دیئے! وہ بالکل خاموش تھا اور ان دونوں نقاب پوشوں کو اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے وہ آسمان سے ٹپکے ہوں۔

"جان سے مار دوں گا....!" خاور غرایا۔

"ارے نہیں.... اس کی ضرورت ہی کیا ہے! اگر یہ زبان کھولنے میں جلدی کرے۔"

عمران نے کہا۔

"یہ نہیں بتائے گا.... ہم خود ہی تلاش کر لیں گے۔" خاور نے کہا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا۔

"ٹٹ.... ٹھہرو!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

گردن پر خاور کی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ لیکن وہ اسے اپنے پیروں پر بدستور جکڑے رہا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"ڈائریکٹر صاحب کو کدھر لے گئے ہیں!" خاور نے پوچھا۔

"تم کون ہو۔"

"ارے.... میرے سوال کا جواب....!" خاور نے پھر گردن پر زور دیا۔

"اِدھر....!" اس نے داہنی جانب گردن گھما کر کہا۔ "جھاڑیوں میں پگڈنڈی ہے اور آگے لکڑی کا مکان.... ہے....!"

اتنی دیر میں عمران اپنی ٹائی سے اس کے دونوں پیر باندھ چکا تھا۔ پھر اس نے خاور کی ٹائی بھی کھولی اور مغلوب کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے۔ جب انہوں نے اس کے منہ میں رومال ٹھونسنے کا قصد کیا تو اس نے گھگھیا کر کہا۔ "میں قطعی شور نہیں مچاؤں گا۔" اور اپنا منہ سختی سے بند کر لیا۔ پھر اس کا منہ کھلوانے کے سلسلے میں خاور کو تھوڑا تشدد بھی کرنا پڑا۔

بہر حال تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس کے منہ میں رومال ٹھونس کر ایک طرف جھاڑیوں میں ڈال آئے۔

پگڈنڈی سرکنڈے کی جھاڑیوں کی وجہ سے دشوار گذار ہو گئی تھی۔ اگر ان کے چہرے بھی نقابوں میں پوشیدہ نہ ہوتے تو چہروں پر ہی لاتعداد خراشیں آئی ہوتیں! ہاتھ میں دستانے تو انہوں نے پہلے ہی سے پہن رکھے تھے۔ سیکرٹ سروس والوں کا اصول تھا کہ اپنی مہمات میں دستانے ضرور استعمال کرتے تھے۔

وہ چلتے رہے....؟ پگڈنڈی ابھی تک کسی طرف مڑی نہیں تھی۔ اب تاریکی پھیلنے لگی تھی.... اور جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے ان کے کانوں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی.... شام نسبتاً زیادہ خنک تھی.... پگڈنڈی کے اختتام ہی پر انہیں وہ لکڑی کا مکان نظر آگیا جس کی چھتیں سرکنڈوں کی جھاڑیوں سے زیادہ اونچی نہیں تھیں.... یہاں جھاڑیاں بلند زمین پر تھیں اس

لئے وہ مکان ہر طرح سے محفوظ تھا۔ درمیان میں تھوڑی سی جگہ شائد آمدورفت کے لئے صاف کرلی گئی تھی.... ورنہ نشیب میں بھی مکان کے گرد جھاڑیاں ہی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

عمران نے خاور کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے مڑ کر آہستہ سے کہا۔

اور وہ دونوں زمین پر لیٹ کر بہ آہستگی مکان کی طرف کھسکنے لگے۔

کمرے میں رحمان صاحب سمیت چھ آدمی تھے۔ ان میں سے تین نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپا رکھے تھے اور دو تو رحمان صاحب کے ساتھ ہی آئے تھے! ٹیکسی ڈرائیور کے متعلق اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ دوسرا آدمی جس کے ہاتھ میں رائفل تھی کچھ پریشان سا نظر آرہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ معاملات کی نوعیت سے کسی حد تک واقف تو ہے لیکن اس غیر قانونی حرکت کی تائید دل سے نہیں کر رہا۔

ٹیکسی ڈرائیور کی حیثیت بقیہ چاروں سے ممتاز معلوم ہوتی تھی کیونکہ ان سے گفتگو کرتے وقت اس کا لہجہ تحکمانہ ہوتا تھا۔

"ہاں رحمان صاحب! اب کیا ارادہ ہے۔" اس نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہاری کسی بکواس کا جواب نہیں دوں گا۔" رحمان غرائے۔ وہ خوفزدہ نہیں معلوم ہوتے تھے.... اس کے برعکس ان کی آنکھوں سے قہر جھانک رہا تھا۔

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں سے بخیر و عافیت رخصت ہو جائیں گے!" ٹیکسی ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔

"تم کچھ شروع کرو! پھر دیکھ ہی لو گے۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر رحمان کہ آپ اپنی بہترین ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کی بناء پر اس عہدے تک پہنچے ہیں! لیکن اب بوڑھے ہو چکے ہیں! آپ کو غصہ زیادہ آتا ہے اور آپ کا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہ جاتا! آپ اب اسی وقت یہاں سے جاسکیں گے جب اس سرر پیکٹ کے متعلق ہمیں بتادیں!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تم جیسے گدھوں سے گفتگو کرنا میں اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔"

"تو اچھا رحمان صاحب، اب آپ کو ہم گدھوں کی لاتیں ضرور سہنی پڑیں گی۔"

رحمان صاحب کھڑے ہو گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ اس ٹیکسی ڈرائیور سے لپٹ ہی پڑیں گے۔

اُن کو نقاب پوشوں نے پکڑ کر پھر کرسی میں دھکیل دیا۔

ٹیکسی ڈرائیور ہنس رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے کہا۔ "انگیٹھی میں کوئلے دھکاؤ! میں محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل صاحب کی چربی نکالوں گا۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے ان کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے! انگیٹھی میں کوئلے تو پہلے ہی سے دہک رہے تھے اور اس میں لوہے کی ایک سلاخ بھی پڑی ہوئی تپ رہی تھی۔ شائد انہوں نے پہلے ہی سے اذیت دینے کا سامان مہیا کر لیا تھا۔ کیونکہ رحمان صاحب تو اپنی ضدی طبیعت کے لئے دور دور تک مشہور تھے.... مگر یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ سرخ لوہے سے داغے جانے کی دھمکی انہیں نرم ہی کر دیتی! وہ بڑے کھرے پٹھان تھے اور انہیں اس پر بڑا فخر تھا کہ چنگیز خان سے لے کر ان تک نسلی یک رنگی ہر حال میں برقرار رہی تھی! کسی دوسری نسل کے خون کی آمیزش نہ ہونے پائی تھی!۔

انگیٹھی ان کے قریب لائی گئی! مقصد شائد یہی تھا کہ وہ تپتی ہوئی سلاخ دیکھ سکیں۔

"یہ....!" رحمان صاحب نے حقارت سے کہا۔ "چربی ضرور نکال لے گی! لیکن شائد زبان تک اس کی رسائی نہ ہو سکے۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو.... چلو اٹھاؤ سلاخ میں دیکھوں گا کہ یہ میرے گوشت پر ٹھنڈی ہونے میں کتنا وقت لیتی ہے.... چلو.... اٹھاؤ.... میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔"

ٹیکسی ڈرائیور پلکیں جھپکانے لگا.... رحمان صاحب اسے قہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے!

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ان پانچوں پر چھائے ہوئے نظر آرہے تھے۔

چونکہ وہ روز روشن میں اس قسم کی کسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ورنہ اس وقت اُن کے جیب میں ریوالور ضرور موجود ہوتا.... اور پھر شائد یہاں اس نکڑی کے مکان تک آنے کی نوبت ہی نہ آتی! رحمان صاحب کچھ اسی قسم کے آدمی تھے! بڑھاپے میں بھی ان کے قویٰ اتنے مضمحل نہیں ہوئے تھے جتنے عام طور پر ضعیف آدمیوں کے ہو جاتے ہیں۔ وہ غصہ ور بھی تھے!

لیکن غصے میں ان کی عقل اپنی جگہ پر ہی برقرار رہتی تھی۔

دفعتاً ٹیکسی ڈرائیور نے مڑ کر کہا۔ "داغ دو....!"

ایک نقاب پوش نے سلاخ اٹھائی جو انگارہ ہو رہی تھی.... رحمان صاحب نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور وہ نقاب پوش سلاخ سمیت اچھل کر دور جا پڑا۔ گولی اس کے ہاتھ پر ہی پڑی تھی۔

بقیہ لوگ بے ساختہ اچھل پڑے۔ لیکن ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی کھڑکی کے دونوں پٹ کھل گئے اور دو ہاتھ نظر آئے جن میں ریوالور تھے۔

"تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ...." گونجیلی آواز میں کہا گیا اور یک بیک رحمان صاحب کا چہرہ کھل اٹھا۔ کیا اب وہ عمران کی آواز بھی نہ پہچان سکتے!

اُن لوگوں کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ پھر دروازہ کھلا اور انہوں نے ایک نقاب پوش کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا.... یہ خالی ہاتھ تھا اور اس نے آتے ہی ان پانچوں کی مرمت شروع کر دی....! کھڑکی میں دو ریوالور اب بھی نظر آ رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنا ہی چاہا تھا کہ اسے بھی چیخ کر ڈھیر ہو جانا پڑا۔ کھڑکی سے فائر ہوا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو!" رحمان صاحب نے گرج کر کہا۔ "اگر یہ آسانی سے قابو آ سکیں تو قانوناً تم ان پر فائر نہیں کر سکتے۔"

"قانون کی باتیں تم مت سنو! دوست!" کھڑکی سے کہا گیا۔ عمران نے خاور کو مخاطب کیا تھا۔

خاور نے ان کی تلاشیاں لے کر پانچ ریوالور برآمد کئے اور انہیں اپنے قبضے میں کر لیا۔ پھر پانچوں ریوالور اور رائفل اُس نے کھڑکی سے باہر پھینک دیئے۔

اب وہ پھر بقیہ تین پر پل پڑا تھا۔ گھونسے... لاتیں... تھپڑ... حسب توفیق ان پر پڑتے رہے۔

وہ تینوں خاموشی سے پٹتے رہے کیونکہ دو کا حشر وہ پہلے ہی دیکھ چکے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ دونوں ریوالور اب بھی کھڑکی میں موجود ہیں!

"اب ختم کرو! یہ طوفان بدتمیزی!" رحمان صاحب نے ڈپٹ کر کہا۔

"قانون اگر خاموش ہی رہے تو بہتر ہے....!" عمران نے کھڑکی سے کہا۔

"خاموش رہو بدتمیز!"

"مجھے ایسی باتوں پر غصہ نہیں آتا....!" عمران نے کہا۔ "کیونکہ مجھ تک چنگیز خان کا خون کافی ٹھنڈا ہو کر پہنچا ہے۔"

رحمان صاحب صرف دانت پیس کر رہ گئے!

عمران کہتا رہا۔ "میں نے ان دونوں کو جان سے نہیں مارا.... ایک کا ہاتھ زخمی ہوا ہے اور دوسرے کا پیر، یہ شاید بیہوش ہو گئے! لیکن اگر مر بھی گئے تو میرا کیا بگڑے گا۔"

"میں تمہیں عدالت میں کھینچوں گا۔" رحمان صاحب گرجے "میری موجودگی میں قانون شکنی ہوئی ہے!"

"آپ میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکیں گے....! میں جتنا معصوم ایک سال کی عمر میں تھا اتنا ہی آج بھی ہوں! لہٰذا براہِ کرم عدالت کی دھمکی نہ دیجئے....!"

"خاموش رہو....!"

"ہاں یہ ممکن ہے!" عمران نے کہا اور خاموش ہو گیا! اتنی دیر میں خاور نے اُن تینوں کو اُسی رسی سے باندھ دیا جو شائد رحمان صاحب کے لئے مہیا کی گئی تھی۔

اب انہوں نے ریوالور کو کھڑکی سے غائب ہوتے دیکھا اور تھوڑی ہی دیر بعد کمرے میں انہیں دوسرا نقاب پوش نظر آیا۔

"کیا آپ ٹیکسی ڈرائیو کر سکیں گے۔" عمران نے رحمان صاحب سے پوچھا۔

"کیوں....!"

"وہاں.... ٹیکسی کے قریب جھاڑیوں میں بھی ایک آدمی موجود ہے.... کل پانچ آدمی زندہ یا مردہ آپ کے ساتھ جا سکیں گے! چھٹواں مجھے پسند آ گیا ہے۔"

عمران ٹیکسی ڈرائیور کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم دونوں کو بھی میرے ساتھ ہی چلنا پڑے گا اور تم باقاعدہ طور پر اپنا بیان دو گے!"

"میں بیانات کا سرے سے قائل ہی نہیں ہوں خواہ وہ باقاعدہ ہوں، خواہ بے قاعدہ۔"

"تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں اس سلسلے میں آنا پڑے گا۔"

عمران کچھ نہ بولا.... دفعتاً رحمان صاحب خاور کی طرف مڑے۔

"تم اپنا چہرہ دکھاؤ۔"

"باس کی اجازت کے بغیر ناممکن ہے جناب!" خاور نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"آپ ایسی باتوں کی فرمائش نہ کیجئے جو میرے بس سے باہر ہوں!" عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

پھر عمران اور خاور الگ جا کر آہستہ آہستہ گفتگو کرنے لگے۔

رحمان صاحب انہیں گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد خاور بیہوش آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گیا وہ ان میں سے ایک کو اپنی کمر پر لاد رہا تھا۔

عمران نے دروازہ کھولا اور بیہوش آدمی کو کمر پر لادے ہوئے باہر نکل آیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم....!" رحمان صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا۔ لہجے میں اب پہلی سختی باقی نہیں تھی۔

"آپ کی واپسی کا انتظام!" عمران نے جواب دیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں دیر سے پہنچا! ورنہ آپ یہاں نہ آسکتے۔"

"مگر اب تم جو کچھ بھی کر رہے ہو! میں اسے پسند نہیں کرتا! میں تمہیں قانون کی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہتری اسی میں ہے کہ میرے ساتھ چلو اور باقاعدہ طور پر اپنا بیان پولیس کو دو!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔ آخر میرے بھی تو کچھ فرائض ہیں!"

"میں نہیں سمجھا!"

"دیکھئے.... آپ جانتے ہیں کہ میں اکثر سر سلطان کے لئے کام کرتا رہتا ہوں۔ اس سلسلے میں بھی انہیں کے لئے کام کر رہا ہوں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہیں!"

"میں سب کچھ جانتا ہوں، لیکن سر سلطان کو اس معاملے سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"سر سلطان ہی ٹھہرے!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "انہیں تو اس کی فکر بھی پڑی رہتی ہے کہ ان کے پڑوسی کے یہاں روزانہ مونگ کی دال کیوں پکائی جاتی ہے!"

"بکومت....! تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔" رحمان صاحب کو پھر غصہ آگیا۔ "ورنہ

ہو سکتا ہے کہ کل صبح تک تم ہتھکڑیوں میں میرے سامنے لائے جاؤ۔"

"بھگتوں گا جو کچھ بھی مقدر میں ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

خاور واپس آگیا تھا اور اب دوسرے بیہوش آدمی کو اپنی کمر پر لاد رہا تھا۔ اس کے باہر جاتے ہی رحمان صاحب پھر بولے۔ "اچھا تو پھر یہ سب میرے ساتھ جائیں گے اور تم سے میں بعد میں سمجھوں گا۔"

"میں آپ سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ میرا شکار ہے۔" عمران نے ڈرائیور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"لیکن اس کا نتیجہ سوچ لو!" رحمان صاحب نے کہا۔

"مٹی کے تیل کے لیمپ کی بتی میں گل آگیا تھا۔ عمران نے اُسے ٹھیک کیا اور ان تینوں آدمیوں کو الگ الگ باندھنے لگا جنہیں خاور ایک ہی رسی سے جکڑ گیا تھا۔

اُس نے ٹیکسی ڈرائیور کے پیر بندھے رہنے دیئے! لیکن بقیہ دو آدمیوں کے پیروں سے رسی نکال دی تھی تاکہ وہ اپنے پیروں سے چل کر ٹیکسی تک جا سکیں۔ البتہ اُن کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے تھے۔

"میں پھر کہتا ہوں کہ تم سے حماقت سرزد ہو رہی ہے۔" رحمان صاحب نے نرم لہجے میں اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"پیدائش سے اب تک مجھ سے کوئی عقلمندی نہیں سرزد ہوئی! آپ جانتے ہی ہیں!"

اس پر رحمان صاحب پھر اُبل پڑے اور تھوڑی دیر تک بحث جاری رہی۔ پھر خاور واپس آگیا۔

"آپ ان دونوں کو لے جایئے!" عمران نے رحمان صاحب سے کہا۔

"اور براہِ کرم میرے معاملات میں دخل اندازی نہ فرمایئے! ورنہ جس طرح آپ قانون کو پیش کر دیتے ہیں اُسی طرح مجبوراً مجھے بھی اپنے اختیارات کا مظاہرہ کرنا پڑے گا! کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ مجھے وزارتِ داخلہ سے اس قسم کے حقوق حاصل ہوئے ہیں....!"

"خاموش رہو.... سب بکواس ہے! وہ اجازت نامہ مستقل نہیں تھا جو تمہیں کبھی سر سلطان کی وساطت سے ملا تھا۔"

"میں خاموش ہوں....! لیکن مجھے اس بات کا قلق ہے کہ آپ نے ابھی تک شام کی چائے

نہ پی ہو گی۔"

"خاموش رہو سؤر میں اِسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔

"تو آپ....!" یک بیک عمران کا موڈ بھی خراب ہو گیا! اُس نے خاور سے کہا۔ "ڈائریکٹر جنرل صاحب کو ٹیکسی تک پہنچا کر واپس آجاؤ....!"

رحمان صاحب تھوڑی دیر تک اُسے گھورتے رہے پھر دروازے کی طرف مڑ گئے! سب سے آگے وہ خود تھے اُنکے پیچھے دونوں قیدی اور خاور اُن سب کے پیچھے ریوالور لئے ہوئے چل رہا تھا۔

اندھیرا پھیلتے ہی شمی کا اضطراب بڑھنے لگا۔ آج اُس نے تہیہ کیا تھا کہ سنہری لڑکی کو گھر ضرور لائے گی! پاپا آج بھی تجربہ گاہ ہی میں رات بسر کرنے والے تھے! اُن کا کھانا پہنچا کر شمی سوچنے لگی تھی کہ کس طرح اس بوڑھے نوکر کو بھی اس کے کوارٹر ہی میں بھیج دیا جائے جو رات کو بنگلے میں سوتا تھا!

وہ اُسے بھی بنگلے سے ٹال دینے میں کامیاب ہو گئی تھی! اور اب اُسے سنہری لڑکی کا انتظار تھا اس لئے وہ اندھیرا پھیلتے ہی کچن کی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی تھی....! اور اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا....! وہ خود کو روئے زمین کی پہلی لڑکی تصور کرتی تھی جس کا کسی دوسرے سیارے کی لڑکی سے ربط ضبط ہو گیا ہو! کتنی عجیب بات تھی کتنی عجیب.... وہ سوچتی اور سوچتی ہی رہ جاتی! سپارسیا یا زہرہ والے کتنے ترقی یافتہ تھے! انہوں نے ایسی مشین بھی ایجاد کر لی تھی جو خیالات کی ترجمانی اُسی زبان میں کر سکیں جس زبان سے وہ خیالات متعلق ہوں! اُس مشین نے اُسے سچ مچ حیرت میں ڈال دیا تھا۔

ویسے اُسے پچھلی رات سنہری لڑکی کی آواز بالکل سپاٹ اور ہر قسم کے جذبات سے عاری معلوم ہوئی تھی۔ مگر ہو سکتا ہے وہ اُس کی آواز ہی نہ رہی ہو!

ہاں ٹھیک تو ہے وہ تو محض خیالات کی ترجمانی تھی ہو سکتا ہے کہ وہ آواز بھی مشین ہی کی پیداوار رہی ہو!

وہ سوچتی رہی اور پھر اُسے یہ بھی یاد آگیا کہ لڑکی کی آواز نہ صرف سپاٹ بلکہ اس کی اصل آواز سے مختلف بھی تھی! انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی انگریز اردو بولنے کی کوشش کرے!

وہ نہ جانے کب تک کھڑکی میں کھڑی رہی پھر نرکل کی جھاڑیوں کے قریب روشنی دیکھ کر چونک پڑی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ خود نہیں دوڑ رہی تھی بلکہ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی قوت اسے اڑائے جا رہی ہو۔

نرکلوں کی جھاڑیوں کے قریب سنہری لڑکی موجود تھی اور شمی کو وہ اتنی عجیب لگی کہ اُس نے بوکھلا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سر سے پیر تک سفید تھی! جسم کی رنگت ہی سفید تھی....! مگر وہ کسی لباس میں نہیں تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ اسے برہنگی بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔! ویسے وہ پہلی نظر میں برہنہ ہی معلوم ہوتی تھی! اس نے آگے بڑھ کر شمی کو بھینچ لیا اور اسے پیار کرنے لگی۔

"تت.... تمہیں.... شرم نہیں آتی....!" شمی ہکلائی۔ مگر لڑکی شاید سمجھی ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے! پھر وہ اُسے نرکل کی جھاڑیوں کی طرف کھینچنے لگی۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ پچھلی ہی رات کی طرح نفے گراز میں بیٹھی ہوئی تھیں!

شمی اُس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ خواہ وہ کسی قسم کا لباس ہی رہا ہو۔ لیکن شمی کے لئے آنکھیں اٹھانا دوبھر ہو رہا تھا....!

سنہری لڑکی نے اُس کے سر پر چڑنے کا خود رکھ دیا اور شمی کے کانوں میں پھر وہی پچھلی رات کا سناٹا گونجنے لگا....! دفعتاً اُس سے کہا گیا۔

"کیا آج تم مجھ سے کچھ خفا ہو۔"

"نہیں تو.... مگر تم....!"

"ہاں بولو خاموش کیوں ہو گئیں!"

"مجھے تمہاری طرف دیکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ تم سر سے پاؤں تک ننگی معلوم ہوتی ہو۔"

"اوہو....!" سنہری لڑکی ہنس پڑی پھر بولی۔ "ارے میں کپڑوں میں ہوں!"

"اتنے چست کپڑے کہ برہنہ معلوم ہوتی ہو....! ہم لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ تم سپارسیا کے باشندوں سے ایک ہزار سال پیچھے ہو! ارے یہ تو سپارسیا کی لڑکیوں کا جدید ترین لباس ہے۔ مگر صرف اعلیٰ طبقے کی لڑکیاں اِس فیشن کو اپنا سکی ہیں

کیونکہ اس کی قیمت زیادہ ہے! تم اِس کپڑے کو چھو کر دیکھو یہ تمہیں میری کھال ہی کی طرح نرم اور گرم معلوم ہوگا۔"

"نہیں.... تم نہ پہنا کرو ایسا لباس جو جسم سے چپک کر رہ جائے.... میں تم سے بے حد محبت کرتی ہوں۔ اس لئے کہہ رہی ہوں ورنہ مجھے کیا۔"

"اچھا اب میں تمہارے سامنے نہیں آؤں گی اس لباس میں! ٹھہرو۔ میں ابھی اپنا لبادہ پہنے لیتی ہوں۔"

اُس نے فے گراز کی ایک چھوٹی سی الماری سے اپنا نیلے رنگ کا لباس نکال کر پہن لیا۔ پھر بولی۔

"اب تو دیکھو.... میری طرف....!"

"اب دیکھوں گی...!" شمی مسکرائی۔ "ہاں ٹھیک ہے! تم مجھے اس لبادے میں بہت اچھی لگتی ہو۔"

"یہ تو اب سے پانچ ہزار سال پہلے کا لباس ہے! چونکہ مجھے قدامت میں تھوڑی سی رومانیت نظر آتی ہے اس لئے میں کبھی کبھی تفریحاً قدیم لباس استعمال کرتی ہوں! اگر سپارسیا میں کوئی مجھے اس لبادے میں دیکھ لے تو شائد پاگل سمجھے یا بھوت سمجھ کر چیخنا شروع کر دے.... وہ یہی سمجھے کہ میں کسی پانچ ہزار سال پہلے مقبرے سے نکل آئی ہوں۔"

شمی ہنسنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کس موضوع پر گفتگو کرے۔ وہ تو یہ بھی بھول گئی تھی کہ اُس نے آج اُسے بنگلے میں لے جانے کا تہیہ کیا تھا۔

دفعتاً اس نے چمڑے کے خود کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تمہاری یہ مشین بڑی حیرت انگیز ہے! آج میں دن بھر اسی کے متعلق سوچتی رہی تھی!"

"اوہ.... یہ کیپل ٹیگاز.... یہ تو ہماری دو سو سال پرانی ایجاد ہے۔ اور اس کا موڈل تو بہت پرانا ہے! اب تو ہم نے ایسے کیپل ٹیگاز بنائے ہیں جن میں تاروں یا برقی خزانوں کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی... آج میں ویسا ہی ایک سیٹ لائی ہوں... یہ تو کل جلدی میں اٹھا لائی تھی اور یہ یہیں فے گراز ہی میں پڑا رہ گیا تھا! اچھا اب اس ٹوپی کو اتار دو! میں تمہیں جدید ترین کیپل ٹیگاز کا تجربہ کراؤں گی۔"

شمی نے خود اتار دیا! سنہری لڑکی پہلے ہی اتار چکی تھی۔ اب اس نے الماری سے ایک چھوٹا سا بیگ نکالا! یہ بیگ بھی سونے ہی کا معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے اُسے کھول کر اُس میں سے دو مثلث نما تختیاں سی نکالیں یہ بھی کسی چمکدار دھات ہی کی تھیں.... ان مثلثوں کے دوسروں پر پتلے پتلے تار

تھے اور تاروں کے اختتام پر چھوٹے چھوٹے ہیڈ فون لگے ہوئے تھے! اُس نے ایک مثلث اٹھا کر شمی کی ناک کی جڑ سے اس طرح لگایا کہ اس کے ہونٹ چھپ گئے اور مثلث کا تیسرا گوشہ جس پر تار نہیں تھا ٹھوڑی پر لٹکتا رہا! ہیڈ فون میں بگ لگے ہوئے تھے، جو کانوں میں پھنسا دیئے گئے! اس طرح شمی کے دونوں کان اور دہانہ بند ہو گئے! لیکن وہ بہ آسانی اپنے ہونٹوں کو جنبش دے سکتی تھی۔

سنہری لڑکی نے اِسی طرح ہیڈ فون اپنے کانوں سے لگائے اور اس کا دہانہ بھی چمکدار مثلث کے پیچھے چھپ گیا۔

"کیا تم میری آواز سن رہی ہو۔" دفعتاً سنہری لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں سن رہی ہوں!" شمی کے لہجے میں حیرت تھی! کیونکہ دونوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق باقی نہیں رہا تھا! یعنی یہ دونوں مثلث کسی تار کے ذریعہ ایک دوسرے سے نہیں ملائے گئے تھے! پہلے جو آلہ سنہری لڑکی نے استعمال کیا تھا اُس کے ساتھ ایک مختصر سا برقی خزانہ بھی تھا! اور چمڑے کے خود ایک تار کے ذریعہ ایک دوسرے سے ملا دیئے گئے تھے مگر ان مثلثوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔

"یہ اُس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے!" شمی نے کہا۔

"یقیناً تمہارے لئے حیرت انگیز ہوگا مگر ہم لوگ جو آئے دن ڈولیڈو کا سفر کرتے رہتے ہیں، اسے اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے ضرورتاً رومال یا کنگھی استعمال کرتے ہیں!"

"کیوں ڈولیڈو سے اس کا کیا تعلق....!"

"آج سے دو سو سال پہلے ڈولیڈو تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا! لیکن اس کی بھی ضرورت تھی کہ ہم ڈولیڈو کے باشندوں کے خیالات سے آگاہ ہو سکیں اور جو کچھ خود سوچیں اسے ان کے ذہن نشین کرا سکیں۔ لہٰذا ایک طرف تو ایسے فے پوف بنانے کی کوشش کی جاتی رہی، جو ڈولیڈو تک پہنچا سکیں اور دوسری طرف خیالات کی ترجمانی کرنے والے کیپل ٹیگاز کی ایجاد پر زور دیا جاتا رہا.... معمولی فے پوف جو صرف سپارسیا ہی کی فضا میں پرواز کر سکتے تھے آج سے پانچ سو سال پہلے ہی ایجاد ہو گئے تھے اس لئے ان میں مزید ترمیمات کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی! ایسے فے پوف بن گئے جن کی پرواز سپارسیا کی فضا سے آگے ہو....! اور کیپل ٹیگاز بھی تیار ہو گئے! اب فے پوف فے گراز کہلانے لگا ہے....! لیکن کیپل ٹیگاز کا نام نہیں تبدیل ہوا۔"

"تو.... ڈولیڈو.... کے باشندوں سے تم لوگوں نے رابطہ قائم کرلیا ہے!" شمی نے پوچھا۔

"ہاں قطعی.... اب تو ہم ان کی کئی زبانیں بھی بول سکتے ہیں۔ سو سال پہلے ہمیں زیادہ تر کپل ٹیگاز استعمال کرنے پڑتے تھے! لیکن اب تو ڈولیڈو پر سپارسیا کے باشندوں کی حکومت ہے! یہ اور بات ہے کہ اس کے بعض حصوں میں ہم اب بھی کپل ٹیگاز استعمال کرتے ہوں۔"

"کیوں....!"

"ان حصوں کے باشندوں کی زبانیں ہم آج تک نہیں سیکھ سکے! وہ زبانیں عجیب ہیں! میرا خیال ہے کہ ان کا کوئی خاص اصول نہیں ہے، بلکہ وہ آوازوں کے اشارے ہیں جن کے ذریعے وہ لوگ ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ مثلاً اگر انہیں یہ بتانا ہوگا کہ کتا گوشت کھا گیا تو وہ کتے کی طرح بھونک کر اور گوشت کھا کر بتائیں گے.... اسی طرح بہتیرے ایسے اشارے ہیں، جو ہمارے لئے بالکل نئے ہوتے ہیں، لہٰذا ہم اُن کا مطلب سمجھنے کے لئے کپل ٹیگاز استعمال کرتے ہیں!"

"کیا ڈولیڈو والے بھی تمہاری ہی طرح ترقی یافتہ ہیں!"

"بس اسی حد تک ترقی یافتہ ہیں کہ ننگے نہیں رہتے! انہیں کپڑا بننا آتا ہے لیکن سینا نہیں جانتے! بغیر سلے ہوئے کپڑوں سے تن پوشی کرتے ہیں!"

"تب تو یقیناً اُن پر تمہاری حکومت ہوگی۔"

"حکومت تو تم لوگوں پر بھی ہو سکتی ہے! مگر میں محض تمہاری وجہ سے اسے پسند نہیں کروں گی۔"

"اوہو.... ٹھیک یاد آگیا!" شمی یک بیک چونک کر بولی۔

"آج میں تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گی۔"

"نہیں.... پیاری لڑکی! مجھے اس پر مجبور نہ کرو!"

"کیوں....؟"

"اگر کسی دوسرے کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو میں زندہ واپس نہ جاسکوں گی۔"

"تم ڈرتی کیوں ہو.... میرے بنگلے میں اس وقت میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ پاپا اپنی تجربہ گاہ میں ہیں اور میں نے نوکروں کو اُن کے کوارٹروں میں بھیج دیا ہے۔"

"اس کے لئے ضد نہ کرو....! میں نہیں چاہتی کہ تم بھی کسی مصیبت میں پڑ جاؤ۔"

"نہیں میں تو تمہیں ہر حال میں لے چلوں گی....!"

"ضد نہ کرو پیاری لڑکی.... پتہ نہیں کیسے حالات ہوں۔"

"مجھ پر اعتماد کرو! کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہ کرسکے گا۔"

"اچھا....!" سنہری لڑکی نے ایک طویل سانس لی.... "مگر آج نہیں! مجھے جلد ہی واپس جانا پڑے گا۔ کل پر رکھو.... کل میں فوراً ہی تمہارے ساتھ چلوں گی.... مجھے بھی بے حد شوق ہے کہ میں ریامی کے باشندوں کے رہن سہن کے متعلق معلومات حاصل کروں....!"

"اچھا پیاری لڑکی.... اب مجھے اجازت دو۔"

شمی کو بڑی مایوسی ہوئی اور پھر اسے خود پر غصہ آنے لگا کہ اُس نے پہلے ہی یہ تجویز اس کے سامنے کیوں نہیں پیش کی تھی۔

تقریباً تین منٹ تک اور وہ فے گراز میں رہی پھر باہر نکل آئی!

تھوڑی دیر بعد ہی فے گراز فضا میں بلند ہو گیا۔

"کیوں دوست!" عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ "اس کھیل کا کیا مقصد تھا۔"

"تم کون ہو!" ٹیکسی ڈرائیور نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"میں کیوں بتاؤں کہ میں.... لاحول شائد میں بتانے ہی جارہا تھا یار اتنی عقل تو تم میں ہونی ہی چاہئے کہ اگر یہی بتانا ہوتا تو میں اپنے چہرے پر نقاب کیوں لگاتا۔"

"نہ بتاؤ....!" ٹیکسی ڈرائیور نے پھر لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم اڑنے کی کوشش ضرور کرو گے.... اور مجھے تم پر وہی حربہ استعمال کرنا پڑے گا جو تم مسٹر رحمان کے لئے رکھتے تھے.... یہاں کہیں نہ کہیں اور بھی کوئلے ہوں گے۔ جن سے انگیٹھی کا پیٹ بھرا جاسکے گا.... اور یہ سلاخ.... کیا سمجھے!"

ٹیکسی ڈرائیور کچھ نہ بولا۔ وہ انگیٹھی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ عمران کو اب اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آئے۔

"بولو.... میرا خیال ہے کہ تم دیر کررہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"اُسی سرخ پیکٹ کے متعلق جو تم رحمان صاحب سے وصول کرنے کی فکر میں ہو!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ ایک پرانا جھگڑا تھا۔ رحمان صاحب نے ایک آدمی کے کچھ کاغذات دبا رکھے ہیں! میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ حرکت کس کے اشارے پر کی ہے۔"

"وہ آدمی کون ہے.... اور کاغذات کیسے ہیں!" عمران نے پوچھا۔

"یہ میں کیا جانوں کہ کاغذات کیسے ہیں۔ میں تو ایک آدمی کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"کس آدمی کے لئے۔"

"جس کے کاغذات رحمان صاحب نے دبا رکھے ہیں۔"

"اُس آدمی کا پتہ بتاؤ۔"

"پتہ.... پتہ تو مجھے معلوم نہیں ہے! البتہ وہ اکثر اِدھر اُدھر ملتا رہتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ خود بھی ایک دولت مند آدمی ہے! ہمیشہ عمدہ قسم کی کاروں میں نظر آتا ہے! شائد ان کے پاس کئی کاریں ہیں۔ اس نے مجھے ایک معقول معاوضے کی پیش کش کی ہے! اسی لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ رحمان صاحب وہ کاغذات میرے حوالے کر دیں! میں تو صرف دھمکا رہا تھا۔ ایسی حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوتی۔!" وہ دہکتی ہوئی انگیٹھی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"مجھے تمہارے اس بیان پر یقین نہیں آتا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"تو پھر مجھے مار ڈالو.... اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔"

"رحمان صاحب کی نقل نہ کرو۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم اس سے خسارے ہی میں رہو گے۔"

"میں کسی کی نقل نہیں کر رہا.... حقیقت عرض کر رہا ہوں.... کیونکہ میرے فرشتے بھی یہ نہ بتا سکیں گے اس سرخ پیکٹ میں کیا ہے.... اور مجھے یہ کام کن لوگوں نے سونپا تھا۔"

"اوہ.... تم انہیں نہیں پہچانتے۔"

"جی نہیں! وہ نقابوں میں تھے اور انہوں نے مجھے اس کام کے سلسلے میں پانچ ہزار دیئے تھے اور کام ہو جانے پر مزید پانچ ہزار کا وعدہ تھا۔"

"اور تم نے اِسے منظور کر لیا تھا....!"

"آپ خود سوچئے کہ دس ہزار تھوڑے نہیں ہوتے جب کہ اس سے بھی معمولی رقومات کے لئے لوگ اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں۔"

"تم بھی اپنی جان پر کھیل گئے....!" عمران ہنس پڑا.... لیکن پھر یک بیک خونخوار بھیڑیئے کی طرح غرایا۔ "اگر میں تمہارے چہرے پر لکویڈ ایمونیا کے چھینٹے دوں تو کیسی رہے گی۔!"

"مم.... میں.... مطلب نہیں سمجھا....!" ٹیکسی ڈرائیور ہکلایا۔

"مطلب اسی وقت سمجھ میں آئے گا جب میں یہ کر گزروں گا فلیکر....!

ٹیکسی ڈرائیور کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی جو خوف ہی کا نتیجہ کہی جا سکتی تھی۔

"ہونہہ.... تم جیسے کیڑے اگر مجھے دھوکا دے سکیں تو میں اسے اپنی انتہائی بدنصیبی سمجھوں گا مسٹر جیمس فلیکر.... تم میک اپ ضرور اچھا کر لیتے ہو۔ لیکن اپنی آنکھیں نہیں چھپا سکتے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثر تم غیر ملکی جاسوسوں کا آلہ کار بنتے رہتے ہو....! پولیس اس سلسلے میں تم پر نظر بھی رکھتی ہے۔ لیکن ابھی تک تمہارا معاملہ شبہات کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا.... کیا اب یہ بھی بتا دوں کہ تم تیرھویں شاہراہ پر ایک چھوٹا سا کیفے چلا رہے ہو۔"

"مم.... میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ "میں خود ہی آپ کو اپنے متعلق سب کچھ بتا دیتا۔ مگر آپ نے اس کی مہلت ہی کب دی تھی اور یقین کیجئے کہ میں ان لوگوں سے قطعی واقف نہیں ہوں جنہوں نے یہ کام میرے سپرد کیا تھا۔"

"ختم کرو! نہ تم مجھے یقین دلا سکتے ہو اور نہ میں تمہیں آزاد کر سکتا ہوں لہٰذا زبان تھکانے سے کیا فائدہ۔"

"میں وہ پانچ ہزار آپ کی خدمت میں پیش کر کے کہیں اور چلا جاؤں گا۔"

"نہیں تم وہ پانچ ہزار میری خدمت میں پیش کئے بغیر ہی کہیں اور چلے جاؤ گے۔"

باہر سے قدموں کی آوازیں آئیں اور خاور اندر داخل ہوا.... وہ ہنس رہا تھا۔

"کیوں کیا ہوا....!"

"رحمان صاحب بہت غصے میں تھے....!" خاور نے کہا۔

"کوئی نئی بات نہیں ہے!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"ان کے پاس ریوالور نہیں تھا۔" خاور بولا۔ "میں نے انہیں اپنا ریوالور دیا جسے انہوں نے

بڑی احتیاط سے ہاتھ میں رومال لپیٹ کر پکڑا تھا! مگر میں نے فوراً ہی انہیں یاد دلایا کہ میرے ہاتھوں میں بھی دستانے موجود ہیں۔ انہیں ریوالور پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں مل سکیں گے! اس پر وہ اور زیادہ خفا ہوئے تھے۔"

"ختم کرو۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو۔"

"نہیں!"

"مسٹر جیمس فلیکر سے ملو! تیرھویں شاہراہ کا مشہور جیمس جوائنٹ آپ ہی کی ملکیت ہے۔"

"نہیں!" خاور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں یہ وہی جیمس فلیکر ہے جس کے متعلق تم لوگوں کا گرو گھنٹال اکثر الجھنوں کا شکار رہا ہے۔"

"پھر اب اس کے لئے کیا کیا جائے....!" خاور نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ فی الحال اپنی زبان بند رکھے گا.... لہٰذا تم اسے بند رکھو.... غالباً میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے.... ہیڈ کوارٹر کا ساؤنڈ پروف کمرہ اس کام کے لئے مناسب رہے گا.... لیکن اس سے پہلے وہاں کا سامان ہٹانا پڑے گا اور تم اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُسے وہاں لے جاؤ گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے.... مگر....!"

"ہاں.... میں جانتا ہوں کہ تم لوگ گرو گھنٹال کی اجازت کے بغیر اُس عمارت میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے! لیکن فی الحال تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہئے۔ تمہارا گرو گھنٹال اگر اس سلسلے میں تم سے جواب طلب کرے تو تم نہایت آسانی سے میرا حوالہ دے سکتے ہو! میں یہ اقدام اپنی ذمہ داری پر کر رہا ہوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور بالکل خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہو! وہ اُس وقت بھی نہیں بولا جب خاور نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔

اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھے گئے تھے۔ لیکن پیر کی رسی کھول دی گئی تھی تاکہ اسے کار تک لے جانے میں دشواری نہ ہو۔

"چلئے....!" خاور نے عمران سے کہا۔

"میں کچھ دیر یہاں ٹھہروں گا۔ تم اسے لے جاؤ! مگر دیکھو تمہیں اُس وقت تک وہاں ٹھہرنا

پڑے گا جب تک کہ مجھے تمہارے گرو گھنٹال کی طرف سے اسکے متعلق احکامات نہ موصول ہوں!"

خاور ٹیکسی ڈرائیور کو دھکے دیتا ہوا کمرے سے نکال لے گیا.... عمران نے اسے دانش منزل لے جانے کا مشورہ دیا تھا.... دانش منزل سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت رکھتی تھی اور یہ بھی حقیقت تھی کہ سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر ایکس ٹو کی اجازت کے بغیر اس کی کمپاؤنڈ میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

عمران تھوڑی دیر تک اُس لکڑی کے مکان کی تلاشی لیتا رہا! پھر باہر نکل آیا! اس تلاشی کے دوران میں وہاں سے کوئی ایسی چیز نہیں برآمد ہوئی تھی جو اس کیس میں عمران کی رہنمائی کر سکتی۔

پندرہ منٹ بعد وہ اپنی کار کے قریب کھڑا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا....! اب اُسے اس کی فکر تھی کہ کسی طرح جلد از جلد شہر پہنچ سکے۔ وہ چاہتا تھا کہ رحمان صاحب اپنی دھمکی کو بروئے کار لانے میں کامیاب نہ ہو سکیں! اگر انہیں اس کا موقع مل جاتا تو عمران کے سامنے چند نئی دشواریاں آکھڑی ہوتیں اور وہ سکون کے ساتھ کام نہ کر سکتا! ویسے وہ اپنی حیثیت تو کسی پر بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا! لیکن اگر رحمان صاحب اس کی راہ میں روڑے اٹکانا شروع کر دیتے تو یہ بھی ممکن تھا کہ ایکس ٹو کا راز طشت از بام ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں جیمس فلیکر کی دریافت بالکل اتفاقیہ تھی اور اس کیس میں جیمس فلیکر کی موجودگی یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ ہر حال میں سیکرٹ سروس ہی کا کیس ہو گا۔

"اس یوریشین جیمس فلیکر کی کہانی کافی طویل تھی۔! مگر کہانی کیوں؟.... ایک کہانی کا کیا ذکر.... وہاں تو درجنوں تھیں! لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ یہیں کا شہری تھا! عمران کی معلومات کے مطابق دوسری جنگ عظیم میں وہ اتحادیوں کے شانہ بشانہ جاپان سے لڑا تھا اور کیپٹن کے عہدے تک پہنچتے پہنچتے جنگ ہی ختم ہو گئی تھی، ورنہ شائد وہ اس سے بھی آگے جاتا! جنگ ختم ہونے پر اس کا یونٹ بھی ٹوٹ گیا اور اس نے تیرھویں شاہراہ پر جیمس جوائنٹ کے نام سے ایک چھوٹا سا کیفے کھول لیا! پھر کچھ ہی دنوں بعد پولیس اُس کے چکر میں پڑ گئی! پولیس کو شبہ تھا کہ وہ کسی غیر ملک کے جاسوسوں کے لئے کام کرنے لگا ہے.... لیکن اِسے ثابت کرنا بڑا مشکل تھا کیونکہ فلیکر انتہائی چالاک اور بارسوخ آدمی تھا۔

عمران اس کے متعلق سوچتا رہا اور کار بڑی تیز رفتاری سے سنسان سڑک پر دوڑتی رہی۔

دس بج چکے تھے! مطلع ابر آلود نہیں تھا اس لئے شبنم کی وجہ سے خنکی بڑھ گئی تھی۔

شہر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے ایک ٹیلی فون بوتھ سے سر سلطان کو فون کیا! وہ گھر ہی پر تھے اور ابھی جاگ رہے تھے۔

"کیا بات ہے.... عمران....!" انہوں نے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ تم مسٹر رحمان کے معاملے میں الجھے ہوئے ہو۔"

"قدرتی بات ہے جناب!" عمران نے جواب دیا۔ "لیکن اب وہ شاید میرے محکمے کا کیس بن جائے! آپ جیمس فلیکر سے تو واقف ہی ہوں گے!"

"کیوں نہیں! وہ تو ہمارے لئے ایک مستقل دردِ سر بن گیا ہے۔"

"بس اس معاملے میں اسی کا ہاتھ ثابت ہوا ہے۔"

"کیا تم نے لفظ ثابت اس کے صحیح مفہوم کے ساتھ ادا کیا ہے!"

"جی ہاں.... قطعی! وہ اس وقت میری قید میں ہے۔"

"نہیں....!" سر سلطان کے لہجے میں حیرت تھی۔

اس پر عمران نے پوری کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ "اب اس معاملے کو آپ ہی سنبھالئے ورنہ ڈیڈی میرا بیڑا پار کر دیں گے۔"

"نہیں....!" سر سلطان نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "وہ ایسا نہیں کر سکیں گے تم مطمئن رہو! میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔ مگر عمران یہ ضروری نہیں ہے کہ میں اس سرخ پیکٹ کے متعلق بھی کچھ معلوم کر سکوں۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے! میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ڈیڈی میرے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کرنے پائیں۔"

"اس کا میں خیال رکھوں گا!" سر سلطان نے جواب دیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ کیپٹن فیاض وغیرہ پر تو اپنی دھاندلی بھی چل جاتی ہے! لیکن ڈیڈی کا معاملہ دوسرا ہے۔"

"خیر.... تم اس کی فکر نہ کرو.... اور کچھ؟"

"نہیں شکریہ! بس اتنا ہی!"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ فلیکر کو مہلت نہیں دی۔"

"کیسے دے سکتا تھا....!" عمران بولا۔

"اچھا شب بخیر....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران بوتھ سے باہر آیا وہ سوچ رہا تھا کہ اسے رات کا کھانا جیمس جوائنٹ ہی میں کھانا چاہئے.... اس کی کار تیرھویں شاہراہ پر مڑ گئی۔

جیمس جوائنٹ ایک چھوٹی سی مگر صاف ستھری جگہ تھی.... اور یہاں سب کچھ مل جاتا تھا.... یہاں کسی وقت بھی کوئی میز خالی نہیں نظر آتی تھی! اکثر تو ایسا بھی ہوتا کہ بہتیرے گاہک کاؤنٹر ہی پر کھڑے کھڑے ناشتہ تک کر لیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ یہاں تین خوبصورت متناسب الاعضاء یوریشین لڑکیاں سرو کرتی تھیں۔

عمران کو بھی کوئی میز خالی نہیں ملی اس لئے وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا.... ایک سرو کرنے والی لڑکی نے اُسے خوش آمدید کہی تھی.... اور اس طرح متفکر ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی جیسے اس معزز مہمان کے لئے کوئی خالی میز نہ ہونے پر اسے افسوس ہوا ہو۔

کاؤنٹر پر پہنچ کر عمران نے انڈوں کے سینڈوچ منگوائے اور انہیں کافی کے گھونٹوں کے ساتھ حلق سے اتارنے لگا۔

ایک لڑکی قریب ہی کھڑی اس سے کہہ رہی تھی۔ "بے حد افسوس ہے جناب کہ آپ کے لئے کوئی میز خالی نہیں ہے.... اب ہم عنقریب کسی بڑی جگہ پر منتقل ہو جائیں گے! کچھ دن اور تکلیف اٹھا لیجئے!"

"اُوم.... اُوم...." عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔ "کوئی بات نہیں.... ہر حال میں قدم.... اسی طرف اٹھتے ہیں....!"

"کاؤنٹر کے پیچھے تین آدمی مختلف کاموں میں مشغول نظر آ رہے تھے ان میں سے ایک یوریشین بھی تھا.... کھانے کی رفتار سست تھی۔ شائد عمران یہاں کچھ وقت صرف کرنا چاہتا تھا! لڑکیاں ہمہ تن اخلاق بنی ہوئیں ایک میز سے دوسری کی طرف جا رہی تھیں۔ کبھی کبھی ان کے سریلے قہقہے چھوٹے سے ہال میں گونجتے.... دفعتاً کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور یوریشین نے ریسیور اٹھا لیا.... دوسرے ہی لمحہ وہ ماؤتھ پیس میں کہہ رہا تھا۔ "نہیں ابھی تک

باس واپس نہیں آئے..... جی ہاں..... وہ دو بجے سے یہاں نہیں ہیں! بہت بہتر..... ہاں کیا! ایک سیکنڈ ٹھہریئے..... میں نوٹ کرلوں۔"

اُس نے ریسیور کو بائیں ہاتھ سے پکڑا اور داہنے ہاتھ میں پنسل لے کر ایک کتاب کے کور پر پانچ کا ہندسہ لکھا۔

"جی ہاں..... پانچ.....!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اوہ..... چھ تین آٹھ سات..... شکریہ۔ جیسے ہی وہ آئیں گے میں انہیں رنگ کرنے کو کہوں گا۔"

اُس نے ریسیور کریڈل میں رکھ دیا اور کتاب وہیں پڑی رہنے دی۔ اب وہ پھر میز پر رکھے ہوئے رجسٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ عمران نے کتاب کے کور پر لکھے ہوئے نمبر اچھی طرح ذہن نشین کر لئے۔

وہ ان لوگوں کا بنظر غائر جائزہ لے رہا تھا جو کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے کام کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی..... اُسی یوریشین نے پھر کال ریسیو کی!

"جی ہاں!" وہ کہہ رہا تھا۔ "باس موجود نہیں ہیں! جی..... ؟ جی ہاں تقریباً دو بجے سے وہ یہاں نہیں آئے۔ پانچ چھ تین آٹھ سات..... اور ریسیور کریڈل میں پٹختا ہوا بڑبڑایا۔ "کیا یہ سور مجھے چڑا رہا ہے۔" نمبر وہی تھے جو وہ اس سے پہلے نوٹ کر چکا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی..... سینڈوچ کھا چکنے کے بعد اس نے دو اسٹیک اور کچھ پائیاں طلب کیں! وہ اس وقت اپنا معدہ خراب کرنے پر تل گیا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یا تو حقیقتاً اس کاؤنٹر کلرک کو کوئی چڑا رہا تھا یا پھر دو مختلف آدمیوں نے ایک ہی نمبر بتائے تھے! گویا ان دونوں کا تعلق اسی نمبر کے فون سے تھا! یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت دونوں آدمیوں نے مختلف مقامات سے جیمس فلیکر کے لئے فون کیا ہو اور نمبر وہ بتائے ہوں جو دونوں کے لئے مشترک رہے ہوں۔

عمران خیالات میں کھویا ہوا پائیاں نگلتا رہا۔ یہ حقیقت تھی کہ اب اُس کا معدہ جواب دیتا جا رہا تھا مگر کاؤنٹر پر کھڑے رہنے کا بھی تو کچھ جواز ہونا چاہئے تھا۔

فون کی گھنٹی بجی اور یوریشین نے ریسیور اٹھالیا۔

"جی نہیں۔" وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔ "باس موجود نہیں ہیں! وہ تقریباً دو بجے یہاں سے گئے

تھے۔ اس کے بعد سے نہیں آئے..... جی.....!"

اُس کی آنکھوں میں غصہ جھانکنے لگا اور اس نے غرا کر کہا۔ "کیا آپ مجھے چڑا رہے ہیں..... جی ہاں شاید آپ کا مشغلہ یہی ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کو پریشان کیا کریں! میں دو بار پہلے بھی یہی نمبر نوٹ کر چکا ہوں۔ جی ہاں.....!" اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر کسی نامعلوم آدمی کو گالیاں دیں اور پھر رجسٹر پر جھک پڑا۔

عمران آہستہ آہستہ اپنا سر کھجا رہا تھا..... پائیاں اور اسٹیک ختم کر کے اس نے بل ادا کیا اور ویٹرس کو میٹھی نظروں سے دیکھ کر مسکراتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ویٹرس نے بھی اس مسکراہٹ کا جواب کافی گرم جوشی کے ساتھ دیا تھا۔

جولیانا فنٹر واٹر نے ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولی۔ "جولیانا سر۔"

"اچھا..... ہاں..... کیا رہا.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ فون نمبر ایک جرمن کے ہیں..... مسٹر ہف ڈریک..... یہ ڈریک ڈاؤننگ کمپنی کا منیجنگ پارٹنر ہے! ذی عزت اور بارسوخ غیر ملکیوں میں اس کا شمار ہے..... اس کا دوسرا پارٹنر سپلر ڈاؤننگ یہیں کا باشندہ ایک دیسی عیسائی ہے! دونوں نے ایک لمیٹڈ فرم قائم کر رکھی ہے۔"

"ہوں..... اور یہ ہف ڈریک یہاں کا شہری نہیں ہے!"

"نہیں جناب..... یہ جنرل منیجر کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔"

"اچھا..... اس پر تمہیں نظر رکھنی ہے..... معلوم کرو کہ اس کے ساتھ کتنے آدمی رہتے ہیں! مگر تم نے ابھی تک اس کا پتہ نہیں بتایا.....!"

"اٹھارہ کوئینس روڈ..... یہ ایک بڑی شاندار عمارت ہے۔"

"بس اب یہ معلوم کرو کہ اس عمارت میں کتنے آدمی رہتے ہیں..... اور ان کی حیثیت کیا ہے۔"

"یعنی مجھے ملازمین کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔"

"قطعی.....!"

"اگر یہ بہت ہی اہم معاملہ ہو تو میں مسٹر ہف ڈریک سے قریب ہونے کی کوشش کروں۔"

"وہ کس طرح جولیانا۔"

"آج ہی میں نے ڈریک ڈاؤننگ کمپنی میں ایک اسٹینو کی آسامی کا اشتہار دیکھا تھا۔"

"گڈ....! مجھے بے حد خوشی ہو گی اگر تم یہ جگہ حاصل کر سکو۔"

"کل ہی جناب! میں انتہائی کوشش کروں گی۔"

"مگر.... اُس عمارت کے دوسرے مکینوں کی تعداد مجھے اسی وقت معلوم ہونی چاہئے۔"

"بہت بہتر جناب....!" جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے صفدر کے فون نمبر ڈائیل کئے.... اور اس تک ایکس ٹو کی ملی ہوئی ہدایات پہنچانے کے بعد بولی۔ "تم دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے مطلع کر دو....!"

"کوشش کروں گا.... یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ ساری معلومات دو گھنٹے کے اندر اندر ہی حاصل ہو جائیں۔ اس وقت بارہ بج رہے ہیں۔ معلومات کے لئے آدمی درکار ہوتے ہیں اور ہمارے علاوہ شائد ہی کوئی آدمی اس وقت جاگ رہا ہو۔!"

"ایکس ٹو اُجالا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرنا چاہتا ہے...اِس لئے مجبوری ہے!" جولیا نے کہا۔

اُس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک ہلکی سی کراہ کیساتھ بستر پر گر گئی۔

ایکس ٹو.... وہ آج بھی اسی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ سوچتی ہی رہتی تھی۔ ایکس ٹو کے متعلق سوچنا اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی! مگر ایکس ٹو کے ساتھ ہی ساتھ اُس کے ذہن میں عمران کا تصور بھی ابھرتا تھا! حالانکہ ویسے اب اُسے یقین آگیا تھا کہ عمران ایکس ٹو نہیں ہو سکتا اور اس یقین دہانی کے سلسلے میں خود عمران ہی کو کافی پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔

یک بیک جولیا اٹھ بیٹھی کیونکہ فون کی گھنٹی پھر گنگنائی تھی۔

"ہیلو...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں تنویر ہوں۔"

"کیا تم نے رنگ کرنے سے پہلے گھڑی دیکھی تھی۔" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر غصیلی آواز میں کہا۔

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں.... نیند نہیں آ رہی....!" تنویر کی آواز دردناک تھی۔

جولیا دانت پیسنے لگی۔ لیکن پھر فوراً ہی ہنس کر بولی۔ "اوہو! میں خود ہی تمہیں فون کرنیوالی تھی۔"

"کیوں؟" تنویر نے لہک کر پوچھا۔

"ایکس ٹو نے ایک کام تمہارے سپرد کیا ہے....!"

"اس وقت میں کوئی کام نہ کر سکوں گا....!" تنویر غرایا۔

"تم جانو....!" جولیا نے لاپروائی سے کہا۔ "کام تو میں تمہیں ضرور بتاؤں گی۔ کرنے نہ کرنے کا اختیار تمہیں ہے؟ اور تم ہی ایکس ٹو کو جواب دہ ہو گے! کام یہ ہے کہ آج رات کو عمران سونے نہ پائے! جس طرح بھی ممکن ہو یہ ضرور ہونا چاہئے....!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تم یہ نہیں سمجھے کہ کسی وجہ سے ایکس ٹو عمران کو زچ کرنا چاہتا ہے۔"

"مگر یک بیک یہ سوجھی کیا ایکس ٹو کو؟"

"پتہ نہیں، مجھے خود بھی حیرت ہے"

"اچھی بات ہے! میں آج رات اُسے نہ سونے دوں گا....! مگر وہ ہے کہاں....!"

"ایک منٹ ٹھہرو! ریسیور رکھ دو....! میں ابھی بتاتی ہوں!" جولیا نے سلسلہ منقطع کر کے عمران کے فون کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو...!" دوسری طرف سے آواز آئی جولیا نے عمران کی آواز پہچان کر کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا اور پھر بڑی تیزی سے تنویر کے نمبر ڈائیل کر کے ماؤتھ پیس میں بولی۔

"ہیلو.... تنویر ہاں.... وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔"

"اچھی بات ہے.... میں اس سے سمجھ لوں گا اس لئے نہیں کہ ایکس ٹو کا حکم ہے بلکہ اس لئے کہ تم کہہ رہی ہو....! اگر خود ایکس ٹو نے براہِ راست مجھے مخاطب کیا ہوتا تو...."

"تم صاف انکار دیتے....!" جولیا نے طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"نہیں.... بہانہ کر دیتا.... کہہ دیتا مجھے بخار ہو گیا ہے.... یا.... ہیضہ.... بہر حال اس وقت بستر سے نہ اٹھتا۔"

جولیا نے شرارت آمیز مسکراہٹ کیساتھ اپنے سر کو خفیف سی جنبش دے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

کلاک نے ایک بجایا.... عمران ابھی تک جاگ رہا تھا.... اُسے جولیا کی کال کا انتظار تھا۔

اچانک سامنے والی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر چھنچھناتا ہوا فرش پر آ رہا اور کوئی وزنی سی چیز سامنے والی

دیوار سے ٹکرائی.... یہ ایک بڑا سا پتھر تھا جو فرش پر گر کر دور تک پھسلتا چلا گیا! عمران نے اُلوؤں کی طرح اپنے دیدے نچائے اور کھڑکی کے سامنے سے صدر دروازہ کی طرف کرسی کھسکا لایا۔

وہ اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ کھڑکی کے سامنے جا کر باہر دیکھتا۔

پھر ایک اور پتھر اسی طرح اندر آیا! عمران خاموش بیٹھا رہا....! تیسرے پتھر پر وہ اٹھا اور بڑی تیزی سے اس کمرے میں چلا آیا جہاں پرائیویٹ فون رہتا تھا۔ شاید اس کا ارادہ تھا کہ بحیثیت ایکس ٹو اپنے کسی ماتحت کو فون پر مخاطب کرے.... اس کا ہاتھ بھی فون کی طرف بڑھا.... لیکن پھر وہ ایڑیوں پر گھوم کر کمرے سے نکل آیا۔

اُس نے چوتھے پتھر کے گرنے کی آواز سنی۔ دوسرے لمحے میں وہ اوور کوٹ پہن رہا تھا۔ پھر فلٹ ہیٹ سر پر جما کر اس کا اگلا گوشہ نیچے جھکایا اور اوور کوٹ کا کالر کانوں تک اٹھا دیا۔

اس کے بعد وہ عقبی زینے طے کر کے عمارت کی پشت والی گلی میں آ گیا۔ گلی سنسان پڑی تھی۔ گلی سے نکل کر وہ اُس سڑک پر آیا جس پر سے پتھر پھینکے جانے کے امکانات تھے.... مگر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے پتھر پھینکنے والا کسی عمارت میں چھپا بیٹھا ہو! بہر حال وہ چلتا ہی رہا یہ اور بات ہے کہ چال میں لنگراہٹ رہی ہو! جس کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ وہ چلنے کے انداز سے پہچانا نہ جا سکے۔

اس کے فلیٹ کی کھڑکی کے سامنے ہی دوسری جانب ایک پتلی سی گلی تھی.... عمران لنگڑاتا ہوا اُس میں داخل ہوا.... اور دوسرے ہی لمحے میں اُس نے ایک طویل سانس لی! اُس کے سامنے تنویر موجود تھا اور اس کے ہاتھ میں پتھر دیکھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... تنویر اچانک اُسے دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا.... لیکن پتھر تو اُس وقت اُس کے ہاتھ سے گرا جب عمران نے فلیٹ ہیٹ کا گوشہ اوپر اٹھایا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے دوست....!" عمران نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"تم سے مطلب....!" تنویر غرایا۔

"تم میرے فلیٹ میں پتھر کیوں پھینک رہے تھے....!"

"ہوش کی دوا کرو۔"

"پھر یہاں موجودگی کا مطلب... تمہارے ہاتھ میں پتھر بھی تھا۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم یہاں میری موجودگی پر اعتراض کر سکتے ہو اور نہ اس پر کہ میرے ہاتھ میں پتھر تھا۔"

"آج سردی بڑھ گئی ہے!" عمران نے جماہی لے کر کہا۔ اُس نے اِس انداز میں موضوع گفتگو بدلنے کی کوشش کی تھی کہ تنویر بھی چکرا گیا تھا۔

تنویر کچھ نہ بولا۔ لیکن جیسے ہی وہاں سے جانے کے لئے مڑا عمران نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"ارے کیا یونہی چلے جاؤ گے۔ میرے ساتھ ایک کپ کافی بھی نہ پیئو گے۔"

تنویر اتنی دیر سے گلی میں کھڑے کھڑے کافی ٹھنڈا ہو گیا تھا اس لئے کافی کے نام پر اس کا ذہن اسے دھوکا دے گیا۔

"واہ.... یار.... نیکی اور پوچھ پوچھ....!" تنویر نے ہنس کر کہا۔

"میں دراصل ادھر سے گذرتے وقت ہمیشہ ہاتھ میں پتھر ضرور لے لیتا ہوں کیونکہ ایک بار یہیں ایک خونخوار کتا مجھ پر حملہ کر چکا ہے۔"

"مگر اتنی رات گئے تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔"

"یہ نہ پوچھو! میں تو اس ملازمت سے تنگ آ گیا ہوں۔"

"کیوں....؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں اگر ہمارا چیف آفیسر نہ تبدیل کیا گیا تو ہم سب استعفیٰ دے دیں گے۔"

"خیال تو بڑا اچھا ہے.... خیر آؤ....!"

"تنویر اُس کے ساتھ چلنے لگا! ساتھ ہی وہ بڑبڑا بھی رہا تھا۔ اب یہی دیکھ لو کہ شائد اس وقت ڈیڑھ بج رہے ہوں گے مگر میں سڑکیں ناپتا پھر رہا ہوں۔ حکم ہوا ہے کہ شہر میں ایک ایسا بندر تلاش کروں جس کی دم نیلے رنگ سے رنگی ہوئی ہو!"

"واہ.... کیا کہنے....! مجھے پکڑ لے چلو۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا تمہیں ایکس ٹو کچھ معاوضہ بھی دیتا ہے۔" تنویر نے پوچھا۔

"پیشگی وصول کئے بغیر میں کسی کام میں ہاتھ ہی نہیں لگاتا۔"

"بہت اچھا اصول ہے۔"

وہ فلیٹ میں پہنچ گئے اور عمران نے کہا۔ "تم بیٹھو! میں کافی لاتا ہوں۔ رات گئے میں نوکر کو

جگانا اچھا نہیں سمجھتا۔"

"اوہو! کیا دیر لگے گی؟"

"قطعی نہیں! کافی تو بالکل تیار ہے! بس گیا اور لایا۔ عمران اُسے نشست کے کمرے میں بٹھا کر کچن میں آیا اور باسی کافی ہیٹر پر رکھ دی۔

کافی گرم ہونے پر دیر نہیں لگی۔ لیکن عمران سب سے پہلے اس کمرے میں آیا جسمیں پرائیویٹ فون رہتا تھا۔ یہاں اس نے ایک الماری سے کسی قسم کا سفوف نکالا اور اس کی اچھی خاصی مقدار کافی کے کپ میں ڈال دی۔ پھر کافی کا ایک کپ لئے ہوئے وہ نشست کے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم نہیں پیئو گے....!" تنویر نے اس کے ہاتھ میں ایک ہی کپ دیکھ کر کہا۔

"میں تو بس پی کر ہی باہر نکلا تھا۔"

تنویر نے.... بڑے پیار سے عمران کی طرف دیکھا.... اور پھر ہنس پڑا کیونکہ عمران کی شکل کسی نادار بیوہ کی سی نکل آئی تھی۔ تنویر نے کافی کا ایک گھونٹ لے کر سگریٹ سلگایا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر اس کا دھواں ناک سے نکالتا ہوا بولا۔ "یار عمران.... اکثر تم سے جھگڑا بھی ہوا ہے لیکن اس کے باوجود بھی تم سے دشمنی رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ پتہ نہیں کیوں.... آہا! میں سمجھا تھا.... شائد تم نے مذاقاً پتھر پھینکنے کا تذکرہ کیا تھا.... مگر یہ کیا....!" وہ متحیرانہ انداز میں کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشوں اور فرش پر پڑے ہوئے پتھروں کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر منہ چلا کر رہ گیا۔

"اب سوچتا ہوں!" تنویر نے کہا۔ "کہیں تمہیں یقین نہ آگیا ہو کہ پتھر میں نے ہی پھینکے تھے کیونکہ اُس وقت میرے ہاتھ میں ایک پتھر ہی تھا۔ لیکن میں نے تمہیں سچی بات بتائی تھی۔ میرے خدا! اتفاقات.... اُف فوہ! کمال ہے یعنی اسی وقت یہ ضروری تھا کہ میں تمہیں اس گلی میں ملوں اور میرے ہاتھ میں پتھر ہو!"

"مجھے یقین ہے.... پیارے.... کہ تم نے غلط بات نہ کہی ہوگی! میں بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں کہ میں تمہارے غم میں جل مرنا گوارا کر لیا مگر اس کانی لڑکی سے شادی نہ کی جس نے میرے لئے رو رو کر اپنی دوسری آنکھ کا بیڑہ بھی غرق کر لیا تھا۔"

"ہاہا....!" تنویر شرابیوں کے سے انداز میں ہنسا! اُس کی پلکیں بوجھل سی نظر آنے لگی تھیں

اور کافی کا پیالہ ابھی آدھا ہی خالی ہوا تھا۔

"تم ہنس رہے ہو پیارے! میں نے ایک دردناک بات کہی تھی۔" عمران مغموم لہجے میں بولا۔

"اُس کانی لڑکی کا نام جولیانا فٹنر واٹر تو نہیں ہے!" تنویر بدستور ہنستا رہا۔

"اگر وہ کانی ہو جائے تو میں اپنا فیصلہ تبدیل بھی کر سکتا ہوں۔"

"یعنی تم اس سے شادی کر لو گے....!" یک بیک تنویر نے غصیلے لہجہ میں کہا۔ کیونکہ اب سفوف اپنا اثر دکھانے لگا تھا اور تنویر کی زبان میں لڑکھڑاہٹ بھی پیدا ہو چلی تھی۔

"ہاں اگر وہ کانی ہو جائے تو میں اس سے شادی کر لوں گا۔"

"تمہاری ایسی کی تیسی" تنویر کافی کا کپ پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے ہاں!" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "ابھی تو تم پیار کی باتیں کر رہے تھے!"

"میں پوچھتا ہوں اس کافی میں کیا تھا۔" تنویر نے حلق پھاڑ کر چیخنے کی کوشش کی مگر آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

"نمک تھا.... پیارے.... کیا تم کافی میں نمک نہیں پیتے....! عمرو عیار کی زبان میں اسے سرکاری نمک کہتے ہیں۔"

"کمینے....!" تنویر گھونسہ تان کر عمران پر جھپٹا۔ مگر عمران بائیں جانب کھسک گیا اور تنویر میز پر جا رہا۔ پھر اُس نے میز پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کی.... لیکن اس کے ہاتھ بُری طرح کانپ رہے تھے۔ آخر وہ ایک لمبی کراہ کے ساتھ جس میں اوٹ پٹانگ قسم کی گالیاں بھی شامل تھیں فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

تنویر بیہوش ہو چکا تھا۔ دوسری طرف عمران کے "ایکس ٹو" والے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

سوا دو بجے جولیانا فٹنر واٹر نے صفدر کی کال ریسیو کی! وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو جولیا۔ یہ تم نے کس چکر میں پھنسا دیا تھا.... وہ عمارت تو بھوتوں کا مسکن معلوم ہوتا ہے! اس کے متعلق میں نے تمہیں جو پچھلی اطلاعات دی تھیں اب مجھے ان پر شبہ ہے! ممکن ہے وہ غلط رہی ہوں۔"

"آخر کیوں!"

”پوری عمارت ویران پڑی ہے۔ کبھی ان کی کھڑکیوں میں روشنی کے جھماکے سے نظر آتے ہیں اور کبھی چمگادڑوں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں اور کبھی الوؤں کی!“

”تو تم ڈر گئے ہو.....!“

”نہیں یہ بات نہیں ہے.....! ظاہر ہے کہ میں ویسے بھی اس عمارت میں نہ گھس سکتا! اس کے متعلق مجھے ساری معلومات باہر ہی سے فراہم کرنی پڑتیں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا تو بہتر تھا کہ ہم کس سلسلے میں یہ ساری معلومات فراہم کر رہے ہیں! اس طرح میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا.... یعنی کہ غالباً سمجھ ہی گئی ہو گی۔“

”تم کہاں سے بول رہے ہو.....!“ جولیا نے پوچھا۔ اُس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں اور آنکھوں سے شبہ جھانک رہا تھا۔

”کوئینس روڈ کے چوراہے والے بوتھ سے۔“

”بڑا سناٹا ہو گا۔“

”قطعی.....!“ صفدر نے ہنس کر کہا۔ ”مگر تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو۔“

”ذرا اچانک باہر نکل کر اطمینان کر لو کہ کوئی تمہاری گفتگو سن تو نہیں رہا!“

جواب میں کچھ نہیں کہا گیا.....! جولیا نے صرف سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔

مگر پھر تین چار منٹ گذر جانے کے بعد بھی صفدر نے دوبارہ رابطہ نہ قائم کیا تو اس کی تشویش بڑھ گئی۔

دوسرے ہی لمحہ میں اس نے ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کر کے اسے حالات سے آگاہ کیا۔

”ہوں....! تو یہ صفدر.... بعض اوقات خود کو زیادہ چالاک ظاہر کرنے کے سلسلے میں چوٹ بھی کھا جاتا ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں دیکھ لوں گا۔ مگر میں دو ایک منٹ بعد تمہیں پھر فون کروں گا۔“ ایکس ٹو نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

جولیا نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور اس کی دوسری کال کا انتظار کرنے لگی۔ اس کی نظر دیوار سے لگے ہوئے کلاک پر تھی۔ ٹھیک تین منٹ بعد پھر فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے ریسیور اٹھا لیا۔

”یس جولیانا فٹنر واٹر....؟“ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

”یہ تنویر کہاں جا مرا ہے.... میں نے ابھی اس کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ لیکن جواب نہیں

ملا۔ حالانکہ ان دنوں میرے سخت ترین آرڈرز ہیں کہ کوئی بھی مجھے اطلاع دیئے بغیر گھر سے نہ نکلے! کیا اس نے تمہیں اطلاع دی تھی۔“

”نن.... نہیں جناب!“ جولیا ہکلائی۔

”جولیا....!“ ایکس ٹو کی گونجیلی آواز نے اُس پر رعشہ طاری کر دیا.... اور اُسے اپنے ذہن پر بھی قابو پانا مشکل ہو گیا۔ اس لئے زبان کو سچی ہی بات اگلنی پڑی۔

”مم.... میں مجبور تھی جناب۔ تنگ آگئی ہوں۔“

”میرے پاس وقت نہیں ہے! کم سے کم الفاظ میں بتاؤ۔“ اُس نے ایکس ٹو کی غراہٹ سنی۔

”وہ اکثر سونے نہیں دیتا! دو بجے ہیں تو.... تین بجے ہیں تو.... خواہ مخواہ رنگ کرتا ہے.... اور کہتا ہے کہ اسے نیند نہیں آرہی.... میں معافی چاہتی ہوں جناب۔“

”کیا تم پاگل ہو گئی ہو۔ وہ تمہیں جگا دیتا ہے.... اور تم مجھ سے معافی چاہتی ہو۔“

”سس.... سنئے تو سہی جناب! مجھ سے آج ایک زبردست غلطی ہوئی ہے میں نے آپ کی آڑ میں.....!“

”جولیا....!“

”یس سر....!“ جولیا کی سانس رک گئی۔ اس بار ایکس ٹو کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ خونخوار تھا۔

”تو تم نے اُس سے یہ کہا تھا کہ وہ ایکس ٹو کے حکم کے مطابق عمران کے فلیٹ پر پتھراؤ کرے۔“

”پپ.... پتھراؤ.... ارے جناب.... مم.... میں!“

”یقیناً تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے! اچھا میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں اپنے حواس درست کر لو۔ پھر گفتگو کرنا۔ اگر اس بار بھی تم نے ہکلا کر گفتگو کی یا بے جوڑ اور مہمل جملے ادا کئے تو تمہارا حشر اچھا نہیں ہو گا۔“

جولیا بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ جسم کا رعشہ پہلے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ یک بیک اس نے آواز سے رونا شروع کر دیا.... اور روتی ہوئی بولی۔ وہ مجھے بے حد پریشان.... پریشان کرتا ہے.... جناب لیکن میں نے اس سے یہ نہیں کہا.... چ.... تھا.... چ.... کہ وہ عمران کے فلیٹ پر.... چ پتھراؤ کرے.... چ چ چ....!“

”تم پہلے رونا بند کرو.... پھر بات کرنا....!“ اس بار بھی ایکس ٹو کے لہجے میں جولیا نے

نرمی نہیں محسوس کی اور پھر یک بیک وہ اپنی اس کمزوری پر بڑی خفت محسوس کرنے لگی۔

"میں نے.... تنویر سے پیچھا چھڑانے.... کے لئے یہی مناسب سمجھا تھا کہ آپ کی آڑ لی جائے۔ اگر ایسا کرنا آپ کی دانست میں درست نہیں تھا تو میں ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تم نے اس سے کیا کہا تھا۔"

"میں نے کہا تھا کہ آپ کے حکم کے مطابق وہ عمران کو رات بھر سونے نہ دے۔ مقصد یہ تھا کہ عمران اس کی مرمت کر دے۔"

"آئندہ ایسا نہ ہونا چاہئے جولیا۔" ایکس ٹو غرایا۔ "تم لوگ اپنے معاملات اپنی ذات تک محدود رکھا کرو.... سمجھیں....!"

"جی ہاں.... اب ایسا نہیں ہوگا جناب۔"

"اور اب یہ تمہیں صبح سے پہلے نہیں معلوم ہو سکے گا کہ عمران نے اس کی کیسی درگت بنائی ہے۔ اگر تمہیں اپنی اس حرکت کا انجام دیکھنا ہو تو صبح گرین اسٹریٹ کے مشرقی سرے پر چلی جانا۔"

ایکس ٹو نے سلسلہ منقطع کر دیا اور جولیا مسہری پر گر کر ہانپنے لگی۔

بلیک زیرو کوئنس روڈ کے چوراہے پر پہنچ کر رک گیا.... عمران نے اسے صفدر کے متعلق بتا کر سب کچھ سمجھا دیا تھا اور صفدر سے ملاقات ہو جانے پر بلیک زیرو کو ایکس ٹو ہی کا رول ادا کرنا تھا۔

وہ ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھا.... لیکن بوتھ خالی تھا.... وہ بوتھ میں گھس گیا اور دروازہ بند کر کے ٹارچ نکالی۔ فوراً اس کی نظر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پڑی، جو ریسیور کے کلپ میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے اسے نکال لیا۔ کاغذ پر تحریر تھا۔

"میں ایک آدمی کا تعاقب کر رہا ہوں۔

ص"

یہ صفدر سچ مچ کافی چالاک ہے.... بلیک زیرو نے سوچا.... اب وہ بوتھ سے نکل آیا تھا....

وہ پھر اپنی کار میں آبیٹھا.... چونکہ صفدر سے ملاقات ہو جانے کی صورت میں اُسے ایکس ٹو کا رول ادا کرنا تھا۔ اس لئے اس کے چہرے پر سیاہ نقاب بھی موجود تھا اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر

جھکا لیا تھا....

کار کوئینس روڈ کی اٹھارویں عمارت کی طرف روانہ ہو گئی.... لیکن وہ عمارت تو بالکل تاریک پڑی تھی کسی جگہ ہلکی سی روشنی بھی نہیں نظر آئی۔ یہاں کی عمارتیں ایک دوسری سے کچھ فاصلے پر تھیں اور شائد ہی کوئی ایسی عمارت رہی ہو جس میں پائیں باغ نہ رہا ہو....! بلیک زیرو نے اپنی کار اٹھارویں عمارت کے برابر والی گلی میں موڑ دی.... اور اسے عمارت کی پشت پر لے آیا۔ دفعتاً ہیڈ لائیٹس کی روشنی چار آدمیوں پر پڑی جو جانوروں کی طرح لڑ رہے تھے لیکن اسے خاموش ہنگامہ ہی کہنا چاہئے کیونکہ اُن میں سے کسی کے بھی حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ان میں بلیک زیرو کو صفدر کی جھلک بھی نظر آئی۔

روشنی پڑتے ہی چاروں منتشر ہو گئے تھے اور بلیک زیرو کار اُن پر چڑھا لے گیا اور پھر ان کے قریب پہنچ کر انجن بند کر دیا۔

"خبردار جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے!" اُس نے ایکس ٹو کی آواز کی نقل کی۔

"میرے ہاتھ میں ریوالور ہے اور تم سب اس کی زد پر ہو۔"

"دوسروں کے ساتھ ہی صفدر نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے۔ لیکن ٹھیک اسی وقت عمارت کے کسی گوشے سے ایک پتھر آ کر بلیک زیرو کے اس ہاتھ پر لگا جس میں ریوالور تھا۔

ریوالور دور جا پڑا.... اور بلیک زیرو نے کار سے باہر چھلانگ لگا کر ریوالور پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تینوں اس پر آ ٹوٹے.... صفدر پتہ نہیں کس الجھن میں تھا کہ ایکس ٹو کی آواز نہیں پہچان سکا۔ ورنہ بلیک زیرو تو اس کی آواز کا بہت ہی کامیاب نقال تھا۔

بلیک زیرو نے جم کر اُن کا مقابلہ کیا۔ لیکن اب وہ بھی خاموش ہو گیا تھا۔ صفدر تھوڑی دیر تک تو الگ کھڑا رہا مگر پھر یک بیک وہ بھی اس لڑائی میں شریک ہو گیا۔ پتہ نہیں معاملات کی نوعیت اس کی سمجھ میں آگئی تھی یا چونکہ کچھ دیر پہلے وہ ان تینوں سے بھڑ ارہا تھا اس لئے اب پھر موقع غنیمت جان کر دوبارہ ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔

ذرا سی دیر میں وہ تینوں بھاگ نکلے لیکن عمارت سے پھر کسی قسم کی دخل اندازی نہیں ہوئی.... بلیک زیرو اور صفدر بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑے.... مگر یہاں اندھیرا تھا.... وہ دوبارہ دور نہیں گئے تھے کہ انہوں نے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔

وہ رک کر مڑے.... کوئی بلیک زیرو کی کار اڑا لے جانے کی فکر میں تھا۔ بلیک زیرو پلٹ پڑا۔ صفدر نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ شائد اس نے ابھی تک یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ بھی انہیں لوگوں میں سے کوئی ہوگا۔ مگر چونکہ دونوں ایک دشمن کے خلاف لڑ چکے تھے اس لئے غیر شعوری طور پر صفدر اس نامعلوم آدمی کے لئے اپنائیت سی محسوس کرنے لگا تھا۔

کار کچھ دور چل کر رک گئی تھی اور وہ دونوں کسی دوڑتے ہوئے آدمی کے قدموں کی آوازیں سن رہے تھے۔

"دھوکا....!" بلیک زیرو بڑبڑایا۔ "وہ دونوں کار کے قریب پہنچ گئے تھے۔ بلیک زیرو کی کار خالی تھی.... لیکن انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔"

"اوہ.... یہ اسی لئے کیا گیا تھا کہ ہم ان کا تعاقب نہ کر سکیں۔" صفدر نے کہا۔

"آؤ بیٹھو!" بلیک زیرو نے پھر ایکس ٹو کے سے انداز میں کہا۔

"ارے.... آپ ہیں!" صفدر یک بیک اچھل پڑا۔

بلیک زیرو ہنس کر بولا۔ "اب پہچانا ہے تم نے۔"

"جی ہاں.... جناب! میں نہیں پہچان سکا تھا۔"

"خیر چھوڑو.... آؤ.... پیچھے بیٹھ جاؤ۔"

صفدر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

"تعاقب کا خیال رکھنا۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "یہ لوگ کافی چالاک معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں جناب! جی ہاں یہ لوگ کافی چالاک ہیں.... غالباً یہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں! میں نے کراسنگ کے بوتھ سے جولیا کو فون کیا تھا۔ اسی کے خیال دلانے پر میں نے آہستہ سے بوتھ کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ حقیقتاً ایک آدمی باہر دروازہ کے سامنے ہی موجود تھا.... مجھے دروازہ کھولتے دیکھ کر وہ آگے بڑھ گیا! چونکہ جولیا کو قدرتی طور پر میری دوسری کال کا انتظار ہوتا لیکن کال نہ ہونے پر وہ لازمی طور پر کسی نہ کسی کو اس بوتھ کی طرف بھیجتی! اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس آدمی کا تعاقب شروع کرنے سے پہلے کوئی تحریر بوتھ میں چھوڑ دوں جس سے میری تلاش میں وہاں آنے والوں کو حالات کا علم ہو جائے اور انہیں تشویش میں نہ مبتلا ہونا پڑے.... وہ آدمی بہت آہستہ آہستہ کوئینس روڈ پر چل رہا تھا۔ اس لئے مجھے وہاں تحریر چھوڑنے

کا موقع مل گیا.... وہ آدمی اٹھارویں عمارت کے برابر والی گلی میں مڑ گیا تھا! لیکن جیسے ہی میں عمارت کی پشت پر پہنچا دو آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے.... اور پھر وہ تیسرا بھی پلٹ پڑا.... اب میری سمجھ میں آیا کہ میرے لئے دراصل چوہے دان تیار کیا گیا تھا۔"

"خیر ختم کر دیا....!" بلیک زیرو نے بحیثیت ایکس ٹو کہا۔ "تم نے حتی الامکان کافی جدوجہد کی ہے! اب یہ اتفاقات ہی تو ہیں! دیکھو میں بھی دھوکا کھا گیا! یہ بات فوراً ہی سمجھ میں نہیں آئی کہ کار اڑا لے جانے والی دھمکی محض اسی حد تک تھی کہ ان بھاگتے ہوئے آدمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے.... آہا.... دیکھو پیچھے نظر رکھنا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں جناب!"

"تم دونوں گدھے ہو!" دفعتاً صفدر کے پیروں کے پاس سے آواز آئی اور صفدر اچھل پڑا.... دوسرے ہی لمحے میں ان کے دونوں ہاتھ جیبوں میں چلے گئے ایک ریوالور کے دستے پر پڑا اور دوسرا ٹارچ پر لیکن ٹارچ کی روشنی میں اس نے اپنے پیروں کے پاس جو کچھ بھی دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔ ایک دو بالشت کا برہنہ بچہ پڑا ہاتھ پیر پھینک رہا تھا اور اس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

دفعتاً اس کے ہونٹ ہلے اور کسی بالغ مرد کی سی آواز آئی۔ "میں سپارسیا کا باشندہ ہوں.... سپارسیا جسے تم لوگ زہرہ کہتے ہو.... میرے تین دوستوں کو ابھی ابھی تم لوگ کافی پریشان کر چکے ہو.... میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اس چکر میں نہ پڑو ورنہ ہم تمہارے اس سیارے ریامی کو جسے تم زمین کہتے ہو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

بلیک زیرو نے کار روک کر اندر کا بلب روشن کر دیا اور اس عجیب و غریب بچے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"تم جو کوئی بھی ہو اپنی ان حرکتوں سے باز آؤ اور اس بوڑھے سے کہو کہ سرخ پیکٹ کو پہلی فرصت میں سمندر میں ڈال دے۔ اس طرح سمندر کی پیاس بجھ جائے گی ورنہ پیاسا سمندر تمہاری بستیوں پر چڑھ دوڑے گا اور یہ سیارہ ریامی.... اس طرح اس عظیم خلاء میں ریزہ ریزہ ہو جائے گا جیسے پانی کا بلبلہ چشم زدن میں ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا نشان بھی نہیں ملتا....!"

بلیک زیرو اور صفدر نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اس حیرت انگیز بچے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اب مجھے اٹھاؤ.... اور گاڑی سے باہر پھینک دو....!" بچے نے کہا۔ "ورنہ تم دونوں اس گاڑی سمیت فنا ہو جاؤ گے.... میری زندگی اب صرف دو منٹ کی ہے۔"

صفدر نے بالکل مشینی طور پر اُسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے باہر پھینک دیا وہ کافی فاصلہ پر گرا.... لیکن گرتے ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا.... اور ایسی ہی چمک نظر آئی جیسے بم گرا ہو۔ عمارتوں کی کھڑکیاں روشن ہوتی چلی گئیں اور لوگوں کی بدحواس قسم کی چیخیں سنائی دینے لگی۔

"اب کھسکو یہاں سے۔" بلیک زیرو نے کہا ورنہ کسی نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

صبح ہو رہی تھی! عمران کی آنکھیں بوجھل تھیں اور وہ فون پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا! "بلیک زیرو کہیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا یا تم پچھلی رات طلسم ہوشربا کی ساتویں جلد پڑھتے رہے ہو یا صبح ہوتے ہوتے آنکھ لگ جانے پر خواب میں حجرہ ہائے ہفت بلا تو نظر نہیں آئے۔"

"یقین فرمایئے جناب! میں تنہا نہیں تھا صفدر بھی تھا میرے ساتھ اس پر تو آپ کو بے حد اعتماد ہے۔"

"تم ڈفر ہو بالکل۔ اس سے بھلا میں کیسے پوچھ سکتا ہوں جب کہ تم پچھلی رات ایکس ٹو کا رول ادا کر رہے تھے!"

"عمران صاحب کی حیثیت سے پوچھ لیجئے!"

"اچھا.... میں نے یقین کر لیا!" عمران نے ایک طویل سانس لی۔

"مگر جناب! میں خود بھی حیرت میں ہوں کہ وہ بچہ کیسا تھا! سپارسیا کیا بلا ہے۔ ریامی کس چڑیا کا نام ہے۔ اس نے کہا تھا.... جی ہاں زہرہ ہی کہا تھا۔ یعنی وہ زہرہ کا باشندہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زہرہ والوں نے اپنے سیارے کو سپارسیا کا نام دے رکھا ہے۔"

"کیا فضول بکواس شروع کر دی تم نے۔ ارے ڈفر وہ کسی قسم کا ٹرانس میٹر رہا ہوگا۔"

"میں نہیں مانوں گا۔ ہرگز نہیں!" بلیک زیرو نے کہا۔ "صفدر کا بیان ہے کہ اسکے ہاتھ میں گرم گرم گوشت ہی تھا۔ اس نے اُسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا تھا اور اس وقت بھی وہ بچوں کی طرح ہاتھ پیر پھینک رہا تھا۔"

"پلاسٹک کے جتنے پتلے کہو بنا کر تمہیں دے سکتا ہوں۔ وہ تمہیں گوشت ہی گوشت معلوم ہوں گے۔"

"مگر آپ انہیں زندگی نہیں بخش سکتے۔" بلیک زیرو نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اس مشینی دور میں یہ ناممکن نہیں ہے۔ تم اسے زندگی نہیں کہہ سکتے! وہ کسی قسم کا میکنزم ہی رہا ہوگا! یہ مصنوعی سیاروں کا دور ہے بلیک زیرو.... کیا کبھی تمہارے وہم میں بھی یہ بات تھی کہ آدمی کے بنائے ہوئے سیارے زمین کے گرد چکر لگائیں گے۔"

"آپ کچھ بھی کہئے لیکن....!"

"تم مطمئن نہیں ہو سکو گے! دیکھو.... وہ تو صرف بچہ تھا تم کافی گرانڈیل واقع ہوئے ہو میں تمہیں اٹھا کر پٹختا ہوں لیکن اگر دھماکہ نہ ہوا تو میں تمہیں قتل ہی کر دوں گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"شائد اسی دھماکے کے ساتھ تمہاری تقدیر بھی پھوٹ چکی ہے۔ عقل کو اپنی جگہ پر لاؤ ورنہ میں کوئی دوسرا قدم اٹھاؤں گا۔"

"ویسے آپ رات کو دن کہیں تب بھی مجھے اس سے انکار نہیں ہوگا۔" بلیک زیرو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ایڈیٹ....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ دیر بعد سر سلطان کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ اسے کچھ دیر انتظار بھی کرنا پڑا کیونکہ سر سلطان باتھ روم میں تھے۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ اُن سے گفتگو کر سکا۔

"آپ نے کیا کیا....!" عمران نے پوچھا۔

"اوہ....! رحمان صاحب نے پچھلی رات خود بھی فون کیا تھا! میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ وہ تم سے نہ الجھیں اور ٹیکسی ڈرائیور ان کے حوالے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سیکرٹ سروس والوں نے اُسے کسی مسئلے پر پوچھ گچھ کرنے کے لئے روک لیا ہے....! اور تم آج کل سیکرٹ سروس والوں کے لئے کام کر رہے ہو!"

"سرخ ڈبے کا تذکرہ آیا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں لیکن انہوں نے اسکے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا! یہی کہتے رہے کہ وہ ان کا ایک نجی معاملہ ہے۔"

"اُس ڈبے کے لئے بہتیرے ناکردہ گناہ بھی برباد ہو سکتے ہیں!"

"کیا مطلب....!"

عمران نے پچھلی رات کی داستان من و عن دہرا دی۔

"نہیں....! عمران تم نشے میں تو نہیں ہو۔"

"آپ جانتے ہیں کہ نشے سے مجھے دلچسپی نہیں ہے۔"

''پھر یہ کیا بکواس تھی۔''

''حقیقت تھی.....اور اس کی تصدیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ دولت نگر کے باشندوں سے اس دھماکے کے متعلق پوچھا جائے۔''

''آہا.....ٹھہرو کیا یہ واقعہ دولت نگر ہی میں پیش آیا تھا۔''

''جی ہاں.....!''

''تب پھر مجھے اس دھماکے کی اطلاع مل چکی ہے مگر عمران تمہاری کہانی پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔''

''اچھی بات ہے تو اب میں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھوں گا۔لیکن.....اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی! آپ ڈیڈی کو مجبور کیجئے کہ وہ اس پیکٹ کا راز ظاہر کردیں۔آپ انہیں مجبور کرسکتے ہیں کیونکہ جس چیز سے نقصِ امن کا خطرہ ہو اُسے نجی قرار دے کر قانون کی زد سے نہیں بچایا جاسکتا۔''

''ہاں! میں اِسے تسلیم کرتا ہوں مگر تمہاری کہانی.....سوال یہ ہے کہ اگر یہ کہانی محض اُس ڈبے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہی گھڑی گئی ہو تو۔''

''تب بھی یہ کوئی ایسی بُری بات نہ ہوگی کیونکہ میری نیک نیتی پر آپ شبہ نہیں کرسکتے۔ظاہر ہے کہ میں ایک جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ایسا کررہا ہوں.....اور یہ تو آپ جلد ہی دیکھ لیں گے کہ اس کہانی میں کتنی حقیقت تھی۔''

''تمہارا کیا خیال ہے.....اُس ڈبے میں کیا ہوگا۔''

''اگر مجھے یہی معلوم ہوتا تو آپ کو کیوں تکلیف دیتا اور پھر یہ ڈیڈی کا معاملہ ہے۔اس لئے آپ کو تکلیف دی جارہی ہے ورنہ ایسے معمولی کام اپنے انتہائی گدھے قسم کے ماتحتوں سے لے لیتا ہوں! میں نہیں چاہتا کہ ڈیڈی کی شان میں مجھ سے کوئی گستاخی ہوجائے۔''

''بڑے سعادت مند نظر آرہے ہو آج کل۔!''

''ہمیشہ سے ہوں جناب! مگر انہیں کیا پڑی ہے کہ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ان کی قیمت گوشت پوست کے آدمیوں سے زیادہ ہے۔''

''باپ بیٹوں کے جھگڑے میرے لئے بڑے تکلیف دہ ہوتے ہیں!''

''اس لئے آپ خیال رکھیئے کہ شفیق باپ ہونا اولاد کی بہتری کے لئے بہت ضروری ہے!''

''ارے تم مجھے تعلیم دینے بیٹھے ہو!'' سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا!

''آ گیا غصہ.....! اسی کو آن کہتے ہیں جناب اور یہی چیز بچوں کو تباہ کردیتی ہے۔اگر کسی بچے کا مشورہ آپ کے ذاتی تجربات پر بھاری ہو تو اسے خود بھی تولنے کی کوشش کیجئے! اسے رد کرکے آپ بچے کو غلط راہوں پر ڈال دیتے ہیں!''

''میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا! صبح ہی صبح مجھ سے جھگڑا نہ کرو''! سر سلطان نے خفت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا۔

''اچھی بات ہے جناب! براہ کرم اس ڈبے.....!''

''میں انتہائی کوشش کروں گا.....!'' سر سلطان نے کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کردیا۔

تنویر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا کیونکہ اُس نے کسی عورت کی چیخیں سنی تھیں اور آنکھیں کھلتے ہی اُسے شدید ترین بدبو کا بھی احساس ہوا تھا! وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

ایک بوڑھی عورت قریب ہی کھڑی ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔

''لاش.....لاش.....!''

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے! اور تنویر نے محسوس کیا کہ وہ سڑک کے کنارے ایک ایسے بڑے ڈرم میں کھڑا ہوا ہے جس میں لوگ کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینکتے ہیں۔

اچانک وہ اتنا نروس ہوگیا تھا کہ ڈرم سے باہر نکلنا بھی بھول گیا۔

غلاظت کے ڈرم کے گرد بھیڑ اکٹھی ہوگئی تھی اور لوگ تنویر سے استفسار کررہے تھے.....! لیکن تنویر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے.....اگر وہ میلے کچیلے اور گھٹیا قسم کے لباس میں ہوتا تو نچلے طبقے کے شرابیوں کی سی حرکتیں کرنے کی کوشش کرتا۔مگر وہ تو بہترین قسم کے سوٹ میں تھا.....اور صورت سے بھی کسی بڑی پوزیشن کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

اس کی بوکھلاہٹ پر لوگوں کا اضطراب اور زیادہ بڑھ رہا تھا.....وہ جلد سے جلد اس کے متعلق معلوم کرنا چاہتے تھے۔دفعتاً ایک سفید فام غیر ملکی بھیڑ ہٹاتا ہوا.....ڈرم کے قریب آیا۔

''آؤ.....!'' اُس نے تنویر کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''تم پریشان معلوم ہوتے ہو!''

اس وقت تنویر کو یہ آدمی رحمت کا فرشتہ ہی معلوم ہوا..... وہ ڈرم سے باہر کود آیا..... لوگ

اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے.... کیونکہ غیر ملکی نے بڑے غصیلے لہجے میں انہیں ڈانٹا تھا۔

تنویر خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ اس کا ہاتھ ابھی تک سفید فام اجنبی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اُسے ایک شاندار کیڈلاک کے قریب لایا اور اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتا ہوا انگریزی میں بولا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

لیکن تنویر کو اس کا لہجہ انگریزوں کا سا نہیں معلوم ہوا تھا.... وہ کار میں بیٹھ گیا.... اور اجنبی دوسری طرف سے اسٹیرنگ کے سامنے آ بیٹھا۔ کار چل پڑی۔

"تم مجھے کوئی شریف اور اچھے خاندان کے آدمی معلوم ہوتے ہو!" اس نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

"ایسی حالت میں کیا کہوں؟" تنویر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا بتائے گا۔ ویسے وہ اس کا ممنون ضرور تھا کیونکہ اس نے اسے ایک بہت بڑی الجھن سے نجات دلائی تھی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کن حالات سے دوچار ہو! مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔"

"میں.... اپ.... نی.... سوتیلی ماں کے مظالم کا شکار ہوں!" تنویر ہکلایا.... مگر اس بے ساختہ قسم کے جھوٹ پر تنویر کو ندامت بھی ہوئی۔ ویسے جملہ قطعی غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکلا تھا.... اگر وہ اب اس کی تردید کرتا تب بھی مزید خجالت کا سامنا کرنا پڑتا لہٰذا وہ اپنے اسی بیان کو طول دینے کی کوشش کرنے لگا۔

"میرا باپ بہت مالدار ہے.... ارب پتی سمجھ لو.... اور میں اس کا اکلوتا بیٹا ہوں لیکن میری ماں سوتیلی.... جو لاولد ہونے کی بناء پر مجھ سے دشمنی رکھتی ہے اکثر میرے لئے پریشانیوں کا باعث بنتی رہتی ہے۔ پچھلی رات میں معمول سے زیادہ شراب پی گیا تھا۔ اتنی کہ مجھے ہوش نہ رہا اور اس نے موقع غنیمت جان کر مجھے غلاظت کے ٹب میں پھنکوا دیا۔ وہ اکثر اسی قسم کی حرکتیں کرتی رہتی ہے تاکہ میری بدنامی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ میرا دولت مند باپ مجھ سے بیزار ہو جائے.... مجھے محروم الارث کر دے۔ مجھے جو گزرن ملتا ہے اس سے محروم ہو جاؤں.... کوڑی کوڑی.... کو محتاج ہو جاؤں۔"

"چچ.... چچ....!" اجنبی نے افسوس ظاہر کیا۔ "یہ بہت بُری بات ہے تمہاری عمر کیا ہو گی۔"

"پینتیس سال....!"

"تمہارے باپ کی....!"

"ساٹھ سال....!"

"تمہاری سوتیلی ماں....!"

"زیادہ سے زیادہ.... پچیس سال....!" تنویر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اوہو.... تم سے دس سال چھوٹی.... اور وہ یقیناً بہت حسین ہو گی.... تبھی تو اُس بوڑھے.... نے....!"

"ارے.... اس انداز میں ان کا تذکرہ نہ کرو۔!" تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم میرے والدین کی توہین کر رہے ہو....!"

"شو....!" اجنبی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تم مشرقی لوگ واقعی بڑے بے وقوف ہوتے ہو۔"

"کیوں....؟"

"آخر تمہارے والدین کو تمہاری کتنی پرواہ ہے۔"

"بالکل نہیں....!" تنویر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تم خود اپنے پیروں پر کیوں نہیں کھڑے ہوتے۔"

"کس طرح؟ میں نے اس کے متعلق بہت سوچا ہے.... لیکن میرے پاس میرا انجی سرمایہ نہیں ہے اور کسی کی نوکری مجھ سے ہو نہیں سکے گی کیونکہ میری عادت حکومت کرنے کی ہے۔"

"قدرتی بات ہے.... کیونکہ تم اونچے طبقے سے تعلق رکھتے ہو۔"

"پھر میں اپنے پیروں پر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔"

"میں بتاؤں گا.... تمہاری مدد کروں گا.... مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔ مگر پھر تمہیں اپنے والدین کے پاس واپس نہیں جانے دوں گا۔"

تنویر تذبذب میں پڑ گیا۔

"اچھی بات ہے!" اُس نے کہا۔ "تم مجھے اپنا پتہ بتا دو.... میں آج شام کو تم سے مل لوں گا۔"

"نہیں فی الحال تو تم میرے ساتھ میرے گھر چل رہے ہو۔ تمہیں ناشتہ میرے ساتھ کرنا پڑے گا۔ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ ممکن ہے میری صحبت میں تم بوریت محسوس کرو۔ مگر گھر پر تمہیں جوان لوگ بھی ملیں گے اور تمہاری ساری کوفت ختم ہو جائے گی.... اوہ میرے خدا.... تم ساری رات غلاظت کے اس ٹب میں پڑے رہے تھے۔"

تنویر کچھ نہ بولا۔ بولتا ہی کیا۔۔۔۔؟

عمران نے فون کا ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے اُس نے اپنے باپ رحمان صاحب کی آواز سنی۔

"یہاں آفس میں آجاؤ۔۔۔۔!" انہوں نے کہا۔۔۔۔ لیکن عمران اندازہ نہ کر سکا کہ آواز میں غصہ تھا یا بیزاری۔۔۔۔ یا پھر وہ ہر قسم کے جذبات سے عاری ہی تھی۔

"کیوں۔۔۔۔؟"

"تم سے کچھ گفتگو کرنی ہے۔"

"میں کھلے عام آپ سے مل کر کھیل نہیں بگاڑنا چاہتا! مگر بات کیا ہے۔ اشارتاً ہی بتائیے!"

"کچھ نہیں! تم میرے پاس آؤ۔"

"رات کو گھر آؤں گا۔ ورنہ ذرا سی بد احتیاطی بھی مجھے موت کے منہ میں لے جائے گی۔"

"تم دولت نگر والے دھماکے کے متعلق کیا جانتے ہو۔"

"میں نے سنا تھا کہ دھماکہ ہوا تھا بس۔"

"مگر سر سلطان۔۔۔۔!"

"کسی کا نام نہ لیجئے۔۔۔۔ میں رات ہی کو آپ سے مل سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے!" دوسری طرف سے نرم لہجے میں کہا گیا۔ سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ سلیمان نے پرائیویٹ فون پر کال کی اطلاع دی۔ وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔۔۔۔ فون پر دوسری طرف جولیانا فٹنر واٹر تھی۔

"ایک بہت ہی خاص قسم کی اطلاع ہے جناب! اس کے عیوض آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"ہوں۔۔۔۔ کہو!"

"میں آج صبح آپ کے بتائے ہوئے مقام پر گئی تھی۔ وہاں میں نے تنویر کو غلاظت کے ایک ڈرم میں کھڑا پایا۔ اس کے گرد بھیڑ اکٹھا تھی۔"

"اور وہ بے حد خوش نظر آتا ہوگا۔"

"جی ہاں۔۔۔۔ بے حد۔۔۔۔!" جولیا ہنس پڑی۔

"پہلے بات ختم کرو۔" عمران بحیثیت ایکس ٹو غرایا۔

"جی ہاں۔۔۔۔ اُسے وہاں سے ایک سفید فام غیر ملکی اپنی کار میں لے گیا؟"

"کہاں لے گیا؟"

"کوئینس روڈ کی اٹھارویں عمارت میں!"

"تم خواب تو نہیں دیکھ رہی۔"

"بعد کی تفتیش سے ثابت ہوا ہے کہ وہ بوڑھا ہف ڈریک ہی تھا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ تنویر ہی تھا۔"

"آپ کو علم ہی ہوگا کہ عمران نے اسے کہاں ڈالا تھا۔"

"ہاں۔۔۔۔ ٹھیک ہے پچھلی رات تنویر بیہوش ہو گیا تھا۔۔۔۔ اور عمران اسے کوڑا کرکٹ کے ایک ٹب میں پھینک آیا تھا۔"

"جی ہاں۔۔۔۔ اور ہف ڈریک اُسی ٹب سے اس کو نکال کر ساتھ لے گیا ہے۔"

"اس وقت اُس عمارت کی نگرانی کون کر رہا ہے۔"

"خاور۔۔۔۔!"

"دولت نگر کے دھماکے کے متعلق تم کیا جانتی ہو۔"

"اوہ۔۔۔۔ وہ پُر اسرار دھماکہ۔۔۔۔ اُس سے وہاں کی درجنوں عمارتیں کریک ہو گئی ہیں اور زمین پر ایک جگہ ایک غار سا پایا گیا ہے جس کے گرد جھلسنے کے نشانات ملے ہیں۔"

"اور۔۔۔۔ کچھ۔۔۔۔!"

"دھماکے کے اسباب ابھی تک نہیں معلوم ہو سکے۔۔۔۔ ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کسی قسم کا بم نہیں تھا۔ آتش گیر مادہ کے متعلق وہ بالکل خاموش ہیں! ابھی تک نہیں بتا سکے کہ اس آتشی مادے کی نوعیت کیا تھی۔"

"گڈ۔۔۔۔ تمہارا کام اطمینان بخش ہے۔"

"جناب کا بہت بہت شکریہ۔۔۔۔ مگر کیا آپ نے مجھے ابھی تک معاف نہیں کیا۔"

"کر دیا....!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ "مگر آئندہ خیال رہے کہ آپس کے معاملات میں میری آڑ کبھی نہ لینا۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ تنویر پر کیا گذری۔"

"صفدر پہلے ہی سے اُس کی فکر میں ہے! میں اُسے تنویر کے متعلق ہدایات دے چکی ہوں۔ میں یہی سوچتی کہ تنویر آپ ہی کی ایماء پر اُس عمارت میں داخل ہوا ہے۔ لیکن تنویر کی حالت سے یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ بہت پریشان اور کچھ نروس سا نظر آ رہا تھا اور پھر میں نے اُسے ٹب سے بھی بر آمد ہوتے دیکھا تھا۔ اس سے پہلے ایک بوڑھی عورت اس ٹب میں کوڑا پھینکنے گئی تھی لیکن پھر لاش لاش چیختی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ ہف ڈریک اور تنویر کی ملاقات محض اتفاقیہ ہی ہو سکتی ہے یا پھر ہم لوگ اس کی نظروں سے پوشیدہ ہی نہ ہوں۔ یعنی وہ یہ جانتا ہو کہ تنویر سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہے اسی لئے میں نے آپ کو اطلاع دیئے بغیر ہی صفدر کو اس کے متعلق ہدایات دے دی تھیں۔"

"گڈ.... میں یہی چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں خود اعتمادی پیدا ہو.... اب میں نے تمہیں بالکل معاف کر دیا۔"

"ویسے تمہاری یہ حرکت دلچسپ ضرور تھی.... عمران بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔" عمران ایکس ٹو کی آواز میں ہنسا.... پھر بولا۔

"اب.... تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"صفدر سے جو کچھ بھی معلوم ہوگا.... اس سے آپ کو آگاہ کروں گی! وہ آج کسی نہ کسی طرح اُس عمارت میں داخل ہو جائے گا۔"

"مجھے یقین ہے! وہ بہت چالاک ہے۔ مجھے اپنے بعض ماتحتوں پر فخر ہے۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ دیر بعد وہ باہر جانے کے لئے لباس تبدیل کر رہا تھا نیچے آ کر اس نے کار سنبھالی اور اس طرف چل پڑا۔

تقریباً چار بجے عمران نے دانش منزل سے جولیانا فٹنر واٹر کو فون کیا اور دوسری طرف سے

فوراً ہی جواب ملا۔

"میں کئی بار آپ کو رنگ کر چکی ہوں جناب!"

"میں دانش منزل سے بول رہا ہوں.... کیا خبر ہے۔"

"صفدر وہاں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"کس طرح....!"

"اس نے کسی طرح عمارت کے فون کی لائن خراب کر دی اور پھر محکمہ ٹیلی فون کے مستری کی حیثیت سے عمارت میں داخل ہو گیا.... اور اس وقت تک وہیں ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"وہ وہاں سے واپس نہیں آیا بلکہ عمارت ہی میں چھپ گیا ہے!"

"مگر کیا.... اس نے یہ حرکت محکمہ ٹیلی فون کی وساطت سے کی ہے۔"

"جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ وہ کبھی کوئی کام ادھورا نہیں چھوڑتا۔ چونکہ اسے عمارت ہی میں چھپا رہنا تھا.... اس لئے اس نے محکمہ ٹیلی فون کے کسی آفیسر سے گٹھ جوڑ کر کے یہ حرکت کی تھی ورنہ بعد میں اصل مستری کے پہنچنے پر بھانڈا پھوٹ جاتا اور وہ لوگ محتاط ہو جاتے۔"

"واقعی وہ بہت چالاک ہے....!"

"تنویر کا معاملہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ سکا! لہٰذا میں نے اُسے ہدایت کر دی ہے کہ خود کو تنویر پر ظاہر نہ کرے....!"

"جولیا تم سچ مچ بے حد عقلمند ہوتی جا رہی ہو۔" عمران نے کہا۔ "لیکن کیا تنویر وہاں سے نکل آنا چاہتا ہے۔"

"صفدر کا بیان ہے کہ وہ بے حد اکتایا ہوا نظر آتا ہے۔"

عمران نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ تھوڑے توقف کے ساتھ اُس نے اُسے بلیک زیرو کے فون نمبر بتا کر کہا۔ "اب مجھے اس نمبر پر رنگ کرنا۔"

"بہت بہتر جناب!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

آج رات اُسے بے حد مشغول رہنا تھا اسی لئے اُس نے جولیا کو بلیک زیرو کے نمبر بتا دیئے

تھے۔ وہ بحیثیت ایکس ٹو جولیا کی کالیں ریسیو کر کے اطلاعات نوٹ کرتا رہتا اور پھر جب بھی موقع ملتا عمران براہِ راست اس سے معلومات حاصل کر لیتا۔

وہ ساؤنڈ پروف کمرے میں واپس آیا جہاں ٹیکسی ڈرائیور قید تھا۔

"کیوں.... کیا تم خاموش ہی رہو گے۔" عمران غرایا۔

"میں کچھ نہیں جانتا جناب.... اُس کے علاوہ جو کچھ آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"تم ہف ڈریک کو بھی نہیں جانتے....!"

"ہف ڈریک....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر عمران نے اس کے چہرے کی رنگت زرد ہوتے دیکھی۔ اُس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"اب....!" وہ مضمحل آواز میں بولا۔ "اگر آپ نے مجھے چھوڑ بھی دیا تو یہ میرے لئے بالکل فضول بلکہ انتہائی خطرناک ہوگا۔"

"کیوں....؟"

"اگر آپ ہف ڈریک تک پہنچ گئے ہیں اور اُسے کسی طرح اس کا علم ہو گیا تو وہ یہی سمجھے گا کہ آپ کی معلومات کا ذریعہ میں ہی ہوں۔ پھر نتیجہ جو کچھ بھی ہو گا ظاہر ہے۔"

"کیا نتیجہ ہوگا۔"

"وہ لوگ مجھے پاتال سے بھی نکال کر قتل کر دیں گے.... وہ ایسے ہی خطرناک لوگ ہیں۔"

"تو تم ایسی صورت میں خود کو یہاں محفوظ تصور کرتے ہو۔"

"اُسی وقت تک جب تک ان لوگوں کی رسائی یہاں تک نہ ہو۔"

"یہاں ان کی رسائی ناممکن ہے۔"

"تب میں اپنی بقیہ زندگی اس چوہے دان ہی میں بسر کر دینا بہتر سمجھوں گا۔"

"لیکن ان کے متعلق کچھ بتانا بھی پسند نہ کرو گے۔"

"جو کچھ بھی مجھے معلوم ہے ضرور بتاؤں گا.... وہ انتہائی پراسرار اور حیرت انگیز لوگ ہیں اور انہیں کسی کی پرواہ بھی نہیں ہے۔ میں آپ کو ان کے متعلق اپنی معلومات کی حد تک بتا بھی دوں تو آپ ان کے خلاف ثبوت نہیں مہیا کر سکیں گے۔ مجھے یقین ہے!"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "ان کے پاس حیرت انگیز چیزیں ہیں! چیزوں سے مراد ہے سائنٹیفک ایجادات اور میں ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکا کہ وہ کس ملک کے جاسوس ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ ویسے ان دنوں ان کی توجہ کا مرکز ڈاکٹر داور کی ایٹمی تجربہ گاہ بنی ہوئی ہے۔"

عمران نے ایک طویل سانس لے کر پلکیں جھپکائیں۔

اور وہ کہتا رہا۔ "وہ لوگ چوروں کی طرح تجربہ گاہ میں داخل ہو کر کوئی چیز تلاش کرتے ہیں! ڈاکٹر داور کو شبہ ہو گیا ہے اس لئے وہ آج کل راتیں بھی تجربہ گاہ ہی میں گذارتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اس کی موجودگی میں بھی تجربہ گاہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کے پاس ایک چھوٹی سی مشین ہوتی ہے جس کے ذریعہ باہر ہی سے تجربہ گاہ کے اندر ایک قسم کی بے رنگ و بو گیس منتشر کر دیتے ہیں۔ بس اندر جو کوئی بھی موجود ہو اس گیس کے اثر سے اُس کا سو جانا لازمی ہو جاتا ہے.... ایک دن ان کی کوئی چیز تجربہ گاہ میں گر گئی تھی جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہو سکا لیکن جب وہ چیز ایک سرخ رنگ کے پیکٹ میں رکھ کر محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کو بھجوائی گئی تو انہیں اس کا علم ہو گیا اور وہ اُسے حاصل کر لینے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ چیز ڈاکٹر داور نے اپنے اس شبہے کے تحت ڈائریکٹر جنرل کو بھجوائی تھی کہ تجربہ گاہ میں کوئی نامعلوم آدمی پراسرار طور پر داخل ہو کر ان کی مشینوں کا جائزہ لیتا ہے۔"

"وہاں گر جانے والی چیز کیا تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"ایسی ہی تھی کہ ڈاکٹر داور جیسے سائنٹسٹ کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکی تھی۔"

"اوہ.... بولو.... بھی کیا چیز تھی۔"

"نام میں بھی نہیں جانتا۔ لیکن میں نے اُسے دیکھا ضرور ہے اور اس کے استعمال سے بھی واقف ہوں۔ مگر مجھے شائد ان کی لاعلمی میں اس کا استعمال معلوم ہو گیا تھا۔ ورنہ شائد وہ تو مجھے اس کی ہوا بھی نہ لگنے دیتے۔ آج بھی مجھ سے انہیں یہی توقع ہو گی کہ اگر میں اس سرخ پیکٹ کو حاصل کر سکا تو اسے کھولے بغیر ہی ان تک پہنچا دوں گا۔"

"ٹھہرو....!" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ سامنے والی دیوار پر ایک سبز رنگ کا بلب روشن ہوتے اور بجھتے دیکھ رہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپریشن روم میں فون پر کسی کی کال آئی تھی۔ وہ اُسے انتظار کرنے کا اشارہ کرتا ہوا ساؤنڈ پروف کمرے سے باہر نکل گیا۔

سنہری لڑکی نے شمی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فے گراز میں جا بیٹھی۔ آج بھی اُس نے اس کا دل توڑ دیا تھا۔ یعنی اس کے ساتھ اس کے گھر جانے پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ شمی کو بڑا افسوس تھا۔ آج بھی وہ نوکروں کو بنگلے سے ٹال دینے میں کامیاب ہوگئی تھی اور سارے انتظامات مکمل تھے۔

آج پھر سنہری لڑکی نے باتوں ہی باتوں میں سارا وقت ختم کر دیا تھا اور پھر یک بیک چونک کر بولی تھی کہ اب اُسے واپس چلا جانا چاہئے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے سیارے کے کسی ویران حصے میں جا پڑے۔ شمی دور ہٹ گئی۔ فے گراز زمین سے صرف ایک گز بلند ہو کر معلق ہو گیا۔ شمی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتی رہی.... دفعتاً وہ پھر زمین پر گرا اور لڑھکتا ہوا سمندر میں جا پڑا۔

شمی نے ٹارچ روشن کی اور گرتی پڑتی کنارے کی طرف بھاگی۔ لیکن پانی کی سطح پر کچھ بھی نہ نظر آیا۔ البتہ بڑی بڑی لہروں کا دائرہ دور تک پھیل رہا تھا۔

تو وہ غرق ہو گئی.... شمی نے سوچا اور بُری طرح کانپنے لگی! ٹارچ اب بھی روشن تھی اور روشنی کا دائرہ پانی کی سطح پر تھا۔ شمی کا دل بھر آیا اور اس کے گالوں پر موٹے موٹے قطرے ڈھلکنے لگے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ دہاڑیں مار مار کر روئے لیکن اس نے اپنے ذہن کو قابو میں رکھا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اس سنہری لڑکی کے لئے کیا کرے.... کیا وہ اب اسے دوبارہ نہیں ملے گی۔ کبھی نہیں.... نہ جانے کیوں! اس کا تصور بھی اُس کے لئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ آخر وہ اس کی تھی کون۔ کیا خون کا کوئی رشتہ تھا.... پھر؟

وہ وہیں خیالات میں کھوئی رہی! ٹارچ اب بھی روشن تھی اور روشنی کا دائرہ پانی کی سطح پر تھا۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ کوئی تیرتا ہوا کنارے کی طرف آ رہا ہے۔ شمی کا دل دھڑکنے لگا اور پھ وہ ڈر گئی کیونکہ وہ ایک عجیب قسم کا سمندری جانور تھا۔ ایک بہت بڑے کیکڑے سے مشابہ.... پھ وہ پوری طرح ٹارچ کی روشنی کے حیطۂ عمل میں آگیا۔

اور دوسرے ہی لمحہ میں شمی کا دل خوشی سے ناچ اٹھا کیونکہ آنے والے نے اپنے چہرے سے حفاظتی نقاب ہٹا دیا تھا.... یہ سنہری لڑکی تھی۔ مگر اس کے چہرے سے بدحواسی ظاہر ہو رہی

تھی۔ شمی بے اختیار اُس سے لپٹ گئی۔

پھر اُس نے اس کی سسکیاں سنیں! سنہری لڑکی کسی ننھی سی بچی کی طرح رو رہی تھی۔

"چلو.... خدا کے لئے اب تو چلو! میرا خیال ہے کہ تمہاری اڑنے والی مشین غرق ہو گئی۔"

شمی نے کہا۔ لیکن لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا اور شمی کی دانست میں دیتی بھی کیسے کیونکہ اس کے کانوں پر کپل ٹیگاز کے ہیڈ فون نہیں تھے۔

شمی اُسے گھر کی طرف کھینچنے لگی.... سنہری لڑکی نے رضامندی نہیں ظاہر کی۔ بلکہ اس کے ساتھ چلتی رہی۔ شمی اُسے بنگلے میں لے آئی.... سیدھی اپنی خواب گاہ میں لیتی چلی گئی۔

سنہری لڑکی بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی تھی۔ اب وہ رو تو نہیں رہی تھی مگر اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

شمی نے اشارے سے اُسے غوطہ خوری کا لباس اتارنے کو کہا.... اور سنہری لڑکی اس طرح چونکی جیسے اسے اب احساس ہوا ہو کہ اُس کے جسم پر غوطہ خوری کا لباس موجود ہے۔

اس نے غوطہ خوری کا لباس اتار دیا۔ لیکن اب اس کے جسم پر وہی لباس نظر آ رہا تھا جسے دیکھ کر کچھ دن پہلے شمی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں اس نے اپنا سلیپنگ گاؤن اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ شمی سوچ رہی تھی کہ اب وہ اُس کا غم کیسے بٹائے گی۔ کیونکہ خیالات کی ترجمانی کرنے والی مشین کپل ٹیگاز اب اس کے پاس نہیں ہے.... بیچاری لڑکی۔ شمی کا دل پھر بھر آیا۔ لیکن وہ کوشش کر رہی تھی کہ آنسو نہ نکلیں۔ سنہری لڑکی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

دفعتاً وہ غوطہ خوری کا لباس الٹنے لگی۔ پھر اس کے استر میں لگے ہوئے ایک جیب سے کپل ٹیگاز کے سیٹ نکالے۔

"اوہو.... یہ بہت اچھا ہوا۔" شمی بے ساختہ بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم انہیں بچا لائیں۔"

اس نے جھپٹ کر ایک سیٹ اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ اسے اپنے چہرے اور کانوں پر چڑھا رہی تھی۔

دوسری طرف سنہری لڑکی بھی سیٹ پوزیشن میں لا رہی تھی۔ "میں برباد ہو گئی۔ تباہ ہو گئی! اچھی لڑکی!" اس نے کہا۔

"کیا ہوا.... یہ کیا ہوا تھا۔"

"نے گراز سمندر میں غرق ہو گیا۔ اب میرے فرشتے بھی اسے نہیں نکال سکتے۔"

"مگر یہ ہوا کیسے۔"

"اچانک اسمیں کوئی خرابی واقع ہو گئی تھی... اب میں کیا کروں گی۔ میں کیسے واپس جاؤں گی۔"

"میں تمہارے لئے بے حد مغموم ہوں۔ پاپا سے کہوں گی وہ تمہیں اپنی بیٹی بنالیں۔"

"ناممکن میں کسی کے سامنے نہیں آسکتی کبھی نہیں۔ میں خودکشی کرلوں گی۔"

"ضد نہ کرو۔"

"کچھ بھی ہو! یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔"

"آخر کیوں!"

"بس یونہی! مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔ میرے لئے اب مر جانے کے علاوہ اور کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی۔"

"اچھا اگر..... میں تمہیں دوسروں سے چھپاتی رہوں۔"

"اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں کچھ دن اور زندہ رہ سکوں۔"

شمی نے سوچا کہ وہ آہستہ آہستہ اسے راہ پر لے آئے گی۔ فی الحال اس مسئلے پر اُس سے بحث نہ کرنی چاہئے۔ اسے وہ تہہ خانے یاد آئے جو ڈاکٹر داور نے اس بنگلے میں کچھ ایسے سائینٹیفک طریقے سے بنوائے تھے کہ ان میں گھٹن کا احساس نہیں ہوتا تھا اور مہینوں آسمان دیکھنے کی خواہش کئے بغیر ان میں قیام کیا جاسکتا ہے! وہ تہہ خانے کیوں بنوائے گئے تھے اس کا علم شمی کو نہیں تھا۔

"میں تمہیں اس طرح چھپاؤں گی کہ کسی پرندے کی نظر بھی تم پر نہ پڑسکے گی۔" شمی نے اس سے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکے گا۔" سنہری لڑکی بولی۔

"نہایت آسانی سے۔" شمی نے کہا۔ "اس عمارت کے نیچے بڑے عمدہ تہہ خانے ہیں! تم ان میں یہی محسوس کرو گی کہ اپنے آرام دہ کمرے میں بیٹھی ہوئی ہو۔ وہ ایئر کنڈیشنڈ اور نہ جانے کیا کیا اَلا بلا ہیں۔ بہر حال ان میں گھٹن کا احساس نہیں ہوتا۔ خواہ تم سال ہا سال ان میں قیام کرو۔"

سنہری لڑکی شمی کے ہاتھ چومنے لگی۔

رحمان صاحب اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئے لیکن وہاں عمران کو دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ بڑے اطمینان سے آرام کرسی پر دراز تھا۔ رحمان صاحب کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم یہاں کیسے....؟"

"میں تو آپ کے ساتھ ہی آیا تھا۔"

"کیا بکتے ہو! سنجیدگی اختیار کرو! ورنہ۔"

"یقین کیجئے! میں آج کل اتنا سنجیدہ ہوں کہ خود بھی بعض اوقات اپنی عقل پر رونا آتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہی آفس سے گھر آیا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کیسے اندر داخل ہوئے ہو۔ عمارت کے گرد فوج کا پہرہ ہے۔ مجھے راستہ بتاؤ.... جدھر سے آئے ہو۔ تاکہ میں وہاں بھی آدمی لگاؤں۔"

"آپ کو میں ہی گھر لایا تھا۔"

"عمران....!"

"یقین نہ آئے تو ڈرائیور سے پوچھ لیجئے گا۔ میں نے آپ کے آفس ہی میں اسے روک دیا تھا۔ وہ اس وقت اطمینان سے وہاں آپریشن روم میں بیٹھا ہو گا اور شائد اس کے سونے کا انتظام بھی ہو جائے۔ ڈاڑھی والے ڈرائیور کا یہی فائدہ ہے میک اپ میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔"

"تم ڈرائیور کے میک اپ میں تھے۔"

"جی ہاں....!"

رحمان صاحب کی آنکھوں سے بے اعتباری مترشح تھی۔ لیکن وہ خاموش ہی رہے۔ عمران کہتا رہا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ ہر اس آدمی کی نگرانی ہونے لگتی ہے جو آپ سے ملتا ہے۔ لیکن میں ان لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا جو آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

رحمان صاحب خاموشی سے عمران کو گھورتے رہے۔

"ہاں آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"یہ بتانے کے لئے کہ تم گدھے ہو۔"

"یہ میں بچپن ہی سے سنتا آیا ہوں ویسے اگر آپ نے اونٹ یا اود بلاؤ کہا ہوتا تو میں کوشش کرتا، تاکہ مجھے تشویش ہو جائے۔"

"سنو! میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے کہ اگر تمہیں اس ڈبے کا راز معلوم ہو جائے تو تم کیا کر سکو گے۔"

"اُس کا راز مجھے معلوم ہو چکا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے پیدائش سے اب تک کبھی کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کی۔"

"اس لئے تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ میک اپ کر لینا یا بعض گتھیوں کو سلجھا لینا کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔"

"میرے لئے وہ سرخ پیکٹ بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے! اور میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں کہ اب مجھے اس پیکٹ کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔"

"کیوں....؟"

"میں ڈاکٹر داور سے بھی اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔"

"اوہ....!" رحمان صاحب کا منہ کھل گیا۔ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں کیسے علم ہوا....!" میں نے سلطان کو بھی نہیں بتایا۔

"بس ہو گیا علم.... مگر آپ اس سنہرے اسفنج کے متعلق اب تک کیا معلوم کر سکے ہیں۔"

رحمٰن صاحب نے ایک طویل سانس لی۔ یک بیک ان کے خدوخال کا تیکھا پن غائب ہو گیا تھا۔ ان کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور یہی عمران کی سب سے بڑی جیت تھی۔ مسکراہٹ اور رحمٰن صاحب کے ہونٹوں پر.... خصوصاً عمران کے لئے تو انہونی بات تھی۔

"میں اسے ابھی تک نہیں سمجھ سکا!" انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

اور خود بھی بیٹھ گئے۔ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ "اسے نکالئے میں کوشش کروں گا کہ آپ اُسے سمجھ سکیں۔"

رحمان صاحب اٹھ کر چلے گئے۔ انداز سے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ خالی ہاتھ نہیں واپس

آئیں گے۔ عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑا اور ایک پیس منہ میں ڈال کر اُسے آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔

کچھ دیر بعد رحمان صاحب واپس آگئے۔

اُن کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سرخ پیکٹ تھا۔

انہوں نے اسے میز پر رکھ دیا.... اور میز کے قریب ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گئے۔

"اجازت ہے۔" عمران پیکٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو!" رحمان صاحب نے پیکٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر داور میرا پرانا دوست ہے۔ وہ نجی طور پر اس سنہرے اسفنج کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ جن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے ان کا کھوج نکالا جائے....!"

"جن لوگوں سے یہ تعلق رکھتا ہے وہ بھی میری نظروں میں ہیں۔"

"غیر ذمہ دارانہ گفتگو میں نہیں پسند کرتا۔" رحمان صاحب اُسے گھور کر غرائے۔

"اچھی بات ہے۔ بہر حال آپ ڈاکٹر کے متعلق یہ کہہ رہے تھے کہ وہ اس کی تفتیش فی الحال سرکاری طور پر نہیں کرانا چاہتا۔"

"ہاں۔ لیکن اب یہ سرکاری کیس بن چکا ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... آپ مطمئن رہئے۔ میں یہ پیکٹ آپ سے طلب نہیں کروں گا! لیکن آپ کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ اس اسفنج کا اپنے پاس رکھنا انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو اس کے کمالات دکھاؤں۔"

"چلو.... جلدی کرو۔ مجھے سونا بھی ہے۔ آج کل میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ اوہ.... مگر ٹھہرو.... تم نے اس ٹیکسی ڈرائیور سے اس کے متعلق معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

"مگر یہی کتنا مشکل کام تھا ڈیڈی کہ میں نے چھ آدمیوں میں سے ایک کو چن لیا اور وہی کام کا آدمی نکلا....!"

"مگر وہ اب کہاں ہے!"

"سیکرٹ سروس والوں کے قبضے میں۔"

"تم ان کے لئے کام کرتے ہو۔"

"جی ہاں....!"

"کیا ملتا ہے!" رحمان صاحب نے بڑی حقارت سے پوچھا۔

"دھکّے!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کبھی آپ کی ڈانٹیں.... اور کبھی سوپر فیاض کی لال پیلی آنکھیں....!"

"پھر اس لغویت سے فائدہ....!"

"تجربات حاصل کر رہا ہوں۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

رحمان صاحب صرف دانت پیس کر رہ گئے۔

"ہاں تو پھر اجازت ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ہوں....!" رحمان صاحب نے ہونٹ بھینچ لئے.... اور دوسری طرف دیکھنے لگے۔ نہ جانے کیوں وہ یک بیک کچھ بیزار سے نظر آنے لگے تھے۔

عمران نے پیکٹ کھول ڈالا۔ اندر سے سنہرے رنگ کے اسفنج کا ایک ٹکڑا برآمد ہوا۔ عمران نے اسے دبا کر دیکھا اور پھر چھوڑ دیا اس نے اسفنج ہی کی طرح دب کر پھر اپنا اصل حجم اختیار کر لیا تھا۔ مگر وہ سونے کا تھا.... سو فیصدی سونے کا۔ عمران نے یہی اندازہ لگایا وہ معمولی اسفنج سے کچھ زیادہ ہی وزنی تھا۔

اب عمران نے مینٹل پیس سے ایک گلاس اٹھایا.... اور کوٹ کے اندرونی جیب سے ایک شیشی نکالی جس میں کوئی سیاہی مائل سیال تھا۔

اس نے شیشی گلاس میں الٹ دی....

"یہ کیا ہے....!" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"ایک کمپاؤنڈ جو ایسٹک ایسڈ اور ایمونیا سے تیار کیا گیا ہے!" عمران نے جواب دیا.... اور دوسرے ہی لمحے میں سنہرا اسفنج اٹھا کر گلاس میں ڈال دیا۔

"ارے یہ کیا کیا.... کیوں اسے ضائع کر رہے ہو۔"

عمران نے جواب دیا۔ "اگر اس کا وزن کم ہوا یا اس کی رنگت پر کوئی اثر پڑے تو مجھے یہیں گولی مار دیجئے گا۔"

دفعتاً رحمان صاحب نے دیکھا کہ گلاس سے ہلکے گلابی رنگ کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ لیکن اس میں کسی قسم کی بو نہیں تھی.... اور دیکھتے دیکھتے ہی ان کے چہرے پر حیرت کے آثار بھی نظر

آنے لگے کیونکہ اس دھوئیں سے مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ کی آواز آ رہی تھی۔

پھر یک بیک کوئی صاف آواز میں بولنے لگا۔ لیکن آواز اتنی ہلکی تھی کہ اس میز سے زیادہ دور تک نہیں پھیل سکتی تھی۔ مگر وہ زبان کون سی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

رحمان صاحب نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا! پھر سنہرا اسفنج گلاس میں سے نکال لیا.... اور اسے نچوڑتا ہوا بولا۔

"کیا آپ کے لئے یہ زبان نئی نہیں تھی۔"

"بالکل نئی....!" رحمان صاحب پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ "مگر یہ کیا بلا ہے۔"

"زہرہ کے باشندوں کا ٹرانسمیٹر۔"

"پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔"

"ابھی تک کی معلومات ہیں.... زہرہ کے باشندے ہماری زمین کو حرا.... م.... ارر.... ہپ.... ریامی کہتے ہیں اور زہرہ کو سپارسیا....!"

"کیا بک رہا ہے گدھے؟" رحمان صاحب گرجے۔

"ابھی تک کی معلومات اتنی ہی ہیں ڈیڈی.... اگر میں اس میں کوئی نئی چیز پیدا کر سکا تو وہ آپ سے پوشیدہ نہ رہے گی.... اب آپ اس سنہرے اسفنج کے متعلق مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ فرمائیے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ یہ ڈاکٹر داور ہی کے پاس پہنچ جائے، آج صبح اس نے مجھے فون کیا تھا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ مجھ پر ہونے والا حملہ اسی سے متعلق تھا تو اُس نے کہا کہ یہ اُسے واپس کر دیا جائے۔"

"میں یہ کام بخوبی انجام دے سکوں گا۔"

"تم ابھی مجھ کو اس کے خطرات سے آگاہ کر چکے ہو۔"

"جی ہاں! میں آپ کا سایہ اپنے سر پر قائم رکھنا چاہتا ہوں اس لئے عرض کیا تھا۔ ویسے میرا سایہ آج تک کسی کتے کے پلّے کے سر پر بھی نہیں پڑ سکا.... اس لئے میرا معاملہ الگ ہے....!"

"کیا بکتا ہے....!"

عمران پیکٹ کو اٹھا کر جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "اب آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ کی کار آپ کے آفس تک لے جاؤں وہاں سے ڈرائیور اسے واپس لائے گا۔"

"لے جاؤ.... مگر دیکھو....!" رحمان صاحب کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔

"جی ہاں....!"

"کچھ نہیں.... دراصل.... میں یہ اسفنج کسی دوسرے ذریعہ سے بھجوا دوں گا۔"

"اس سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو گا کہ اسی بہانے سے ڈاکٹر داور کا اعتماد حاصل کر سکوں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ریامی کے باشندے سپارسیا والوں سے ڈر جائیں گے۔ ارے میں زہرہ میں ہی جا کر اپنا بزنس اسٹارٹ کروں گا۔ ملیح آباد کے آموں کے قلم لے جاؤں گا.... امرود الٰہ آبادی کے قلم.... اور.... اَب اجازت دیجئے۔"

"عمران میں پھر سمجھاتا ہوں کہ تم اس چکر میں نہ پڑو.... یہ انتہائی خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں! اُسی ایکس ٹو کو بھگتنے دو۔"

"ہائیں آپ ایکس ٹو کو جانتے ہیں!"

"نہیں! صرف اتنا جانتا ہوں کہ ان لوگوں کا چیف ایکس ٹو کہلاتا ہے۔"

"بڑا بھیانک آدمی ہے ڈیڈی!" عمران احمقانہ انداز میں آنکھیں نچا کر بولا۔

"ہو گا....!" رحمان صاحب کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

"اچھا ڈیڈی.... اب میں دوبارہ میک اپ کروں گا۔ لہٰذا اجازت دیجئے۔"

"جاؤ....!" رحمان صاحب مردہ سی آواز میں بولے۔

عمران باہر نکل گیا۔ رحمان صاحب نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا تھا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے سر اٹھایا اب وہ بے حد مغموم نظر آ رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے چہرے پر کبھی سختی کے آثار نظر ہی نہ آئے ہوں۔

صفدر کوئینس روڈ کی بیسویں عمارت کی چھت پر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا پھر رہا تھا۔ وہ برآمدے کی چھت پر تھا اور سینے کے بل رینگتا ہوا کمروں کے روشندانوں میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ کمروں کی چھت برآمدے کی چھت سے تقریباً تین فٹ اونچی تھی.... اس لئے وہ روشندانوں سے بخوبی کمروں کے اندر کا حال دیکھ سکتا تھا.... اسے دراصل تنویر کی تلاش تھی۔

ایک کمرے میں وہ مل ہی گیا۔ مگر تنہا نہیں تھا۔ دو خوبصورت لڑکیاں اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی قہقہے لگا رہی تھیں۔ تنویر بھی ہنس رہا تھا۔ سامنے میز پر شراب کی بوتلیں گلاس اور سائیفن رکھے ہوئے تھے۔ تنویر کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔

لڑکیاں اسے چھیڑ چھیڑ کر خود بھی ہنس رہی تھیں اور اُسے بھی ہنسا رہی تھیں۔ ویسے صفدر اس وقت بھی یہی محسوس کر رہا تھا کہ تنویر کسی الجھن میں ہے۔

"تو پھر چلو گے میرے ساتھ۔" ایک لڑکی نے تنویر سے پوچھا۔

"یہ.... یہ.... بب بہت مشکل ہے۔" تنویر ہکلایا.... "بات دراصل یہ ہے کہ میں.... کبھی.... لڑکیوں کے ساتھ باہر.... نہیں نکلا! مجھے شرم آتی ہے۔"

"کیا شرم آتی ہے۔!" لڑکی نے اُسے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ جیسے تنویر نے اُسے گالی دی ہو۔

"سس.... سمجھنے کی کوشش کرو۔" تنویر انگلی اٹھا کر بولا۔ "میں بچپن ہی سے الگ تھلگ رہا ہوں.... اس لئے لڑکیوں سے مجھے شرم آتی ہے۔"

"تو تم اس وقت شرما رہے ہو....!"

"ہاں.... اُم....!"

دفعتاً دو آدمی صفدر پر ٹوٹ پڑے.... صفدر غافل تھا۔ اس لئے پہلے تو وہ اس پر چھا ہی گئے.... لیکن صفدر آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔ وہ اچھل کر دور جا کھڑا ہوا اور دوسرے ہی لمحہ میں ریوالور نکال کر بولا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"جیسے ہی ہم اپنے ہاتھ اٹھائیں گے نیچے سے تمہیں گولی ماردی جائے گی۔" ایک نے کہا۔ "تم چار رائفلوں کی زد پر ہو۔ بہتر یہی ہے کہ ریوالور نیچے ڈال دو۔"

دفعتاً صفدر نے نیچے گر کر ان میں سے ایک پر فائر کر دیا۔ وہ چیخ کر گرا.... اور دوسرا آدمی بوکھلا کر دوسری چھت پر کود گیا۔ لیکن نیچے سے ایک بھی فائر نہ ہوا.... صفدر نے سوچا کہ اب یہاں ٹھہرنا حماقت ہی ہو گی۔

وہ تیزی سے اس طرف آیا جہاں ایک لتر کے سہارے وہ اوپر آیا تھا.... وہ لتر کی مضبوط جٹائیں پکڑ کر دوسری طرف جھول گیا.... پھر زمین پر پہنچنے میں اُسے بدقت تمام تیس سیکنڈ لگے ہوں گے۔

لیکن اتنی ہی سی دیر میں اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا تھا.... لیکن شائد وہ لوگ ابھی تک اسے دیکھ نہیں پائے تھے۔ البتہ "لینا.... پکڑنا.... جانے نہ پائے....!" کا شور دور دور تک پھیل رہا تھا۔

ویسے اگر اُن میں سے کوئی بھی ٹارچ روشن کر لیتا تو صفدر کسی خارش زدہ گیدڑ کی طرح مارا جاتا اور اس پر اتنی گولیاں پڑتیں کہ اس کا جسم چھلنی ہو کر رہ جاتا۔ صفدر زمین پر پڑا ہوا کسی تیز رفتار سانپ کی طرح پھاٹک کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ روش کی دونوں طرف گلاب کی کیاریاں تھیں۔ گنجان اور اونچے پودوں کی وجہ سے وہ محفوظ رہا۔

مگر پھاٹک پر تو تین آدمی پہلے ہی سے موجود تھے.... صفدر رک گیا۔ وہ اب بھی اندھیرے ہی میں تھا.... نہ جانے کیوں اُن لوگوں نے پھاٹک کی روشنی بھی گل کر دی تھی۔

دفعتاً ایک بڑا سا پتھر صفدر کے ہاتھ آ گیا.... اس نے دوسرے ہی لمحے میں اسے نوکروں کے کوارٹر کی طرف اچھال دیا.... وہ صبح ہی دیکھ چکا تھا کہ ان کوارٹروں میں ٹین کے سائبان تھے پتھر ایک زور دار چونکا دینے والی آواز کے ساتھ کسی سائبان پر گرا.... اور پھاٹک پر نظر آنے والے تینوں آدمی بے تحاشہ دوڑتے ہوئے کوارٹر کی طرف چلے گئے۔

بس پھر صفدر پھاٹک کے باہر تھا.... اندر کا شور برابر جاری رہا۔

❖

عمران ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ کے قریب پہنچ چکا تھا! لیکن اُسے علم تھا کہ وہ آسانی سے اندر نہیں داخل ہو سکے گا کیونکہ چہار دیواری کے پھاٹک پر پٹھان چوکیداروں کی پوری فوج رہا کرتی تھی۔

یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ رحمان صاحب کے حوالے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا۔ وہ باہر رحمان صاحب کا نام بھی نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ عمارت کی پشت ہی پر کوئی راستہ تلاش کیا جائے۔ آخر وہ پراسرار آدمی تجربہ گاہ میں کیسے داخل ہوتے ہوں گے۔ پھاٹک کی طرف سے تو ان کی رسائی ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ سوچ کر اس نے پھاٹک کی طرف جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

وہ تجربہ گاہ کی عمارت کی پشت کی جانب جا رہا تھا۔ ادھر تھوڑے ہی فاصلے پر سمندر کی لہریں ساحل سے ٹکراتی تھیں۔ مگر یہ لہریں سست رو تھیں اس لئے ان کے ٹکراؤ سے رات کا سناٹا مجروح نہیں ہو رہا تھا۔

اچانک عمران چلتے چلتے رک گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قریب ہی کہیں دو آدمی لڑ پڑے ہوں.... غراہٹ کسی آدمی ہی کی تھی اور اسے غیر ارادی ہی کہا جا سکتا تھا کیونکہ وہ زیادہ بلند نہیں ہوتی تھی۔

اس نے جیب سے ٹارچ نکالی.... اور اس کا رخ آواز کی سمت ہو گیا۔ روشنی کا دائرہ دو آدمیوں پر پڑا جو ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک کے جسم پر غوطہ خوری کا لباس تھا۔ اس شخص کا چہرہ حفاظتی نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ دوسرا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی اور بال الجھے ہوئے تھے لباس جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا۔ گو اس وقت اس کی حالت ابتر تھی لیکن پھر بھی وہ نچلے طبقے کا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا اور اس کے لڑنے کے انداز سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ محض اپنی جسمانی قوت کی بناء پر جما ہوا ہے۔ لڑائی بھڑائی کا تجربہ نہیں رکھتا جیسے ہی اُن پر ٹارچ کی روشنی پڑی غوطہ خور اچھل کر پیچھے ہٹ گیا اور اسی وقفے میں اس نے ریوالور بھی نکال لیا تھا.... مگر عمران بھی غافل نہیں تھا پہل اس سے ہی ہوئی۔

اس کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور غوطہ خور کا ریوالور دور جا گرا.... ادھیڑ آدمی زمین پر پڑا ہانپ رہا تھا۔

غوطہ خور نے دوسرے ہی لمحے میں پانی میں چھلانگ لگا دی.... اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے غائب ہو گیا۔ عمران نے جھپٹ کر ادھیڑ آدمی کو زمین سے اٹھایا.... اٹھتے وقت اس کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکل گئی تھی۔

عمران نے اس کے قریب ہی غوطہ خوری کا لباس پڑا ہوا دیکھا اور الجھن میں پڑ گیا۔

"وہ.... وہ....!" ادھیڑ آدمی ہانپتا ہوا بولا.... "مجھے زبردستی غوطہ خوری کا لباس پہنانا چاہتا تھا۔"

"آپ کون ہیں....!" عمران نے پوچھا۔

"اوہ.... میں.... میں....!" ادھیڑ آدمی خاموش ہو گیا۔

"ہاں.... کہئے.... آپ کون ہیں اور وہ کون تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں ٹھیک ہی وقت پر پہنچا ہوں۔"

"مم.... میں ڈاکٹر داور ہوں!" اس آدمی نے عمارت کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اس تجربہ گاہ کا انچارج۔"

"اوہ....!" عمران اسے گھورنے لگا.... پھر اس نے غوطہ خوری کا لباس اٹھا لیا۔

"آپ کا میں شکر گذار ہوں۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔

"اور میں آپ ہی سے ملنا چاہتا تھا...." عمران بولا۔ "مجھے رحمان صاحب نے بھیجا ہے۔"

"اوہ.... تو آؤ.... آؤ.... اِسے پانی میں پھینک دو۔ یہ لباس اُسی کے پاس تھا۔"

"آپ چلئے جناب....!" عمران نے لباس کو اپنے بائیں ہاتھ پر سنبھالتے ہوئے کہا۔ "مجھے رحمان صاحب نے بھیجا ہے.... اس لئے میں اس لباس کو پانی میں نہیں پھینک سکوں گا۔"

ڈاکٹر داور آگے بڑھ گئے وہ تجربہ گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ عمران ان کے پیچھے چلتا رہا مگر ڈاکٹر داور کا رخ پھاٹک کی طرف نہیں تھا۔ وہ نرکل کی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر رک گئے اور عمران کی طرف مڑ کر بولے.... "چلے آؤ۔"

عمران ان کے ساتھ ہی جھاڑیوں میں گھس پڑا.... دیوار سے ملا ہوا اُسے ایک زینہ نظر آیا۔ دونوں اوپر چڑھتے چلے گئے۔

اوپر پہنچ کر وہ ایک چھوٹی سی کھڑکی میں داخل ہوئے اور عمران بولا۔ "غالباً.... وہ لوگ اسی راستے سے داخل ہوئے ہوں گے۔ یہ خطرناک ہے۔"

"قطعی خطرناک نہیں ہے۔ یہ راستہ بھی اندر ہی سے بنایا جا سکتا ہے۔ زینے.... میکنزم پر ہیں.... یہ دیکھو باہر کھڑکی سے۔"

عمران نے باہر دیکھا.... زینے اٹھتے ہوئے اوپر کی طرف جا رہے تھے.... اور ڈاکٹر داور کا ہاتھ دیوار پر لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ پر تھا۔ زینے چھت پر جا کر غائب ہو گئے۔

"اور اب یہ کھڑکی بھی جا رہی ہے.... پیچھے ہٹ آؤ....!"

عمران پیچھے ہٹا ہی تھا کہ دیوار برابر ہو گئی۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"مگر آپ اِدھر گئے کیوں تھے؟"

"مجھے شبہ ہوا تھا کہ پانی کی سطح پر کوئی غیر معمولی چیز ہے۔"

"پھر بھی آپ کو تنہا نہ جانا چاہئے تھا۔"

"میں پاگل ہو جاتا ہوں جب یہ شبہ ہو جائے کہ کوئی میری دریافتوں پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ آج کل حالات ایسے ہی ہیں۔ مگر، تمہیں رحمان نے کیوں بھیجا ہے۔ تم کون ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ پہلے لباس تبدیل کر لیں۔"

"نہیں تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ پھٹا ہوا لباس میری شخصیت میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔"

"آپ زخمی ہیں! میں آپ کے جسم پر گہری خراشیں دیکھ رہا ہوں۔"

"ارے بھئی۔ تم بتاؤ کہ رحمان نے تمہیں کیوں بھیجا ہے۔"

"میں آپ کا سرخ پیکٹ واپس لایا ہوں۔"

عمران بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر داور سے غیر سنجیدہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"لاؤ....!" ڈاکٹر داور کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

"مگر میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کیونکہ میں نے اس سنہرے اسفنج پر ایک تجربہ کیا تھا، جو سو فیصد کامیاب رہا۔"

"تجربہ.... تم نے.... کامیاب رہا....!" ڈاکٹر داور نے رک رک کر حیرت سے کہا، پھر یک بیک چونک کر بولے۔

"لاؤ پیکٹ کہاں ہے!"

"اوہ.... پیکٹ.... جی ہاں.... یہ رہا۔" عمران نے پیکٹ نکال کر اُن کی طرف بڑھا دیا۔

انہوں نے اسے کھول کر دیکھا اور دوبارہ بند کرتے ہوئے عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔

عمران بالکل احمق نظر آ رہا تھا۔ سو فیصدی....! ڈاکٹر داور نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے انہیں یقین نہ آیا ہو کہ رحمان صاحب نے کسی ایسے بیوقوف آدمی پر اعتماد کر لیا ہو گا۔

"تم نے اس پر کیا تجربہ کیا تھا....!"

"بس کیا تھا....! آپ کے سامنے بھی کر سکتا ہوں.... بس ایسٹیک ایسڈ اور لکوئڈ امونیا کا کمپاؤنڈ مجھے منگوا دیجئے۔"

یہ ایک کشادہ کمرہ تھا.... اور یہاں چاروں طرف دیواروں پر بڑے بڑے چارٹ اور نقشے

نظر آرہے تھے.... یہاں ان کی موجودگی عمران کی سمجھ میں نہ آسکی۔

ایک طرف ایک بڑی میز بھی تھی جس کے گرد چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر داور نے سوئچ بورڈ پر نظر آنے والے بٹنوں میں سے ایک پر انگلی رکھ دی اور عمران سے بولے۔ "بیٹھ جاؤ" پھر انہوں نے پوچھا۔ "ہاں دونوں کی مقدار۔"

"ایک ایک اونس کافی ہوں گے.... " عمران نے جواب دیا۔

ڈاکٹر داور نے سوئچ بورڈ کے بٹن سے انگلی ہٹائی تھی کچھ دیر بعد ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

ڈاکٹر داور نے پیڈ پر کچھ لکھا اور کاغذ پھاڑ کر اُس کی طرف بڑھادیا۔

اس آدمی کے چلے جانے کے بعد عمران نے کہا۔ "کیا آپ اس آدمی کے متعلق بتا سکیں گے جو آپ کو غوطہ خوری کا لباس پہنانا چاہتا تھا۔"

"اُسکے متعلق میں کیا بتا سکوں گا؟ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ مجھے بھی غوطہ لگانے پر مجبور کرتا۔"

"تب پھر کسی نہ کسی پر آپ کو شبہ ضرور ہوگا۔"

"مجھے تو آج کل ساری دنیا پر شک ہے! اسے فی الحال الگ رکھو! یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کسی ملک کے جاسوس میرے مشاغل پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ میں تم سے اس تجربے کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں! پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا رحمان صاحب سے کیا تعلق ہے۔"

"فی الحال اتنا ہی سمجھئے کہ میری وساطت سے رحمان صاحب یہ پیکٹ آپ تک پہنچانا چاہتے تھے۔"

"لیکن تم نے اسے راستے ہی میں کھول ڈالا۔" ڈاکٹر داور نے ناخوشگوار لہجے میں کہا "اور یہی نہیں بلکہ اب مجھے کسی تجربے کی کہانی بھی سنانے والے ہو۔"

"آپ اس سنہرے اسفنج کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے؟"

"صرف اسی حد تک کہ وہ کن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے!"

"سپارسیا کے باشندوں سے۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"سپارسیا!" ڈاکٹر داور نے پلکیں جھپکائیں۔

"جی ہاں....! زہرہ والے زہرہ کو سپارسیا کہتے ہیں.... اور ہماری زمین کو ریامی کہتے ہیں!"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم....!"

"کمپاؤنڈ آجانے دیجئے! مین ثابت کروں گا۔"

"میں کہتا ہوں تم نے رحمان صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر پیکٹ کھولا ہی کیوں!"

"اوہو.... یہ تجربہ تو میں نے ان کے سامنے ہی کیا تھا۔"

"سچی بات کہہ دو۔" ڈاکٹر داور اسے گھورتے ہوئے بولے۔

"فون موجود ہے۔" عمران نے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کیا۔ "اگر آپ کو رحمان صاحب کے نمبر نہ یاد ہوں تو میں بتادوں!"

ڈاکٹر داور کی آنکھوں سے الجھن مترشح تھی! نہ انہوں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور نہ کچھ بولے.... لیکن وہ عمران کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔

اتنے میں وہی آدمی ایک بیکر میں مینشکر کے تیزاب اور رقیق نوشادر کا مرکب لایا۔ بیکر میز پر رکھ دیا گیا.... آدمی ڈاکٹر داور کے اشارے پر باہر جاچکا تھا۔

"اب آپ خود ہی اس اسفنج کو اس میں ڈال دیجئے۔"

"یقیناً....!" ڈاکٹر داور نے میز کی دراز میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ پھر اُس میں سے ان کا ہاتھ خالی نہیں نکلا.... اس میں ریوالور تھا اور ریوالور کا رخ عمران کی طرف تھا۔

"میں اس ٹکڑے کو اس مرکب میں ڈالنے جارہا ہوں۔" انہوں نے گونجیلی آواز میں کہا۔

"لیکن ایسا کرنے سے یہ ضائع ہوگیا تو میں بے دریغ تم پر فائر کردوں گا۔"

"مگر یہ کس قسم کا انصاف ہوگا ڈاکٹر صاحب! ضائع یہ ہوگا اور آپ گولی مجھے ماریں گے۔"

ڈاکٹر داور نے اسفنج مرکب میں ڈال دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ان کا ریوالور والا ہاتھ خود بخود میز پر گر گیا۔ ریوالور بھی غالباً بے خیالی ہی میں ان کے ہاتھ سے الگ ہوگیا تھا۔

وہ میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے.... بیکر سے نکلنے والے ہلکے گلابی دھوئیں کو حیرت سے گھور رہے تھے۔ بھنبھناہٹ کی آواز آہستہ آہستہ کسی نامعلوم زبان کے الفاظ میں تبدیل ہوتی جارہی تھی۔

پھر اُن کے ہونٹ ہلے ہی تھے کہ عمران نے انگلی اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ کچھ دیر بعد عمران نے اس میں سے اسفنج نکال کر دوبارہ پیکٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اس میں سے ایک رتی بھی ضائع ہوا تو یقیناً مجھے گولی مار دیجئے۔"

"تم کون ہو لڑکے....!" ڈاکٹر داور نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بس ایک طالب علم۔ مجھے ایسی چیزوں سے دلچسپی ہے۔"

"آخر تم نے کس بناء پر یہ تجربہ کر ڈالا تھا۔"

"بس یونہی....!"

"ٹھہرو....!" ڈاکٹر داور نے کہا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگے لیکن عمران کا اندازہ بھی غلط نہیں نکلا کیوں کہ انہوں نے رحمان صاحب ہی کو مخاطب کیا! وہ تقریباً تین منٹ تک گفتگو کرتے رہے اور یہ گفتگو عمران ہی کے متعلق تھی...ریسیور رکھ کر ڈاکٹر داور مسکرائے۔

"تو تم....عمران ہو!"

"جج....جی ہاں....!" عمران کچھ اس انداز میں بوکھلا کر بولا جیسے یک بیک اٹھ کر بھاگ نکلے گا۔

"مگر بیٹے! اس تجربے کا خیال کیسے آیا تھا تمہیں!"

"پتہ نہیں....! مجھے خود بھی حیرت ہے۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا....!"

"خیر....ہاں....ابھی آپ نے جو آوازیں سنی تھیں ان کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"کیا خیال ظاہر کروں جب کہ وہ زبان میرے لئے ناقابل فہم تھی.... فرنچ، جرمن اطالوی، روسی، اسپینی اور پرتگالی زبانوں سے میں واقف ہوں.... یہ ان میں سے تو ہرگز نہیں تھی.... میرا خیال ہے وہ سرے سے کوئی زبان ہی نہیں تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ زبانی اشارے رہے ہوں....اوہ کیا اسی بناء پر تم سیاروں کے قصے لے بیٹھے تھے۔ نہیں بچے....تم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ سائنٹیفک فراڈ کا دور ہے۔"

"سائنٹیفک فراڈ....!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں....میں اسے سائنٹیفک فراڈ ہی کا دور کہوں گا۔ اب یہ جو مصنوعی سیاروں کا چکر چل رہا ہے یہ کیا ہے؟ کیا یہ ایک بین الاقوامی فراڈ نہیں ہے۔ کیا آج تک ان کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہوسکی ہیں۔ ویسے ان کے دو ہی مقصد ہوسکتے ہیں.... اس میدان میں اپنی برتری جتا کر دوسروں کو مرعوب کرنا یا دوسروں کو دھوکے میں ڈال کر کسی مہلک ترین حربے کا تجربہ کرنا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان مصنوعی سیاروں کی گردش کے بھی وہی اسباب ہیں، جو کائناتی سیاروں کی گردش کے ہیں! کبھی نہیں۔ یہ مصنوعی سیارے زمین کی قوت کشش کی حدود کے اندر ہیں۔ لہٰذا ان کی گردش کا انحصار خود انہیں کے میکنزم پر ہوسکتا ہے اور میں نے تو ان سیاروں کو خلاء میں رکتے بھی

دیکھا ہے.... یہ دراصل وائرلیس کے ذریعہ کنٹرول کئے جاتے ہیں اور جہاں سے کنٹرول کئے جاتے ہیں وہیں ایک ایسا رڈار بھی موجود ہے جس پر ان کی گذرگاہ واضح ہوتی رہتی ہے۔"

"لیکن ایسا کوئی رڈار بنانا بہت مشکل کام ہے جس پر ساری دنیا کی فضا کی سراغرسانی ہو سکے!" عمران نے کہا۔

"یقیناً مشکل ہے.... مگر ناممکن نہیں....اور ایسا رڈار بنانے کا ذریعہ اڑن طشتریاں بنی ہیں، جو پچھلے کئی برسوں سے دنیا کے مختلف حصوں میں دیکھی جاتی رہی تھیں!"

"میں نہیں سمجھا....جناب!"

"آؤ.... میرے ساتھ آؤ.... میں تمہیں سمجھاؤں گا! مجھے خوشی ہے کہ تم اس طرح میرے ہاتھ لگ گئے میں نے پہلے ہی تمہارے تذکرے سنے ہیں!"

ڈاکٹر داور عمران کو اپنی تجربہ گاہ کے ایک ایسے حصے میں لائے جہاں چاروں طرف مختلف قسم کی مشینیں نظر آرہی تھیں اور چھت سے کچھ نیچے برقی تاروں کا جال سا بچھا ہوا تھا۔

لیکن عمران تو شیشے کے اس پائپ کو بغور دیکھنے لگا تھا جس کا قطر تقریباً ایک فٹ ضرور ہوگا.... اور یہ پائپ ایک میز سے شروع ہو کر چھت تک چلا گیا تھا۔ بلکہ عمران کا اندازہ تو یہ تھا کہ وہ چھت سے بھی گذر گیا ہوگا۔ میز کی سطح پر پائپ کے احاطے کے اندر کوئی چیز جو فٹ بال سے مشابہ تھی رکھی ہوئی تھی اس کا سائز بھی معمولی فٹ بال سے زیادہ تھا اور اس کی رنگت بھی براؤن ہی تھی۔

"آؤ....اِدھر آؤ...." ڈاکٹر داور نے ایک مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! عمران چپ چاپ ان کے قریب چلا گیا۔ ڈاکٹر داور کہہ رہے تھے۔ "کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں تم پر اعتماد نہ کروں۔ مجھے علم ہے کہ تم اس سے پہلے بھی بعض غیر ملکی جاسوسوں کو قانون کے حوالے کر چکے ہو۔ میں تمہیں ایک محب وطن کی حیثیت سے جانتا ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اس مشین پر دھندلے شیشے کی ایک بڑی اسکرین دیکھ رہا تھا جس پر سیاہ رنگ کی لکیروں اور نقطوں کی مدد سے کسی قسم کا چارٹ بنایا گیا تھا۔

"یہ ہے میرا تجرباتی رڈار.... جو فی الحال ماڈل کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکا! عالمی فضائی رڈار کے مقابلے میں اس کی وقعت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ بہرحال....میں

تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ عالمی رڈار کیسے بنائے جاسکتے ہیں.... اور ان پر مقامات کا صحیح تعین کیسے کیا جاسکتا ہے....!"

اور اُدھر دیکھو....!

ڈاکٹر داور نے شیشے کے پائپ کی طرف اشارہ کیا۔ "اسے میرا مصنوعی سیارہ سمجھ لو....! وہ جو ایک فٹ بال قسم کی چیز نظر آرہی ہے میں اسے وائرلیس سے کنٹرول کرتا ہوں!"

"مگر یہ راکٹ کیسا ہے....!" عمران نے شیشے کے پائپ کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ....!" ڈاکٹر داور کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "یہ راکٹ نہیں ہے.... بلکہ وہ راستہ ہے جس سے گذر کر یہ سیارہ فضا میں بلند ہوتا ہے.... اس کا فاصلہ سطح زمین سے اتنا زیادہ نہیں ہوتا جتنا اُن سیاروں کا ہوتا ہے جو آج کل بعض ممالک کی طرف سے فضا میں پھینکے جارہے ہیں۔ اس لئے راکٹ اس کے لئے غیر ضروری ہے اور میرا یہ رڈار بھی صرف اسی شہر کی فضا سے متعلق ہے.... ٹھہرو.... میں آج اس پر بعض نئے مقامات کا اضافہ کروں گا تاکہ تم اسے سمجھ سکو!" مشین کے اوپر ہی دیوار پر ایک فون نصب تھا ڈاکٹر داور نے ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولے "ہیلو.... ارشاد.... پانچ منٹ کے اندر اندر سب کو اطلاع دے دو میں فلک پیما چھوڑنے جارہا ہوں.... سب اپنے اپنے ٹرانسمیٹروں پر چلے جائیں اور چاروں طرف نظر رکھیں.... آج میں کچھ نئے راستے بناؤں گا! اس لئے ان کی گاڑیاں بھی تیار رہنی چاہئیں!" ریسیور رکھ کر وہ پھر عمران کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"پانچ منٹ بعد میں اسے چھوڑوں گا!" انہوں نے فٹ بال نما چیز کی طرف اشارہ کیا۔ "تم اس اسکرین پر بھی نظر رکھنا اور اس پر بھی۔"

عمران بے چینی سے کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے چونک کر کہا "ڈاکٹر صاحب! ہم اُس غوطہ خوری کے لباس کو وہیں چھوڑ آئے ہیں۔"

"وہ وہیں رہے گا۔"

"میں مطمئن نہیں ہوں۔"

"اگر غائب ہی ہوگیا تو کیا ہوگا۔"

"ایک بہت بڑا نقصان! میں عرصہ سے یہ محسوس کررہا تھا کہ ہمارے سمندروں میں کسی قسم

کی کوئی غیر معمولی حرکت ہو رہی ہے آخر وہ آدمی آپ کو غوطہ لگانے پر کیوں مجبور کررہا تھا۔"

"آہا.... میں تو اس کے متعلق بھول ہی گیا تھا۔ ہاں یہ بات قابل غور ہے۔ مجھے اسے ضرور اہمیت دینی چاہئے! مگر عمران میرا ذہن اس بُری طرح الجھا رہتا ہے کہ میں بہتیری اہم باتیں بھول جاتا ہوں مگر وہ میرے کاموں سے متعلق نہیں ہوتیں! اپنے کام تو مجھے ذرا ذرا سی تفصیل سمیت ہر وقت یاد رہتے ہیں! اچھا ٹھہرو۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ہم اس مسئلے پر بھی غور کریں گے کہ وہ غوطہ لگانے پر کیوں مجبور کررہا تھا۔"

ڈاکٹر داور نے خاموش ہوکر اُسی مشین کا ایک بٹن دبایا اور اس کے ایک مسطح گوشے پر ایک جال دار خانہ سا ابھر آیا.... ڈاکٹر داور نے اس کے قریب منہ لے جاکر کہا۔ "ہیلو.... ہیلو.... کیا تم لوگ تیار ہو۔"

"تیار ہیں!" خانے سے بیک وقت کئی آوازیں آئیں۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے دھندلے شیشے کی اسکرین کو روشن ہوتے دیکھا۔ پھر جیسے ہی ڈاکٹر داور نے دوسرے بٹن پر ہاتھ رکھا فٹ بال نما چیز شیشے کے پائپ میں آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگی۔ ڈاکٹر داور نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔

اب عمران کو اسکرین پر ایک ننھا سا متحرک اور چمکدار نقطہ نظر آرہا تھا اور یہ نقطہ ایک سیاہ لکیر پر حرکت کررہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے فٹ بال نما چیز شیشے کے پائپ کے سرے پر پہنچ کر غائب ہوگئی۔

"اب تم اپنی نظر اسکرین ہی پر رکھو۔ یہ متحرک نقطہ دیکھو اب یہ اس لکیر پر آگیا ہے.... یعنی میرا مصنوعی سیارہ اب اپنے راستے پر لگ گیا ہے۔ لیکن ابھی روشن نہیں ہوا.... اس کی روشنی سرخ ہوتی ہے تاکہ یہ عام آدمیوں کو کوئی غبارہ معلوم ہو.... جیسے ہی یہ روشن ہوگا اسکرین پر رینگنے والا نقطہ بھی اپنی رنگت تبدیل کردے گا۔ یہ ابھی سرخ ہوجائے گا۔ تجربہ گاہ سے دور نکل جانے پر ہی ایسا ہوسکے گا۔"

ڈاکٹر داور کا ہاتھ مشین کے ایک پیچ پر تھا۔ جس کی شکل کسی کار کے اسٹیئرنگ سے بہت مشابہ تھی اور اس اسٹرنگ نما پیچ کے گرد شیشے کا ایک روشن ڈائیل تھا.... اُس ڈائیل پر ہندسے بھی تھے اور مختلف قسم کے نشانات بھی.... جب بھی ڈاکٹر داور اس اسٹیئرنگ نما پیچ کو گردش

دیتے ڈائیل پر ایک سوئی حرکت کرتی نظر آنے لگتی۔

"اب پھر اسکرین کی طرف دیکھو.... متحرک نقطہ اپنی رنگت تبدیل کرنے جا رہا ہے۔"

یک بیک وہ نقطہ سرخ ہو گیا اور ٹھیک اُسی وقت مشین کے گوشے پر ابھرے ہوئے جالی دار خانے سے آواز آئی۔ "روشن ہو گیا ہے جناب!"

"اب وہ کہاں ہے....!" ڈاکٹر داور نے کہا۔

"پورٹ ٹرسٹ بلڈنگ پر....!" خانے سے آواز آئی۔

"ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر داور بولے.... "اب اُس پر نظر رکھو کہ وہ کہاں جاتا ہے.... میں اسے راستے سے ہٹا رہا ہوں۔

ڈاکٹر داور نے اسٹیئرنگ نما پیچ کو گردش دی اور ڈائیل کی سوئی ایک چوکور نشان پر آرکی۔

ادھر اسکرین پر عمران نے دیکھا کہ سرخ نقطہ سیاہ لکیر سے ہٹ کر اسکرین کے سادہ حصے کی طرف رینگنے لگا ہے۔

ڈاکٹر بھی اب اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک پنسل تھی۔

"اب کہاں ہے....!" انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"ٹھیک ایگل ٹاور پر....!" آواز آئی اور ڈاکٹر داور نے پنسل کی نوک متحرک نقطے پر رکھ دی۔ ویسے نقطہ رینگ کر اس کے نیچے سے نکل گیا تھا اور بدستور آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا اسکرین کے اوپر ہی کے حصے کی طرف جا رہا تھا.... ڈاکٹر نے جہاں پنسل کی نوک رکھی تھی وہاں ایک گہرا نشان لگایا.... اور پھر اسٹیئرنگ نما پیچ پر ہاتھ رکھ دیا۔

اسکرین پر سرخ نقطہ پھر پنسل سے لگائے ہوئے نشان کی طرف واپس آ رہا تھا۔

"اب کہاں ہے...." ڈاکٹر داور نے پوچھا.... نقطہ پنسل کے نشان کے قریب پہنچ رہا تھا۔

"ٹھیک.... ایگل ٹاور پر.... جناب.... وہ کچھ دور جا کر پھر پلٹ آیا ہے۔"

"ٹھیک ہے....!"

"اس کے بعد بھی ڈاکٹر داور اسکرین کے مختلف حصوں سے سرخ نقطے کو پنسل کے نشان پر لائے اور ہر بار یہی اطلاع ملی کہ وہ "ایگل ٹاور" پر ہے اس کے بعد ہی نقطے کی رنگت پھر تبدیل ہو گئی اور اب وہ چمکنے لگا تھا۔

"ہمارا سیارہ تاریک ہو گیا۔" ڈاکٹر داور بڑبڑائے اور انہوں نے ابھرے ہوئے خانے کی طرف منہ لے جا کر کہا۔ "کام ختم ہو گیا۔"

پھر بٹن دباتے ہی خانہ ہلکی سی آواز کے ساتھ اندر چلا گیا اور مشین کا وہ گوشہ مسطح نظر آنے لگا۔ چمکدار نقطہ اب اسکرین کی لکیروں ہی پر چل رہا تھا پھر وہ اُس سیدھی لکیر پر آ گیا جس پر وہ شیشے کے پائپ سے گذر جانے کے بعد نظر آیا تھا.... عمران کی نظر پائپ کی طرف اٹھ گئی کچھ دیر بعد فٹ بال نما سیارہ پائپ میں نظر آیا.... وہ آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر رک گیا اور مشین کی اسکرین تاریک ہو گئی۔

"تم نے دیکھا۔"

"شاندار....!" عمران محویت سے چونک کر بڑبڑایا۔

"اس طرح اڑن طشتریوں کی مدد سے ایک عالمی فضا نما رڈار تیار کیا جا چکا ہے اور اس رڈار پر مقامات کا صحیح تعین بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً فرض کرو.... اچانک تمہارے شہر پر ایک چمکدار اڑن طشتری نظر آئی اور یہاں سے تجربہ کرنے والوں کو اس کی اطلاع دی گئی۔ بس دوسری طرف ان کے رڈار پر تمہارے شہر کے مقام پر نشان لگا دیا گیا....!"

"میں سمجھ رہا ہوں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اڑن طشتریاں راز بنی رہیں، ان کے سلسلے میں دنیا کے بڑے سائنسدان بھی چکر میں پڑے ہوئے ہیں.... زیادہ تر ایسی باتیں سننے میں آتی تھیں کہ وہ کسی دوسرے سیارے کے ایروپلین ہیں.... چونکہ اس وقت اڑن طشتریوں کو راز ہی میں رکھنا تھا اس لئے اڑن طشتریاں اڑانے والے ممالک کی طرف سے بھی افواہیں ہی پھیلائی جاتی رہیں.... جب وہ ایسا رڈار بنانے میں کامیاب ہو گئے تو علی الاعلان اس رڈار کا تجربہ کیا جانے لگا.... اس کے لئے مصنوعی سیاروں کی آڑ لی گئی.... خیر ختم کرو.... ہاں اب ہم اُن لوگوں کے متعلق گفتگو کریں گے، جو مختلف اوقات میں یہاں پُراسرار طور پر داخل ہو کر کچھ تلاش کرتے رہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ سیارہ....!"

"نہیں.... یہ سیارہ ان لوگوں کے لئے وقعت رکھے گا، جو پیغام رسانی کے لئے ایسے عجیب و غریب ذرائع رکھتے ہوں!" ڈاکٹر داور نے ایک طویل سانس لی اور پھر بولے۔ "وہ سنہرا اسفنج

انتہائی حیرت انگیز ہے اور تم اُسے ایک مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہی سمجھ سکتے ہو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں سمجھتا ہوں انہیں جس چیز کی تلاش ہے!" ڈاکٹر داور مسکرائے۔ "مگر وہ انہیں یہاں نہیں ملے گی.... عمران وہ ایک ایسی دریافت ہے جس کا علم میرے علاوہ فی الحال اور کسی کو نہیں.... مطلب یہ کہ وہ چیز کس طرح عالم وجود میں آئی ہے یہ صرف میں جانتا ہوں.... ویسے دوسروں کو میرے پاس اس کی موجودگی کی خبر ہو چکی ہے.... یہی وجہ ہے کہ یہاں اسے تلاش کرتے ہیں.... عمران تمہیں ایک کام اور بھی کرنا ہے.... میرے آدمیوں میں اس چور کا پتہ لگاؤ جو یہاں کی اطلاعات ان لوگوں تک پہنچاتا ہے۔"

"یہ میں کرلوں گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "مگر مجھے حیرت ہے کہ آپ نے حکومت کو اس سے مطلع کیوں نہیں کیا۔"

"تم نہیں سمجھتے۔" ڈاکٹر داور آہستہ سے بولے۔ "میں فی الحال حکومت سے اس کے متعلق کسی قسم کی گفت و شنید نہیں کرنا چاہتا.... کیونکہ میری دریافت ابھی تجرباتی دور میں ہے! رحمان کی اور بات ہے وہ میرا گہرا دوست ہے اور میرے لئے نجی طور پر بھی کام کر سکتا ہے۔ اگر میں اُن پُر اسرار آدمیوں کے متعلق حکومت کو اطلاع دوں تو ممکن ہے تجرباتی دور میں ہی مجھے وہ چیز سامنے لانی پڑے.... لیکن یہ نہ تو میرے لئے فائدہ مند ہوگا اور نہ ملک و قوم کے لئے.... تم دیکھ ہی رہے ہو کہ آج کی دنیا اپنے تجربات مکمل کرنے کیلئے کیسے کیسے ڈھونگ رچاتی ہے محض اسلئے کہ اُن کے تجربات اور ایجادات کی بھنک بھی کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے! کیونکہ ایک راز دوسرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی! میری یہ دریافت بھی ایک ایسی ہی چیز ہے.... بس نکلا تھا کسی چیز کی تلاش میں لیکن کچھ اور مل گیا....! اب مجھے فکر ہے کہ اس کا صحیح مصرف معلوم کروں.... ویسے وہ اتنا تباہ کن ہے.... خیر چھوڑو ہٹاؤ.... تمہیں فی الحال اس چور کو تلاش کرنا ہے جو یہاں کی سراغ رسانی کرتا ہے۔"

"میں اسی لئے آیا ہوں....!" عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

جولیانا فنٹر واٹر بے حد مضطرب نظر آ رہی تھی کیونکہ اس نے ابھی ابھی صفدر کی کال ریسیو

کی تھی۔ اس کے بعد اس نے ایکس ٹو سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن اس سے ملاقات نہیں ہوئی.... بلیک زیرو کے نمبر پر بھی جواب نہ ملا جو اکثر ایکس ٹو کی حیثیت سے دوسرے ماتحتوں کے لئے احکامات صادر کیا کرتا تھا۔

اس اطلاع کا ایکس ٹو تک پہنچنا ضروری تھا کہ صفدر ناکام ہو گیا اور تنویر اب بھی اس عمارت میں موجود ہے....!"

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا تنویر تھا۔

"تم...!" وہ غرایا "میں تم سے اچھی طرح سمجھ لوں گا... ویسے میں اب استعفیٰ ہی دیدوں گا۔"

"مگر تم کہاں سے بول رہے ہو!" جولیا نے پوچھا۔

"جہنم سے....!" تنویر غرایا۔

"کیا تم کوئینس روڈ کی اٹھارویں عمارت سے نکل آئے ہو!"

"تم کیا جانو!"

"جو کچھ بھی ہوا ہے ایکس ٹو ہی کے ایماء پر ہوا ہے۔ غالباً تم اسی وقت بھاگ نکلے ہو گے جب وہاں گولیاں چل رہی تھیں۔"

"ہاں.... مگر اس کا مقصد....!"

"تم جانتے ہو کہ ایکس ٹو ہمیں مقصد سے کبھی آگاہ نہیں کرتا۔"

"تو گویا وہ چاہتا تھا کہ میں اس عمارت میں ان لوگوں کے ساتھ قیام کروں۔"

"ہاں.... قطعی.... تم نے وہاں سے نکل کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں عائد ہوتی۔" تنویر غرایا۔ "اگر مجھے حالات کا علم پہلے ہی سے ہوتا تو میں دیکھتا کہ کیا کر سکوں گا۔"

"اچھا.... اب فی الحال تم اپنے ساتھیوں سے ملنے کی کوشش نہ کرنا! لیکن پہلے مجھے اس کا یقین دلاؤ کہ گھر تک تمہارا تعاقب نہیں کیا گیا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تم اپنے گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالنا۔ خود کو وہیں نظر بند رکھو....!"

"شٹ اپ....!" تنویر گرجا۔ "تم مجھے حکم دیتی ہو۔ تمہاری کیا حقیقت ہے۔"

"میری حقیقت یہ ہے کہ تم سب میرے چارج میں ہو اور اس قسم کے اختیارات مجھے ایکس ٹو کی طرف سے ملے ہیں! تم گھر سے باہر قدم نکال کر دیکھو.... ایکس ٹو تمہیں اپنی پسند کی موت مرنے سے بھی روک دے گا.... وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ویسے جولیا کو اطمینان تھا کہ اب تنویر وہی کرے گا جس کے لئے اس سے کہا گیا ہے۔

وہ مطمئن ہو کر مسہری پر جا لیٹی.... اور شائد اس کی آنکھ بھی لگ گئی تھی۔ لیکن فون کی گھنٹی نے اُسے اس طرح چونکا دیا جیسے وہ بم گرنے کی آواز رہی ہو۔

"ہیلو....!" اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ایکس ٹو....!"

"یس سر!"

"کیا خبر ہے۔!"

جولیا نے صفدر کے تجربات دہرائے اور یہ اطلاع بھی دی کہ تنویر وہاں سے بھاگ آیا ہے۔

"لیکن وہ لوگ تنویر سے کیا چاہتے تھے۔"

"یہ ابھی نہیں معلوم ہو سکا۔ میں اُسے پھر فون کروں گی۔"

"ہاں معلوم کرو۔ کچھ دیر بعد میں پھر رنگ کروں گا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیا نے دوسرے ہی لمحے میں تنویر کے نمبر ڈائیل کئے! اُسے یقین تھا کہ تنویر سو رہا ہو گا۔ یہ حقیقت بھی تھی کیونکہ اسے دوسرے رنگ پر تنویر کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کون ہے....!" وہ کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرا رہا تھا۔

"نیند نہیں آ رہی!" جولیا نے اپنی آواز میں لوچ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"تو میں کیا کروں؟" تنویر نے کہا لیکن اب آواز میں غراہٹ نہیں تھی البتہ جولیا نے خشکی ضرور محسوس کی۔

"پچھلی رات تم نے بھی اسی طرح جگا کر بور کر دیا تھا۔"

"اوہ.... اچھا!" تنویر نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی۔

"بھئی! میں یہ معلوم کرنے کیلئے بے حد بے چین ہوں کہ اس عمارت میں تم پر کیا گزری۔"

"تم یا ایکس ٹو....!"

"اوہ.... ایکس ٹو.... میں اُسے فون پر تلاش کرتے کرتے تھک کر سوئی تھی۔ وہ نہیں ملا۔ اُسے تمہارے متعلق بھی اطلاع دینی تھی۔"

"میرے متعلق... خیر مگر میں یہ تمہیں بتا رہا ہوں۔ مجھے ایکس ٹو سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔"

"خیر نہ ہو.... تم فی الحال مجھے بتاؤ....!"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ کیا چاہتے تھے۔ وہ بوڑھا جو مجھے لے گیا تھا ایک جرمن ہے اور اس کا نام ہف ڈریک ہے! اس نے میری کافی خاطر مدارت کی! دو خوبصورت لڑکیاں میرا دل بہلاتی رہیں۔"

"اور تم اس کے باوجود بھی نکل بھاگے! مجھے حیرت ہے۔"

"اوہ... دراصل میں الجھن میں پڑ گیا تھا۔ کیونکہ میں نے انہیں اپنے متعلق ایک درد بھری کہانی سنائی تھی میں نے سوچا اگر ان لوگوں نے کہانی کی تصدیق کرنیکی کوشش کی تو میرا کیا حشر ہو گا۔"

اس کے بعد تنویر نے سوتیلی ماں اور ظالم باپ کی کہانی جولیا کو بھی سنائی۔

جولیا ہنس پڑی اور پھر اُس نے کہا۔ "پتہ نہیں! انہیں کیسے یقین آ گیا تھا کہ تمہارا باپ زندہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیوں؟"

"ارے تمہارے چہرے پر تو ایسی یتیمی برستی ہے کہ دور ہی سے دیکھ کر رحم آنے لگے۔"

"مگر تمہیں رحم نہیں آتا....!" تنویر کی ہنسی میں بے حیائی کا انداز تھا۔

"مجھے یتیموں سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے.... خیر ہاں تو ان لوگوں نے تم سے کوئی خواہش نہیں ظاہر کی تھی۔"

"قطعی نہیں....!" تنویر نے کہا۔ "لیکن بوڑھے کے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا ہے.... وہ بار بار مجھ سے یہی کہتا تھا کہ تم کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ میں ایسے نوجوانوں کی مدد کرتا ہوں جو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی خواہش رکھتے ہوں۔"

"تم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔"

"مجھے اپنی اس غلطی پر خوشی ہے کہ میں دانستہ طور پر ایکس ٹو کے کام نہ آسکا۔"

"تنویر....! پاگل نہ بنو۔ اس ملازمت سے الگ ہو کر بھی تم چین سے نہ رہ سکو گے۔"

"ہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایکس ٹو ایک ان دیکھی آسمانی بجلی ہے پتہ نہیں کب اور کہاں ٹوٹ پڑے۔ مگر اب مجھے ضد ہو گئی ہے۔"

"فی الحال تمہیں اپنے مکان میں محدود رہنا ہے.... ایکس ٹو کا یہی حکم ہے۔"

"تمہاری کیا رائے ہے۔"

"میں تمہیں یہی رائے دوں گی کہ فی الحال وہی کرو جو وہ کہہ رہا ہے اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ وہ اپنے ماتحتوں کو خوش رکھنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔"

"میں تو اب اُسی صورت میں خوش رہ سکتا ہوں جب وہ مجھے عمران کو قتل کر دینے کی اجازت دے دے۔"

جولیا نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔ لیکن جب وہ بولی تو اس کی آواز میں لاتعداد قہقہے مچل رہے تھے اُس نے کہا۔

"میں بھی کئی بار یہی سوچ چکی ہوں۔"

"کیا مطلب....!"

"یہی کہ کسی دن کوئی عمران کی چٹنی بنا کر رکھ دے۔"

"مجھ پر اعتماد کرو۔" تنویر کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی۔ "ایک دن یہی ہونا ہے۔"

"اچھا اب تم آرام کرو۔" جولیا نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ ایکس ٹو کی کال ریسیو کی اور اسے تنویر کی کہانی سنائی۔

"فی الحال" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم سب اپنے اپنے مکانوں ہی تک محدود رہو۔ کوئینس روڈ والی عمارت پر نظر رکھنے کے لئے صرف صفدر کافی ہوگا۔ اس سے کہو وہ اس عمارت کے مکینوں پر نظر رکھے۔ ویسے وہ عمارت کے اندرونی نقشے سے بخوبی واقف ہو گیا ہوگا۔"

"جی ہاں....!" جولیا نے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے! تم لوگ اس لئے اپنے مکانوں میں محدود کئے جا رہے ہو کہ حالات بہت

پیچیدہ ہیں اور میں کسی وقت بھی تم سبھوں کو کسی ایک جگہ طلب کر سکتا ہوں۔ مگر نہیں ٹھہرو۔ تم سب اسی وقت دانش منزل میں منتقل ہو جاؤ۔ اپنے گھروں کو چھوڑ دو۔"

"بہت بہتر جناب.... مگر تنویر!"

"ہاں ٹھیک ہے۔ تنویر کو وہیں رہنے دو۔ اس کا باہر نکلنا یا تم لوگوں کے ساتھ دیکھا جانا فی الحال مناسب نہ ہوگا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں ایک قیدی ہے اس کے کسی قسم کے سوالات کا جواب نہ دیا جائے اور اُسے کڑی نگرانی میں رکھا جائے۔" دوسری طرف سے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ میں آج عمران کا آٹھواں دن تھا۔ اس دوران میں اس نے نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ ایک بار اُس نے غوطہ خوری کا وہی لباس پہن کر سمندر کی تہہ کی بھی خبر لی تھی جو ایک پُر اسرار حملہ آور چھوڑ گیا تھا مگر اس کی وہ کوشش بھی فضول ہی ثابت ہوئی۔ پانی میں کئی گھنٹے گذارنے کے باوجود بھی اُسے نہ معلوم ہو سکا کہ ڈاکٹر داور کو غوطہ خوری پر مجبور کرنے کا کیا مقصد تھا۔

ڈاکٹر داور نے بھی اب خاموشی اختیار کر لی تھی۔ عمران سے کبھی یہ بھی نہیں پوچھتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اُس نے اب تک کتنی معلومات حاصل کیں۔ ویسے عمران انہیں اکثر اُس سنہرے اسفنج پر کسی نہ کسی قسم کا تجربہ کرتے ہوئے ضرور دیکھتا۔

وہ اُن آدمیوں کی تلاش میں بھی تھا۔ جن پر تجربہ گاہ کے راز باہر پہنچانے کا شبہ کیا جا سکتا۔ لیکن ابھی تک وہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہوا تھا۔ خاور اور نعمانی بھی تجربہ گاہ کے آس پاس ہی موجود رہتے تھے اور اُن کے پاس زیرو نائین کے سفری ٹرانسمیٹر بھی تھے.... یہ سیٹ ایسے تھے کہ ان پر زیرو نائین سیٹ ہی کی گفتگو سنی جا سکتی تھی اور ان سے نشر ہونے والی گفتگو کے لئے بھی اسی ساخت کے ٹرانسمیٹر کی ضرورت ہوتی تھی۔

عمران نے اپنی کئی راتیں جاگ کر گزاری تھیں۔ اس نے اور اس کے دونوں ماتحتوں نے

تجربہ گاہ کے باہری حصے پر نظر رکھنے کی کوشش کی تھی مگر ان دنوں شائد وہاں داخل ہونے والے پراسرار آدمیوں نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کر دی تھی۔ عمران کو کسی رات بھی کوئی مشتبہ آدمی نہ نظر آسکا۔

آج شام ہی سے وہ بہت زیادہ متفکر تھا کیونکہ اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ کسی کیس میں اتنے دن صرف ہو جانے کے بعد بھی کوئی کام کی بات نہ معلوم ہو سکی ہو۔

وہ آبزرویٹری کے نیچے والی بالکنی پر کھڑا شائد سمندر کی لہریں گننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوشش یوں کر رہا تھا کہ نیچے اندھیرا تھا دن ہوتا تو وہ لہریں گننے پر مکھیاں مارنے کو ترجیح دیتا.... کیونکہ جب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے کا موقع آجائے تو اس سے بہتر مشغلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

دفعتاً اس نے آبزرویٹری کی بڑی دوربین کے حرکت کرنے کی آواز سنی اور سر اٹھا کر اوپر دیکھنے لگا۔ تاروں کی چھاؤں میں اوپر اٹھتی ہوئی دوربین اسے صاف نظر آرہی تھی۔ وہ پچھتر کے زاویے پر رک گئی۔ پھر عمران اُسے مغرب کی جانب حرکت کرتے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ بتدریج نیچے جھکتی چلی گئی۔

مگر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر اس انداز میں آئی جیسے اُسے بڑی لاپروائی سے چھوڑ دیا گیا ہو۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے آبزرویٹری کے زینوں پر کسی کے قدموں کی آواز سنی اسے ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی دوڑ کر زینے طے کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ آبزرویٹری کے زینے اس بالکنی تک آتے تھے اور پھر یہاں سے نیچے پہنچنے کے زینے دوسری طرف تھے۔

عمران اتفاق سے زینوں ہی کے دروازے کے قریب تھا۔ کوئی بہت تیزی سے بالکنی پر آیا۔

"کون ہے۔" آنے والے نے چیخ کر پوچھا اور عمران نے آواز پہچان لی۔ یہ ڈاکٹر داور تھے۔

"عمران....!"

"اوہ.... عمران تم ہو۔" وہ ہانپتے ہوئے بولے۔ "نیا سیارہ.... بالکل نیا سیارہ جو دوسروں سے بالکل مختلف تھا.... آؤ.... میرے ساتھ.... چلو اوہ چلو! شاید.... اُف فوہ.... کیا میں لٹ گیا.... تباہ ہو گیا....؟"

"آخر بات کیا ہے....!" عمران ان کے پیچھے بڑھتا ہوا بولا۔ وہ پھر آبزرویٹری کے چکر دار زینوں پر چڑھ رہے تھے اور ان کی رفتار خاصی تیز تھی۔

عمران بھی انہیں کے ساتھ دوڑتا رہا۔ وہ اوپر پہنچے اور ڈاکٹر داور نے دوبارہ دوربین اوپر اٹھائی۔ اس دوربین کا قطر کم از کم ڈیڑھ فٹ ضرور رہا ہوگا۔

"چلو دیکھو....! وہ چمکدار لکیریں دیکھو۔" انہوں نے عمران کی گردن پکڑ کر دوربین کے سرے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "میں برباد ہو گیا میں بتاؤں گا پہلے تم یہ لکیر دیکھو۔" عمران نے انگنت میلوں کے فاصلے پر چمکدار لکیروں کا ایک جال دیکھا.... اور جال سے ایک چمکدار لکیر نکل کر مغربی افق تک چلی گئی تھی۔ اُس لکیر کو دیکھنے کے لئے عمران دوربین کو مغرب کی طرف جھکاتا چلا گیا اور پھر اسے ایک اور چیز بھی نظر آئی یہ نیلے رنگ کا ایک ننھا سا شعلہ تھا.... اور اس کی رفتار بہت تیز تھی.... یہ مغربی افق سے اٹھ کر مشرق کی طرف آرہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ عمران دوربین کو اٹھاتا چلا گیا۔ دوربین کی حرکت کا ذریعہ کسی قسم کا میکنزم تھا ورنہ اتنی بڑی دوربین کو سنبھالنا آدمی کے بس کا روگ نہیں تھا۔

جیسے ہی نیلا شعلہ چمکدار لکیروں کے جال میں پہنچا اس کے پرخچے اڑ گئے عمران نے اُسے کسی ثقیل چیز کی طرح پھٹتے دیکھا تھا۔

"دیکھا....!" ڈاکٹر داور اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"دیکھ لیا! مگر ایک نیلا شعلہ بھی تھا جسے میں نے پھٹتے دیکھا ہے۔"

"نیلا.... شعلہ پھٹتے.... دیکھا....!" ڈاکٹر داور رک رک کر بولے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حلق سے آواز نکالنے میں دشواری محسوس کر رہے ہوں۔ اُن کی آنکھیں پھیل گئیں تھیں اور ان سے نہ حیرت ظاہر ہوتی تھی اور نہ یہی کہا جاسکتا تھا کہ ڈاکٹر داور خوفزدہ ہیں۔ بس ان کی آنکھیں حلقوں سے ابلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

پھر عمران کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ چکرا کر گر پڑیں گے۔ عمران نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔ حقیقتاً ڈاکٹر داور ہوش میں نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ عمران انہیں کرسی پر بٹھا کر دونوں شانے پکڑے ہوئے سنبھالے رہا۔

اب ان کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور وہ گہری سانسیں لے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔ "مجھے نیچے لے چلو۔"

"آپ.... پہلے ہی سے اُسے دیکھ چکے تھے۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "آخر میرے بیان

میں کونسی چیز آپ کے لئے غیر متوقع تھی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ متحرک نیلا نقطہ پھٹ گیا تھا۔" ڈاکٹر داور نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے! وہ کسی ثقلیل کی طرح پھٹ کر منتشر ہو گیا تھا۔"

"میں اب کچھ بھی نہیں رہا عمران۔" انہوں نے کمزور آواز میں کہا۔

"میری دریافت مجھ تک ہی محدود نہیں رہی.... کوئی دوسرا بھی یا تو پہلے ہی سے اس پر کام کرتا رہا ہے یا میرا راز کسی نہ کسی طرح اُس تک پہنچ گیا ہے۔"

"لیکن وہ دریافت تھی کیا؟ اور اس وقت جو کچھ میں نے دیکھا ہے اُس کا اس سے کیا تعلق۔"

"وہ نیلا نقطہ کسی کا مصنوعی سیارہ تھا.... اس رنگت کا پہلا سیارہ میری نظر سے گذرا ہے وہ روشن لکیریں اُسی سیارے نے بنائی تھیں اور پھر انہیں لکیروں نے اُسے تباہ بھی کر دیا.... وہ لکیریں.... عمران.... اب دیکھو.... کیا وہ اب بھی موجود ہیں۔"

"عمران دوربین کے قریب آیا.... اور دوربین کو پچھتر کے زاویئے پر لا کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن روشن لکیریں کہیں بھی دکھائی نہ دیں۔

"جی نہیں.... اب وہ لکیریں نہیں دکھائی دیتیں۔" اُس نے کہا۔

"اچھا ٹھہرو.... مجھے بھی دیکھنے دو۔"

عمران دوربین کے پاس سے ہٹ آیا.... ڈاکٹر داور کچھ دیر تک دوربین کے قریب رہے پھر وہ بھی ہٹتے ہوئے بولے۔ "ہاں ٹھیک ہے۔ اب کچھ بھی نظر نہیں آتا.... تمہاری دانست میں سیارہ زمین سے کتنے فاصلہ پر رہا ہو گا۔"

"مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے جناب۔"

"یہ سیارہ ستر میل سے زیادہ نہیں تھا۔"

"مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے ہزاروں میل کے فاصلے پر ہو۔"

"اوہو.... تم کیا بڑے سے بڑے ماہر آج کل دھوکے کھا رہے ہیں۔ مگر میری دوربین کبھی غلط بات نہیں بتاتی.... اُس کو حرکت میں لانے والے میکنزم سے ایک فاصلہ پیما بھی اٹیچ ہے اور یہ فاصلہ پیما بھی میری اپنی ہی ایجاد ہے۔ اس نے آج تک کوئی غلط بات نہیں بتائی۔ اچھا عمران.... مجھے اطمینان کر لینے دو.... تم یہیں اسی دوربین پر موجود رہو.... میں نیچے جا رہا

ہوں.... جہاں وہ لکیریں تم نے دیکھی تھیں دوربین ٹھیک اُسی زاویے پر ہے اس کی پوزیشن میں تبدیلی نہ کرنا۔ اب میں اُن لکیروں کی طرف اپنا ایک دور مار راکٹ پھینکوں گا جو ابھی تجرباتی ہی دور میں ہے۔ میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں.... میرے خدا.... اگر اب بھی میرے اندیشوں کی تصدیق ہی ہوئی تو کہیں کا نہ رہوں گا۔"

"مگر اب وہ لکیریں ہیں کہاں؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ لکیریں اب بھی موجود ہیں یا نہیں.... اگر موجود ہیں تو یہ سمجھ لو کہ میری دریافت اب راز نہیں رہی.... میں راکٹ پھینکنے جا رہا ہوں.... تم ایک سیکنڈ کے لئے بھی دوربین نہ چھوڑنا....!"

عمران نے سر ہلا کر یقین دلایا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ پھر وہ دوربین کی طرف متوجہ ہو گیا.... ڈاکٹر داور جا چکے تھے۔

ڈاکٹر کے بیان کے مطابق دوربین کا رخ ٹھیک لکیروں والے جال کی طرف تھا۔ اس لئے عمران اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا کہ شائد وہ چمکدار جال پھر اُسے نظر آ جائے۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر کا چھوڑا ہوا راکٹ دوربین کی سیدھ میں نظر آیا۔ وہ اپنے پچھلے حصے سے چنگاریاں اگلتا ہوا فضا میں بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اُس کی رفتار بہت تیز تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ ایک ننھا سا چمکدار نقطہ معلوم ہونے لگا.... اور اچانک عمران نے اس نقطے کو بھی بالکل اسی طرح پھٹتے دیکھا جیسے کچھ دیر پہلے نیلے نقطے کو دیکھا تھا.... اُس نے ایک طویل سانس لی۔ اب پھر حد نظر تک تاریکی ہی تاریکی تھی۔

دفعتاً عمران اچھل پڑا اور پھر اُسے اپنی اِس وحشت پر ہنسی آ گئی.... کیونکہ آواز تو اُس فون کے بزر کی تھی جسے عمران نے نظر انداز کر دیا تھا.... یہ بائیں جانب لکڑی کے ایک بریکٹ پر رکھا ہوا تھا۔ عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو.... عمران.... کیا رہا۔" دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز آئی۔

"نقطہ پھٹ گیا! یعنی کہ میرا مطلب آپ کا راکٹ۔"

"اچھا.... تم روم نمبر گیارہ میں واپس آ جاؤ۔" ڈاکٹر کی آواز کانپ رہی تھی۔

عمران نے ریسیور رکھ دیا اور نیچے جانے کے لئے زینے طے کرنے لگا۔ ڈاکٹر کی تجربہ گاہ کی

طلسماتی فضا عمران جیسے آدمی کو بھی چکرا دینے کے لئے کافی تھی۔

وہ کمرہ نمبر گیارہ میں آیا۔ یہ ڈاکٹر کا ریسٹ روم تھا.... اُس نے ڈاکٹر کو ایک آرام کرسی میں پڑے دیکھا۔ وہ برسوں کے بیمار نظر آ رہے تھے۔

"ڈاکٹر! ان ساری چیزوں سے زیادہ آپ کی پریشانی حیرت انگیز ہے۔" عمران نے کہا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے۔" ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ لکیریں اب بھی وہیں قائم ہیں اور نہ جانے کب تک قائم رہیں۔ ویسے اب ان لکیروں میں چمک باقی نہیں رہی۔ وہ اب دھوکے کی ٹٹ ہیں! اگر تم اتنی بلندی پر پرواز کرنے والے کسی جہاز میں بیٹھ کر اُن لکیروں کی طرف جاؤ تو صحیح وسلامت واپس نہ آسکو گے۔ جہاز کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

"کیوں؟" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"وہ ایک ایسا خطرناک مادہ ہے جو فضا میں اپنے حجم کے برابر خلاء بنا لیتا ہے۔ اور یہ خلا صدہا سال تک بدستور قائم رہ سکتی ہے۔ جو چیز بھی اِس خلاء میں پہنچی اُس کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ تم نے جو چمکدار لکیریں دیکھی تھیں وہ دراصل ٹکڑوں کی شکل کی خلائیں تھیں۔ جب یہ مادہ آکسیجن سے ٹکراتا ہے تو اس میں چمک سی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ چمک ہی دراصل خلاء بنانے کا عمل ہے۔ کچھ دیر بعد چمک غائب ہو جاتی ہے اور خلاء میں باقی رہ جاتی ہے۔ مگر دیکھو عمران۔ تم ان سب باتوں کو راز ہی رکھو گے۔ ہو سکتا ہے کہ میری یا اور کسی دوسرے کی بھی یہ دریافت عام نہ ہونے پائے۔ ظاہر ہے کہ مادہ اس وقت جس کے قبضے میں ہے وہ بھی اُسے راز ہی رکھنے کی کوشش کرے گا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بہت غور سے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آخر اُس نے کہا۔ "اس مادے کو سنبھال کر رکھنا بے حد مشکل ہو گا۔"

"یقیناً ہے... اسے تم صرف شیشے ہی میں مقید کر سکو گے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ شیشے کے اُس برتن میں پہلے ہی سے خلاء پیدا کر دی جائے یعنی اس میں کسی قسم کی دوسری گیس کا گذر نہ ہو خصوصیت سے آکسیجن کا.. لیکن آکسیجن ہوا میں بھی موجود ہے اسلئے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ میں سمندر سے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بس اتفاق سے یہ چیز ہاتھ لگ گئی۔"

"بہتیرے ممالک سمندر سے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اس دریافت سے دوچار ہو سکتے ہیں۔"

"ضروری نہیں ہے! طریق کار بہتیری ایسی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے جن کے نتائج بالکل مختلف ہوتے ہیں اس لئے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہر تجربہ کرنے والا اس دریافت کے اسٹیج سے ضرور گذرے گا۔"

"مگر جناب! کیا ممکن نہیں ہے کہ کوئی آپ ہی کی دریافت سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔"

"ناممکن....!" ڈاکٹر داور بالکل ہذیانی انداز میں ہنسے۔ "کوئی نہیں جانتا کہ میرا ذخیرہ کہاں ہے۔ کوئی نہیں.... قیامت تک نہیں جان سکتا۔"

"وہ جو سنہرے اسفنج سے ٹرانسمیٹر کا کام لے سکیں یا پلاسٹک کے ایسے بچے بنا سکیں جو گوشت و پوست کے معلوم ہوں اور ان سے ٹرانسمیٹر کا کام لیا جاسکے ایسے لوگوں کے متعلق آپ کو کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہئے۔"

"نہیں کسی کے وہم وگمان میں بھی وہ جگہ نہیں آسکے گی۔"

"آپ مجھے بھی نہیں بتانا چاہتے۔"

"نہیں....!"

"اچھا تو پھر اسے لکھ لیجئے کہ آپ کا ذخیرہ صاف ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن لوگوں نے فی الحال اپنی سرگرمیاں ترک کر دی ہیں اور اب تجربہ گاہ کا رخ بھی نہیں کرتے.....!"

ڈاکٹر داور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور عمران کو اس طرح گھورنے لگے جیسے خود عمران ہی نے ذخیرہ صاف کر دیا ہو۔

"تم کیوں مجھے خواہ مخواہ.... الجھن میں ڈال رہے ہو۔ بولو!" وہ آنکھیں نکال کر غرائے۔

"میں آپ سے اپنے شبہے کا اظہار کر رہا ہوں۔ ورنہ مجھے کیا۔ ویسے میں یہ کبھی نہ چاہوں گا کہ میرے ملک کا انتہائی قیمتی سرمایہ کسی دوسرے کے ہاتھ لگ جائے۔"

"اٹھو.... اگر یہ حقیقت ہوئی....!" ڈاکٹر داور کھڑے ہو گئے۔ ان کی آواز پھر حلق میں پھنسنے لگی تھی۔

"اگر یہ حقیقت ہوتی تو.... اس صدی کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہو گی.... اور شائد پھر میں زندہ نہ رہ سکوں.... زندگی بھر میں یہی ایک کام میں نے کیا تھا اور اس کا صحیح مصرف دریافت کرنے کے بعد اسے حکومت کی تحویل میں دے دیتا۔"

"اس سے بڑا مصرف اور کیا ہوگا ڈاکٹر کہ یہ ہمیں دور مار بیلسٹک راکٹوں سے محفوظ رکھ سکے گی۔"

"جنگ ضرور ہوگی۔" ڈاکٹر داور نے سر ہلا کر کہا۔ "اِسے کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن اس سے دنیا نہیں ختم ہو سکے گی۔ لوگ اس جنگ کے باوجود بھی زندہ رہیں گے۔ پھر..... ہمیشہ کے لئے فضا کیوں برباد کر دی جائے.... موجودہ شکل میں تو یہ مادہ ایسا ہی ہے کہ اس کی بنائی ہوئی خلاء میں صدہا سال تک قائم رہیں گی! ہو سکتا ہے کہ کسی طرح میں اس کے اثرات کو عارضی بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اسی خطرے کو مدنظر رکھ کر میں اسے ابھی تک حکومت کے علم میں نہیں لایا تھا۔ میرا کام تو اِسی وقت مکمل ہوتا جب میں اس کے اثرات کو عارضی بنانے میں کامیاب ہو جاتا اور اس کا کوئی تعمیری مصرف بھی دریافت کر لیتا.... خیر چلو.... میں دیکھوں گا کہ تمہارے اندیشے کہاں تک درست ہیں۔"

ڈاکٹر داور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ عمران ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ ڈاکٹر داور اپنے ماتحتوں کو بعض ضروری ہدایات دے کر تجربہ گاہ سے باہر نکل آئے۔ لیکن عمران نے محسوس کیا کہ وہ خود کو معمول پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ماتحتوں سے گفتگو کرتے وقت ان کی آواز میں نہ تو پہلے کی سی کپکپاہٹ تھی اور نہ نقاہت۔ انہوں نے اپنے چہرے کو بشاش بنانے کی کافی کوشش کی تھی۔ بہر حال عمران کا خیال تھا کہ ان کے ماتحت ان میں کسی قسم کا جذباتی تغیر محسوس کر سکے ہوں گے۔

باہر اندھیرا تھا.... عمران کو کھلی فضا کی خنکی بڑی خوشگوار معلوم ہوئی۔ وہ پیدل ہی چلتے رہے۔ ڈاکٹر داور کا رخ اپنے بنگلے کی طرف تھا۔

عمران اس سے پہلے بھی ایک آدھ بار تنہا اُن کے بنگلے کی طرف جا چکا تھا اور اسے علم تھا کہ ان کی لڑکی شمی وہاں تنہا رہتی ہے۔ اس نے دو ایک بار شمی سے گفتگو بھی کی تھی اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ ایک سیدھی سادی اور بے تکلف قسم کی لڑکی ہے۔

"آپ تو شاید بنگلے کی طرف جا رہے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"ہاں....!"

"مگر آپ اپنا ذخیرہ دیکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

"وہ وہیں ہے۔" ڈاکٹر کی آواز دھیمی تھی۔

"اوہ....!" عمران چلتے چلتے رک گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا۔"

"کچھ بھی نہیں چلئے۔" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "اس بات پر مجھے حیرت ہوئی تھی کہ وہ وہیں ہے۔"

"تمہیں حیرت نہ ہونی چاہئے۔ جب تک وہ شیشے میں مقید ہے اتنا ہی بے ضرر ہے جیسے صابن کا ڈھیر۔ میں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ اس میں کوئی خلل بھی واقع نہیں ہو سکتا۔"

"جناب....! آپ کہاں ہیں! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ صاحب زادی وہاں تنہا رہتی ہیں اور کوئی ایسا انتظام بھی نہیں ہے کہ مکان کی نگرانی ہو سکے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ذخیرہ ایسے تہہ خانوں میں ہے جہاں تک پہنچنا بے حد مشکل ہوگا.... بلکہ ناممکن ہی سمجھو۔"

"کیا وہ سارے تہہ خانے آپ نے خود ہی بنائے تھے۔"

"نہیں مزدوروں نے بنائے تھے۔ مگر یہ اُس زمانے کی بات ہے جب اُن اطراف میں صرف وہی ایک عمارت تھی اور کوئی نہ جانتا تھا کہ میں ایک سائنٹسٹ ہوں اور کبھی یہاں میری وجہ سے اتنی آبادی ہو جائے گی.... اُس وقت اتنی بڑی تجربہ گاہ قائم کرنے کا تصور بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ رہ گئے تہہ خانے تو مجھے تہہ خانوں کا شوق ہمیشہ سے رہا ہے اور میں نے اپنے تہہ خانے سائنٹیفک اصولوں کے تحت تیار کرائے ہیں۔ تم یہ نہیں محسوس کر سکو گے کہ تہہ خانے میں ہو!"

وہ چلتے رہے۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھی.... اور سمندر کی طرف سے آنے والی نمک آلود ٹھنڈی ہوائیں ایک عجیب سا ماحول پیدا کر رہی تھیں۔

"اچھا....!" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا وہ مادہ آپ نے تنہا وہاں منتقل کیا تھا۔"

"بالکل تنہا....! کسی کو بھی علم نہیں ہے کہ ذخیرہ کہاں ہوگا۔ میں نے اپنی لاتعداد راتیں جاگ کر گذار دی ہیں اور باربردار مزدوروں کی طرح کام کیا ہے۔ محض اس لئے کہ میں اس دریافت کو راز رکھ سکوں۔ تہہ خانوں میں ایسی جگہ بھی میں نے ہی بنائی تھی جہاں اُس کا ذخیرہ ہے۔"

وہ بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ بعض کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔ صدر دروازہ بند تھا۔ ڈاکٹر نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ کچھ دیر بعد ایک نوکر نے دروازہ کھولا اور شائد خلاف توقع

ڈاکٹر کو دیکھ کر کچھ بوکھلا سا گیا۔

"کیا بے بی جاگ رہی ہے۔" ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

"جی ہاں.... جناب!" نوکر ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

"اسے اسٹڈی میں بھیجو! کہنا چابیوں کا لچھا لیتی آئے!" ڈاکٹر داور نے اسٹڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ نوکر آگے چلا گیا۔

وہ دونوں اسٹڈی میں آئے اور عمران ڈاکٹر داور کے اشارے پر ایک طرف بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد شمی اسٹڈی میں داخل ہوئی۔

"اوہ.... پاپا.... آپ.... بالکل خلاف توقع!" وہ گھبرائی ہوئی سی تھی۔

"کیوں؟" ڈاکٹر نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"کچھ نہیں.... کچھ بھی نہیں۔ اچھا آپ خلاف توقع نہیں آئے!"

"ہاں آیا ہوں.... چابیاں....!"

"چابیاں اس وقت....؟"

"بے بی تم جانتی ہو کہ میں آج کل بے حد عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ لیکن کچھ دنوں بعد میرے پاس وقت ہی وقت ہوگا۔ پھر تم مجھ سے بات بات پر بحث کرنا۔"

"چابیاں تو میں نہیں لائی۔"

"لاؤ.... مجھے تہہ خانے کھولنے ہیں۔"

"تت.... تہہ خانے....!" شمی ہکلائی۔ وہ کچھ سراسیمہ سی نظر آنے لگی تھی۔

"ہاں جلدی کرو....!"

عمران بہت غور سے شمی کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اس کے چہرے پر جذباتی تغیر کے آثار محسوس کر لئے اور احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"میں چابیاں لاتی ہوں۔" شمی جلدی جلدی بولی۔ "ابھی ایک منٹ میں آپ یہیں ٹھہریئے میں فوراً آئی.... فوراً....!"

وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی اور ڈاکٹر داور ہنسنے لگا۔

"اس کا بچپن ابھی تک نہیں گیا عمران....!" انہوں نے کہا۔ "وہ بچے جو ماں کی ممتا سے

محروم رہتے ہیں کتنے عجیب ہوتے ہیں۔"

"اٹھئے....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"کیوں؟ کیا مطلب!"

"میں نے اپنے بال اندھیرے میں نہیں سیاہ کئے۔ جلدی کیجئے ورنہ آپ کو زندگی بھر افسوس رہے گا۔"

"کچھ کہو گے بھی....!" ڈاکٹر داور جھنجھلا گئے۔

"تہہ خانے کی طرف چلئے.... فوراً....!"

"کیوں؟"

"ڈاکٹر....؟" دفعتاً عمران کا چہرہ خوفناک ہو گیا۔

"کک.... کیا بیہودگی ہے۔"

"اٹھئے.... عمران نے ریوالور نکال لیا اور اُس کا رخ ڈاکٹر کے سینے کی طرف تھا۔ ڈاکٹر اچھل کر کھڑے ہو گئے۔"

"میں نہیں جانتا تھا کہ تم فراڈ ہو۔" انہوں نے دانت پیس کر کہا۔

"میں ٹریگر.... دبا دوں گا.... ورنہ....!" عمران نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

ڈاکٹر داور نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ وہ اس طرح چل رہے تھے جیسے کوئی حق پرستی کی پاداش میں پھانسی کے تختے کی طرف جا رہا ہو۔ بے پرواہ.... زمین کی چھاتی میں دھمک پیدا کرتا ہوا.... فخر سے سینہ تانے....!"

اور پھر اچانک وہ رک گئے.... سامنے شمی ایک دروازے پر جھکی ہوئی اس کا قفل کھولنے کی کوشش کر رہی تھی اور بار بار اس طرح کنجی کو جھاڑنے لگتی تھی جیسے اس کے اندر پھنسے ہوئے گرد و غبار کی وجہ سے قفل کھولنے میں دشواری پیش آ رہی ہو۔

وہ اُن کی آہٹ سن کر سیدھی کھڑی ہو گئی.... اور اس بار ڈاکٹر نے بھی اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دیکھ لئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا تھا۔" انہوں نے گرج کر پوچھا۔ "میں نے تم سے صرف کنجیاں طلب کی تھیں۔"

"مہربانی کر کے ہاتھ گرا لیجئے ڈاکٹر....!" عمران نے کہا۔ "میرا ریوالور اب جیب میں ہے۔"

میں دراصل آپ کو یہی دکھانا چاہتا تھا۔"

شمی کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلاتی اور پھر مضبوطی سے بند کر لیتی۔

"اگر آپ دیر کرتے تو میں آپ کو یہ منظر نہ دکھا سکتا۔" عمران پھر بولا۔

"بے بی...!" ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی مردہ سی آواز میں کہا۔ اب انہوں نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھے بغیر اپنے ہاتھ نیچے گرا دیئے تھے۔

"پپ... پاپا... خدا کے لئے... مجھے اُسے وہاں سے ہٹا دینے دیجئے۔"

"کسے... تم کیا بک رہی ہو۔" ڈاکٹر کی آواز پھر کرخت اور بلند ہو گئی۔

"وہ بیچاری... وہ خودکشی کر لے گی... وہ ہمارے لئے بالکل گونگی ہے اگر کپل ٹیگاز...!"

"کپل ٹیگاز..." ڈاکٹر نے پلکیں جھپکائیں۔

"جی ہاں... خیالات کی ترجمانی کرنے والا آلہ...!"

"بے بی۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"پاپا خدا کے لئے میری بات سن لیجئے۔ اس کا فے گراز سمندر میں گر کر تباہ ہو گیا تھا اس لئے وہ واپس نہ جا سکی۔"

"کون ہے... کیا بلا ہے... کہاں واپس نہ جا سکی۔"

"ایک لڑکی ہے... بیچاری... اُس کا نام ہی نہیں ہے... پاپا... سپارسیا میں ناموں کی بجائے نمبر ہوتے ہیں۔ سپارسیا آپ سمجھتے ہیں نا! زہرہ والے کو سپارسیا کہتے ہیں۔"

"شمی تو پاگل ہو گئی ہے یا میرا مذاق اڑا رہی ہے۔"

"ڈاکٹر...!" عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔ "صفایا ہو گیا... اب میں تو چلا۔"

"کہاں...!" وہ غرا کر عمران کی طرف پلٹے اور عمران چھت کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"چاند میں... وہاں بریلی کے سرمے اور لکھنو کی مسی کا بزنس خوب چلے گا۔ اس کے علاوہ اب اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔"

"کیا تم سب مجھے گدھا سمجھتے ہو۔" ڈاکٹر حلق کے بل چیخے۔

"نہیں...!" عمران سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "میں تو گدھے کو بھی لارڈ

دولزلی سمجھتا ہوں... لیکن سپارسیا اور ریامی کی داستان مجھ سے بار بار نہیں سنی جاتی! کان پک گئے ہیں... اور اب آپ آرام فرمائیے کیونکہ آپ کا ذخیرہ خالی ہو چکا ہو گا۔ قسمت والوں ہی کے یہاں زہرہ کے باشندے آیا کرتے ہیں۔"

"او شمی تو نے یہ کیا کیا...!" ڈاکٹر دانت پیس کر بولے۔

"اگر کسی مصیبت زدہ کو پناہ دینا ایسا بُرا ہے تو میں ابھی زہر کھا لوں گی۔" شمی بھی بپھر گئی۔ "وہ بیچاری چونکہ ایک دوسرے سیارے سے تعلق رکھتی ہے اسلئے ہر ایک کے سامنے نہیں آنا چاہتی۔"

"تم اُسے تہہ خانے میں کیوں لے گئی تھیں۔"

"اس نے کہا تھا کہ اگر میرے علاوہ اور کسی دوسرے نے بھی اُسے دیکھ لیا تو وہ خودکشی کر لے گی۔ پاپا میں سچ کہتی ہوں اگر آپ نے اسے تہہ خانے سے نکالنے کی کوشش کی تو میں دوپٹے سے اپنا گلا گھونٹ لوں گی۔"

"اور میں رومال سے... جی ہاں!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم خاموش رہو...!" شمی اُسے گھونسہ دکھا کر بولی۔ "میں سمجھتی ہوں یہ سارا فساد تم نے ہی پھیلایا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ...!" ڈاکٹر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسٹڈی کی طرف گھسیٹتے ہوئے بولے۔

"عمران تم یہیں ٹھہرو۔"

تقریباً پندرہ منٹ تک عمران کو وہیں کھڑے رہ کر ڈاکٹر کا انتظار کرنا پڑا۔

ڈاکٹر داور تنہا واپس آئے۔ اُن کا چہرہ اترا ہوا تھا اور قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ پھر بھی انہوں نے پُر امید لہجے میں کہا۔ "عمران میرا خیال ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ کیونکہ وہ تہہ خانے ہی میں ہے... اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ ذخیرے تک پہنچ ہی گئی ہو۔"

"مگر وہ ہے کیا بلا...!" عمران نے پوچھا۔

ڈاکٹر نے ایک طویل سانس لی اور بولے۔ "شمی کافی بیوقوف اور سیدھی ہے اور اس کی ذمہ داری بھی سراسر مجھ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ میں نے اُسے فرشتہ بنانے کے چکر میں گاؤدی بنا دیا۔"

"خیر... چلئے...!" عمران دروازے کے سامنے سے ہٹتا ہوا بولا۔

"مگر شمی کہاں ہیں!"

"میں اُسے نوکروں کی نگرانی میں چھوڑ آیا ہوں۔"

"کیا انہیں اس ذخیرے کا علم تھا۔"

"نہیں! وہ ایسی جگہ نہیں ہے کہ ہر ایک کی نظر اُس پر پڑ سکے۔ چلو میں تمہیں دکھاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔"

ڈاکٹر داور نے قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا.... کمرہ تاریک تھا اور انہوں نے اندر داخل ہو کر روشنی کی۔ عمران چاروں طرف بغور دیکھ رہا تھا اُس کی نظر ایک کھڑکی پر ٹھہر گئی۔

"یہ کھڑکی غالباً بنگلے کی پشت پر کھلتی ہو گی۔" عمران نے کہا۔

"ہاں.... آں....!" ڈاکٹر چونک کر بولے اور اب وہ بھی کھڑکی ہی کو گھور رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بالکل ہی خالی الذہن ہو گئے ہوں۔ عمران نے آگے بڑھ کر کھڑکی پر ہاتھ رکھا اور وہ اسے کھلتی ہوئی سی محسوس ہونے لگی۔ اُسے بولٹ نہیں کیا گیا تھا۔

"یہ کھڑکی بھی مخدوش ہی ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"مگر اسے بولٹ کیوں نہیں کیا گیا!" ڈاکٹر کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔

"یہ اسی وقت معلوم ہو گا جب آپ تہہ خانے میں چلیں گے۔"

ڈاکٹر داور نے کھڑکی بولٹ کر دی! اور پھر دیوار سے لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ پر ایک بٹن دبایا....! ہلکی سی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور کمرے کے فرش کا وہ حصہ جس پر وہ کھڑے ہوئے تھے، نیچے دھنسنے لگا۔

عمران اوپر دیکھنے لگا کیونکہ فرش کی خلاء بھی پُر ہوتی جا رہی تھی۔ دیوار کی جڑ سے ایک دوسرا فرش برآمد ہو کر خالی جگہ کو آہستہ آہستہ پُر کرتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی ان کے پیروں کے نیچے کا تختہ رکا.... اوپر کی خلاء بھی غائب ہو گئی.... عمران نے خود کو ایک کشادہ تہہ خانے میں پایا لیکن اُسے اتنی مہلت نہیں مل سکی کہ وہ اس کا تفصیلی جائزہ لیتا۔ کیونکہ اُسے ایک لڑکی نظر آئی جس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا رکھا تھا اور وہ انہیں دیکھتے ہی بستر سے اچھل پڑی تھی۔ ڈاکٹر نے ہونٹ سکوڑ کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"اے محترمہ....!" عمران ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "تم ذرا اپنا کپل ٹیگاز تو نکالو تاکہ تمہیں کرسچنا روزیٹی کی ایک نظم سنا سکوں۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ بدستور اپنا چہرہ چھپائے رہی۔ ڈاکٹر نے غصیلے انداز میں آگے بڑھ کر اُس کے چہرے پر ہاتھ ہٹا دیئے اور عمران اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے اچانک سر پر لٹھ رسید کر دیا ہو.... اور اس لڑکی کے حلق سے بھی ایک خوف زدہ سی آواز نکلی۔

یہ لڑکی تھی.... تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا! عمران نے احمقانہ انداز میں اپنی پلکیں جھپکائیں۔ لیکن وہ غافل نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ تھریسیا بجلی ہے۔ ذرا نظر بہکی پھر اس کا ہاتھ آنا مشکل ہو جائے گا۔

"اب تو کپل ٹیگاز یا جو کچھ بھی ہو اس کے بغیر ہی ہمارے خیالات کی ترجمانی ہو جائے گی.... کیوں....!" عمران مسکرایا۔ لیکن تھریسیا خاموش ہی کھڑی رہی۔

"اے لڑکی.... اپنی زبان کھولو.... مجھ سے یہ سیاروں والا فراڈ نہیں چل سکے گا۔" ڈاکٹر نے غرا کر کہا۔

"ڈاکٹر.... آپ اس کی خبر لیجئے.... اسے میں دیکھ لوں گا۔"

ڈاکٹر داور کچھ کہے بغیر ایک طرف بڑھ گئے.... اور عمران تھریسیا کو گھورتا رہا۔ اُس نے یہ نہیں دیکھا کہ ڈاکٹر کدھر گئے تھے۔

"کیا تم اب بھی گونگی ہی رہو گی۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔

"نہیں.... اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔" تھریسیا مسکرائی۔

"یہ کیا قصہ ہے۔"

"کچھ بھی نہیں.... مجھے قصے کا علم نہیں۔ میں تو معقول معاوضے پر کام کرتی ہوں۔"

"معقول ترین کہو! اس بار میں جو معاوضہ ادا کروں گا وہ معقول ترین ہو گا۔ تم خوش ہو جاؤ گی کیونکہ تم نے شکرال والے واقعے کے بعد وعدہ کیا تھا کہ شرافت کی زندگی بسر کرو گی۔"

"میں یقیناً شرافت کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔"

دفعتاً عمران دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سے چونک پڑا.... اور پھر اُسے ڈاکٹر داور دکھائی دیئے جو دوڑتے ہوئے ایک راہداری سے نکلے تھے۔

"اوہ.... عمران.... عمران.... تین ہزار کیوبک انچ غائب ہے....!" انہوں نے چیخ کر کہا اور تھریسیا پر اس انداز میں جھپٹے جیسے اُسے مار ہی ڈالیں گے۔ مگر عمران بیچ میں آ گیا۔ تھریسیا مسکرا

رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "خطرناک چیز ہے اس لئے تھوڑی تھوڑی لے جائی جا رہی ہے!"

"تم کون ہو شیطان کی بچی۔"

"بس شیطان کی بچی۔"

"ڈاکٹر اب وقت نہ ضائع کیجئے۔ اوپر جایئے اور بقیہ کی حفاظت کے لئے جو کچھ کر سکتے ہوں کیجئے مگر نہیں ٹھہریئے۔"

عمران تھریسیا کی طرف مڑا اور پھر سرد لہجے میں پوچھا۔ "وہ کون تھا جس سے تمہیں ان تہہ خانوں کا علم ہوا تھا۔"

"جو کوئی بھی ہو اُس کا علم تمہیں کبھی نہ ہو سکے گا۔" تھریسیا مسکرائی۔ "عمران تم میرے لئے طفلِ مکتب ہو۔"

"ارے.... یہ تو اس طرح گفتگو کر رہی ہے جیسے تمہیں پہلے سے جانتی ہو۔" ڈاکٹر نے حیرت سے کہا۔

"مجھے اس دیوانے سے عشق ہے ڈاکٹر داور....!" تھریسیا نے ہنس کر کہا۔

"تم کون ہو! بتاؤ ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ اور پھر ارے کہہ کر اچھل پڑے انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی کتے کا پلا ان کے پیروں کے نیچے آکر چیخ پڑا ہو.....

عمران ہنسنے لگا اور ڈاکٹر احمقوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کچھ خیال نہ کیجئے ڈاکٹر !" عمران نے کہا۔ "جہاں یہ عورت موجود ہو وہاں سب کچھ ممکن ہے.... ویسے کیا آپ یہ بتائیں گے کہ آپ کا سیکریٹری کتنے دنوں سے آپکے ساتھ ہے۔"

"وہ... یلبرت... ہاں... وہ بہت عرصہ سے میرے ساتھ ہے اور میں اُس پر اعتماد کرتا ہوں۔"

"کیا یہ عمارت اُس کے سامنے بنی تھی۔"

"ہاں.... آں مگر کیوں؟ نہیں تم اس پر شبہ نہیں کر سکتے۔ اس سے زیادہ نیک فرانسیسی آج تک دوسرا کوئی میری نظروں سے نہیں گذرا۔"

"آپ کی نظروں سے نہ گذرا ہو گا لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ نیک فرانسیسی دیکھے ہیں۔ اس لئے آپ براہِ کرم فی الحال پہلے تو اسے اپنے آدمیوں کی نگرانی میں دیجئے اور اُس کے بعد یہاں ایک فوجی دستہ طلب کرنے کی کوشش کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس میں آسانی سے کامیاب

ہو جائیں گے۔ لیکن اس فرانسیسی پر نظر رکھئے گا۔ اگر وہ نکل گیا تو پھر میں کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔"

ڈاکٹر داور سر ہلاتے ہوئے چلے گئے۔

"ہاں.... اب تم بتاؤ تھریسیا۔" عمران نے کہا۔ "تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اب شرافت سے زندگی بسر کرو گی۔"

"مجھ سے کوئی کمینہ پن سرزد نہیں ہوا.... میں اپنے ملک کے لئے کام کر رہی ہوں۔ اور اگر اپنے ملک کے لئے کام کرنا کمینہ پن ہے تو تم مجھ سے بھی بڑے کمینے ہو کیونکہ خود تمہاری کوئی پوزیشن نہیں ہے.... تم تو اپنے ملک کے ایجنٹوں کے ایجنٹ ہو۔"

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن اس ملک کا نام ضرور معلوم کروں گا۔"

"میں نام بھی بتا دوں گی۔ قطعی نہیں چھپاؤں گی۔ لیکن تم یقین نہیں کر سکو گے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"اس ملک کا نام زیرولینڈ ہے۔ اب تلاش کرو نقشے میں نہ ملے تو اسے محض بکواس سمجھو۔"

"تھریسیا میں سختی سے بھی پیش آ سکتا ہوں۔"

"تم مجھے مار ڈالو ڈیئر.... پچھلی ملاقات سے اب تک ایک پل کے لئے بھی میرا ذہن تمہارے خیال سے خالی نہیں رہا۔ میں نے آج تک اتنی شدت سے کسی کو بھی نہیں چاہا.... کبھی نہیں....!"

"میں یہ سوچے بغیر تم پر تشدد کروں گا کہ تم مجھے کتنا چاہتی ہو۔"

"میں یہیں موجود ہوں عمران.... تمہارے قریب.... تمہارے سامنے....!" تھریسیا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم اگر مجھے مارو گے تو یہ بھی ایک طرح کی لذت ہی ہو گی میرے لئے؟"

تھریسیا نے آنکھیں بند کر لیں اور خوابناک لہجے میں بولی۔ "عمران کا ہاتھ میرا گال.... عمران مارو مجھے مارو.... جس شدت سے مجھے تم سے پیار ہے اتنی ہی قوت سے مارو.... مارو....!"

عمران نے قہقہہ لگایا.... اور پھر تھریسیا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میں تمہیں ماروں گا ڈارلنگ.... ارے سڑے.... میرا ہاتھ.... کیڑے پڑیں اس میں!"

اُس کا لہجہ ٹھیٹھ دیسی بوڑھیوں کا سا تھا۔

"مکاری نہیں عمران....!" تھریسیا آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے بولی۔

"تمہارا یہ لہجہ مکاری سے لبریز ہے.... پہلے تمہارے لہجے میں خلوص تھا جب تم تشدد کی دھمکیاں دے رہے تھے.... مگر اب....!"

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کن لوگوں کے لئے کام کر رہی ہو اگر تم نے نہ بتایا تو پھر ہف ڈریک تو میری مٹھیوں ہی میں ہے۔"

"اوہ.... اس حد تک آگے بڑھ چکے ہو۔" تھریسیا نے حیرت سے کہا پھر ہنس کر پیار بھرے لہجے میں بولی.... "میں پہلے ہی جانتی تھی کہ عمران ڈیئر کے ملک میں ایک نہیں چلے گی۔ اچھا بہتر ہو گا کہ تم ہف ڈریک ہی کو آزماؤ.... نہ میں اپنے ملک سے غداری کر سکتی ہوں اور نہ اس دل کو جہنم میں جھونک سکتی ہوں۔" تھریسیا نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں نے تمہیں ہف ڈریک کے متعلق بھی نہیں بتایا تم پہلے ہی سے واقف ہو.... اس لئے اس سلسلے میں میرا ضمیر مجھے ملامت نہیں کر سکتا۔"

"تم اب تک یہاں کیوں مقید رہیں نکل کیوں نہیں گئیں۔"

"جب تک کہ اس خطرناک دریافت کا تھوڑا سا حصہ بھی یہاں باقی تھا میں نہیں جا سکتی تھی۔ ہم یہ کام خاموشی سے کرنا چاہتے تھے پہلے کوشش کی گئی تھی کہ اسے چھیڑا ہی نہ جائے بلکہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ یہ مادہ حاصل کیسے ہوتا ہے.... مگر اس میں ناکامی ہوئی۔ اوہ.... عمران اس بھولی بچی کے لئے میں بے حد مغموم ہوں.... مجھے اس سے بڑا انس ہو گیا ہے۔ خدا کے لئے اُسے ڈاکٹر کے تشدد سے بچانا....!"

"تم اپنی بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں....!"

"صرف ایک بار کہہ دو کہ تمہیں بھی میرا خیال ہے.... اس کے بعد میری لاش سڑکوں پر گھسیٹتے پھرنا....!"

"نہیں میں تمہاری لاش کی جیلی بناؤں گا اور ہر ناشتے میں ٹوسٹ پر لگا کر کھایا کروں گا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کے لئے مجھے بہت انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ پہلے تو تم قید میں رکھی جاؤ گی پھر کیس چلے گا.... اور اس کے بعد نہ جانے کیا ہو۔"

"تم میرے ہتھکڑیاں لگانے کے بعد ہی کہہ دینا کہ تم بھی اپنے دل میں میرے لئے تھوڑی بہت جگہ رکھتے ہو۔ عمران... میرا جرم اپنی جگہ... پر... اور دل... میں کیا کہوں... میں جانتی ہوں کہ

میرے الفاظ تم پر سے اسی طرح ڈھلک رہے ہیں جیسے کسی ترچھے پڑے ہوئے پتھر سے شبنم کے قطرے... میں اپنے جرم کے سلسلے میں تم سے کسی قسم کی رعایت نہیں مانگ رہی۔ تم یہ نہ سمجھنا... میرے ساتھ جو برتاؤ دل چاہے کرو.... لیکن صرف ایک بار اعتراف کر لو کہ تم بھی....!"

"کہ میں بھی....!" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر ٹھنڈی سانس لی۔ کچھ اور بھی کہنا چاہا مگر پھر صرف اُسے گھور کر رہ گیا۔

"ہاں.... کہو.... خاموش کیوں ہو گئے۔"

"میں فی الحال اس مسئلے کے علاوہ اور کسی موضوع پر گفتگو نہیں کر سکتا۔"

"ہاں! میں جانتی ہوں۔ تم ایسے ہی ہو....!" تھریسیا نے ٹھنڈی سانس لی۔ اُس کے چہرے پر گہری اداسی چھا گئی تھی۔

"ہف ڈریک کس کو جوابدہ ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"یہاں تمہارے ملک میں وہ کسی کو بھی جوابدہ نہیں ہے۔ اسے پارٹی کا لیڈر سمجھو....!"

"تھریس....!" عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا.... اس بار پھر اُس کے لہجے میں پیار تھا۔

"آہا....!" تھریسیا نے آنکھیں بند کر لیں ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اس لہجے کی لذتوں میں کھو جانا چاہتی ہو۔

"عمران.... ڈارلنگ....!" وہ اُسی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے رک رک کر بولی۔ "اس لہجے میں خلوص نہیں ہے.... مگر.... تھریس....! آج تک کسی نے بھی مجھے اتنی بے تکلفی سے مخاطب نہیں کیا.... وہ ہف ڈریک بھی مجھے مادام کہہ کر مخاطب کرتا ہے.... اُف کتنی حلاوت ہے۔ اس بے تکلفانہ لہجے میں.... اس طرز تخاطب میں.... عمران میں پیاسی ہوں.... اس لہجے کی پیاسی.... ہوں اسی تخاطب کی پیاسی ہوں۔ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ ہف ڈریک بھی میرے سامنے ہکلانے لگتا ہے۔ مگر میں پیاسی ہوں .... تھریس....!" وہ اپنے ہونٹوں کو اسی انداز میں دائرے کی شکل میں لائی جیسے کسی کو بوسہ دینا چاہتی ہو اور پھر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم.... حالات کو پیچیدہ بنا رہی ہو تھریس....!"

"میں یہاں موجود ہوں عمران! یقین رکھو اگر تمہارے بجائے کوئی اور ہوتا تو اب تک اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلتا کیونکہ میرا ملک سائنسی ترقی کے میدان میں ساری دنیا سے بہت آگے ہے۔"

"میں تمہیں یہاں تک بتا سکتی ہوں کہ ابھی کچھ دن پہلے جو نیلا سیارہ ناقابل یقین بلندیوں پر نظر آیا تھا میرے ہی ملک سے تعلق رکھتا تھا.... اور ساری دنیا چیخ اٹھی تھی کہ وہ اس سیارے سے لاعلم ہے۔ جن ممالک نے سب سے پہلے اپنے سیارے فضا میں چھوڑے تھے انہوں نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں اعلان کیا تھا کہ وہ پُر اسرار نیلا سیارہ ان سے تعلق نہیں رکھتا.... مگر میں جانتی ہوں کہ اس کا تعلق کس ملک سے تھا۔ وہ زیرولینڈ کا سیارہ تھا.... زیرولینڈ.... جو ایک دن ساری دنیا پر حکومت کرے گا اور تمہاری دانست میں جو سب سے زیادہ ترقی پسند ممالک ہیں اُس کے غلام کہلائیں گے.... میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ میں یہاں موجود ہوں میرے ہتھکڑیاں لگا کر پولیس کے حوالے کردو.... میں یہ کبھی نہ چاہوں گی کہ عمران کی بدنامی ہو.... اُس عمران کی جسے میں اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہوں.... مگر عمران ڈیئر یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ میں اپنے ملک سے غداری کروں.... دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے یہ نہیں پوچھ سکتی کہ زیرولینڈ کہاں ہے۔"

"میں بھی نہیں.... تھریس ڈارلنگ....!"

"نہیں.... تمہارا مقام الگ ہے.... تمہیں اس کی اجازت دے سکتی ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دو.... لیکن یہ ناممکن ہے کہ میں تمہیں زیرولینڈ کا محل وقوع بتادوں۔"

"پھر بتاؤ.... میں تمہیں کیا کروں! تمہارا اچار ڈالوں یا سچ مچ جیلی ہی بنا کر کھاؤں۔"

"تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ مجھے پولیس کے حوالے کردو۔ اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں پہناؤ۔ یہ میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں ایک بار تمہارے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں پہن لوں کیونکہ یہ بھی تمہارے نام پر ایک بڑا دھبہ ہے کہ کئی ٹکراؤ ہونے کے باوجود بھی تم مجھے گرفتار نہ کراسکے۔"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا.... کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "وہ سنہرا اسفنج کیا بلا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے کہ وہی ان ساری الجھنوں کا باعث بنا ہے۔ نہ وہ ہمارے ایک آدمی کی غلطی سے ڈاکٹر کی تجربہ گاہ میں گر جاتا اور نہ ہمیں ان دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ عمران دی گریٹ کو بھی کانوں کان خبر نہ ہوتی.... اور ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجاتے.... حالانکہ وہ ایک حقیر سی چیز ہے! ہم معمولی اسفنج کی بجائے سنہرے ریشوں کے اسفنج استعمال کرتے ہیں۔"

"آہا.... کتنا آرام دہ ہے یہ اسفنج.... کتنا فائدہ مند....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "دو ایک

ٹکڑے مجھے بھی دو! میں نے ایک رات آزمایا تھا تھریسیا ڈارلنگ۔"

"کیسے آزمایا تھا۔"

"نیند نہیں آرہی تھی.... رات گذرتی جارہی تھی۔ میں نے اُسی اسفنج کو اپنے آئی لوشن میں ڈبو کر آنکھوں پر پھیر لیا.... بس ایسی مزے کی نیند آئی ہے کہ کیا بتاؤں.... میں اُسی آئی لوشن کو اکثر پی بھی لیتا ہوں۔"

"بکواس شروع کردی تم نے! سنجیدگی سے گفتگو کرو۔ آخر میرے لئے تم نے کیا سوچا ہے۔"

"آہا.... وہ آئی لوشن.... ایسٹک ایسڈ اور لکویڈ امونیا سے تیار کیا جاتا ہے تھریس ڈیئر۔"

تھریسیا یک بیک اچھل پڑی۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"اوہ.... تم یہ بھی جانتے ہو۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"اور اس کے باوجود بھی تم چاہتی ہو کہ میں تمہاری محبت پر یقین کرلوں۔"

"نہ کرو....!" تھریسیا جھلا کر چیخی.... "لیکن میں تمہیں اپنے ملک کے رازوں کے متعلق کچھ نہ بتاسکوں گی۔ خواہ تم مجھے کتوں سے نچوا ڈالو۔"

"میں یہی کروں گا۔" عمران دانت پیس کر بولا۔

تھریسیا کچھ نہ بولی۔ وہ خاموشی سے اپنے بستر کی طرف مڑ گئی تھی.... "ٹھہرو.... تم اس جگہ سے ہل بھی نہیں سکتیں....!"

اچانک تھریسیا اس کی طرف مڑی اس کے ہاتھوں میں اعشاریہ دو پانچ کا چھوٹا سا پستول چمک رہا تھا۔

"کیا تم مجھے روک سکو گے....!" اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "چلو میں آج تمہارا سنگ آرٹ بھی دیکھوں گی۔"

"یقیناً ایسے مواقع پر وہی کام آتا ہے۔" عمران مسکرایا۔

"تو چلونا.... یہ تھریسیا بمبل بی کا ہاتھ ہے.... میں دیکھوں گی کہ تم کتنے پھرتیلے ہو....!"

"فائر کرو....!"

"فائر....!" تھریسیا نے مسکرا کر پستول اس کی طرف اچھال دیا.... جسے عمران نے اپنے ہاتھوں پر روک بھی لیا۔

"میں تم پر فائر کروں گی....!" وہ تمسخر آمیز انداز میں ہنسی۔ "یہ تو ایسا ہی ہے جیسے میں اپنے دل کے مقام پر پستول رکھ کر ٹریگر دبادوں۔"

"پھر میں ہی تمہیں گولی ماردوں گا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا سے کوئی راز اگلوالینا بہت مشکل ہے۔"

"آہا.... بس گولی ہی ماردو! میں ٹھنڈے دل سے تمہارے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتی ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں ذہنی الجھاؤ کی جھلکیاں صاف دیکھی جاسکتی تھیں۔

تھریسیا بستر کی طرف چلی گئی۔ پھر عمران نے اُسے لیٹتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ اپنے اوپر چادر کھینچ رہی ہے۔ پھر اُس نے چہرہ بھی ڈھانپ لیا۔

عمران خاموش کھڑا رہا.... دفعتاً اس نے تھریسیا کے قہقہے کی آواز سنی۔ اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ چادر چہرے سے ہٹادی تھی۔

"تم ہار گئے! عمران.... ہاہا.... ہار گئے.... پیارے....!" اُس نے کہا۔ اس کی آنکھیں بے حد نشیلی ہوگئی تھیں اور ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ ذرا ہی سی دیر میں سو جائے گی۔

"آہا.... تو کیا اب یہ تمہارا بستر.... چھت پھاڑ کر اوپر نکل جائے گا.... ہو سکتا ہے.... میں نے لڑکی سے تمہارے فے گراز کی داستان بھی سنی ہے۔"

"نہیں ڈارلنگ....!" تھریسیا کی آواز دردناک تھی اور ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ۔

"کیا مطلب....!" یک بیک عمران چونک پڑا۔

"یہ لو....!" تھریسیا نے ڈھیلے ہاتھ سے کوئی چیز عمران کی طرف اچھال دی۔ عمران نے اسے ہاتھ پر روک لیا اور دوسرے ہی لحہ میں اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ ایک چھوٹی سی شیشی تھی جس کی تہہ میں سرخ رنگ کا ایک قطرہ لرز رہا تھا اور لیبل پر تحریر تھا۔ "زہر"

"یہ تم نے کیا کیا....!" عمران شیشی پھینک کر اُس کی طرف جھپٹا۔

"تھریسیا ہنسی....!" مگر اس کے انداز میں بڑا اضمحلال تھا۔

اُس نے بھرائی ہوئی نحیف آواز میں کہا۔ "پھر میں کیا کرتی۔ میں جانتی تھی کہ تم میری کسی تجویز پر عمل نہ کرو گے۔ میرے مشورے کو شبہے کی نظروں سے دیکھو گے۔ تمہیں کسی بات کا یقین دلا دینا بہت مشکل کام ہے۔ کیونکہ تم ضدی ہو.... چلو اگر تمہارا ایک آنسو بھی میری لاش

پر گر سکا تو میں یہی سمجھوں گی کہ میں نے زہر کھا کر غلطی نہیں کی تھی.... یہ ایک سریع الاثر زہر ہے.... اچھا.... جاؤ.... دور ہٹو.... ہٹ جاؤ.... مجھے مرنے دو۔"

عمران دو قدم پیچھے ہٹ گیا.... تھریسیا نے پھر چہرے پر چادر کھینچ لی۔ عمران خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا.... مگر وہ اب یہی سوچ رہا تھا کہ وہ عورت تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا ہے۔ دنیا کی چالاک ترین عورت۔

اچانک تھریسیا کا جسم بڑی شدت سے کانپنے لگا۔ اسی طرح جیسے وہ برف کے کسی ڈھیر میں گر کر ٹھنڈک کا شکار ہوگئی ہو۔

پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اُس کی گردن داہنی جانب ڈھلک گئی۔ جسم اب بالکل ساکت ہو چکا تھا۔ عمران نے اسے آوازیں دیں۔ نبض ٹٹولی.... ناک کے سامنے ہاتھ لے جاکر سانس محسوس کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا۔

اُس نے ابھی تک اتنی جلدی مرنے والوں کے جسم اکڑے نہیں دیکھے تھے۔ وہ ہکا بکا.... کھڑا رہ گیا۔

ڈاکٹر داور کا فرانسیسی سیکریٹری تلاش کے باوجود بھی نہ مل سکا۔ ان کے بنگلے کے گرد مسلح فوج کا پہرہ تھا.... اور تھریسیا کی لاش پولیس کی نگرانی میں ہسپتال بھجوائی جاچکی تھی.... عمران بھی ڈاکٹر کے بنگلے ہی میں تھا۔ لیکن چہرے سے یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے تھریسیا کے مرنے پر ذرہ برابر بھی افسوس ہوا ہو.... وہ تو اب شمی کو بہلانے کی کوشش کر رہا تھا جس نے تھریسیا کی لاش دیکھ کر روتے روتے اپنی آنکھیں متورم کرلی تھیں۔

بدقت تمام وہ اسے سونے کے کمرے میں بھجوا سکا۔ ڈاکٹر داور بہت زیادہ مصروف نظر آرہے تھے۔ اب اُن کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار نہیں تھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں پھر اسی تہہ خانے میں نظر آئے جہاں سے تھریسیا کی لاش اٹھوائی گئی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا عمران کہ میرا سیکریٹری اتنا بڑا ویلین ثابت ہوگا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "اس سے بس یہی ایک راز پوشیدہ تھا کہ میں نے وہ پُر اسرار مادہ کس طرح حاصل کیا تھا اور

اسے کہاں چھپایا تھا.... اور اس عورت تھریسیا کی حرکتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میرے سیکریٹری کو یقین نہیں تھا کہ وہ کس جگہ چھپایا گیا ہوگا ورنہ یہ تھریسیا اتنا لمبا فراڈ کیوں کرتی۔ یعنی وہ لوگ محض شبہے کی بناء پر میرے تہہ خانے میں دیکھنا چاہتے تھے اور تہہ خانوں کے وجود سے صرف تین آدمی واقف تھے۔ میں سیکریٹری اور شمی۔ لیکن اس مادے یا اس کے ذخیرے کی جگہ کا علم سیکریٹری یا شمی کو بھی نہیں تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اُن چیزوں کو الٹ پلٹ رہا تھا جو تھریسیا سے تعلق رکھتی تھیں۔ دفعتاً اُس نے ہیڈ فونوں کے وہ سٹ اٹھائے جو شمی کے بیان کے مطابق ٹیگاز ہی رہے ہوں گے۔

"اوہ یہ سب بکواس ہے....!" ڈاکٹر نے کہا۔ "میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوں۔ ان میں کچھ بھی نہیں ہے... یہ مثلث ناک کے نیچے آکر ہونٹ چھپا لیتے ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے ہونٹوں کی حرکت نہیں دیکھی جا سکتی ورنہ شمی بھی اندازہ کر لیتی کہ وہ لڑکی اسے بیوقوف بنا رہی ہے۔"

"مگر یہ غوطہ خوری کا لباس....!" عمران ایک گوشے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "بہت کچھ رکھتا ہے۔ ڈاکٹر.... اس میں ہیڈ فون بھی موجود ہیں اور آکسیجن کی تھیلیوں کے نیچے ایک چھوٹی سی مشین بھی.... غالباً اس کے ذریعہ وہ لوگ پانی میں بھی ایک دوسرے سے گفتگو کر سکتے ہیں.... اور سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز وہ پستول ہے جو اُس لباس کے ایک جیب سے برآمد ہوا ہے.... آپ یونہی اس کا ٹریگر دبایئے کچھ نہ ہوگا.... صرف ایک ہلکی سی "ٹرچ" سنائی دے گی۔ اس کی نالی پانی میں ڈال کر ٹریگر دبایئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔"

"کیا ہوتا ہے۔"

"معاف کیجئے! اس کا تجربہ میں نے آپ کے پائیں باغ والے حوض میں کچھ دیر پہلے کیا تھا اس کی ساری مچھلیاں گوشت کے ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔"

"یہ تم نے کیا کیا..؟ ارے وہ بے حد قیمتی مچھلیاں تھیں! لاحول ولا قوۃ مجھ سے مشورہ لیا ہوتا۔"

"بس اب غلطی تو ہو ہی گئی۔ میں آپ کو سوئٹزر لینڈ کی مچھلیاں منگوا دوں گا جن کی دُموں پر مدھو بالا زندہ باد لکھا ہوتا ہے۔"

"ہائیں یہ کیا بکواس ہے۔" ڈاکٹر داور اُسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

"ایسی باتوں پر اسی طرح میرا دماغ خراب ہو جاتا ہے.... میں آپ کو ایک حیرت انگیز ایجاد

کے متعلق بتا رہا تھا اور آپ کو اپنی مچھلیوں کی فکر پڑ گئی۔"

درجنوں ایجادات میری جیب میں پڑی رہتی ہیں۔ لیکن اب ویسی مچھلیاں کبھی نہ مل سکیں گی.... میں ایک کمیاب نسل کالی گولڈ فش پر کچھ تجربات کر رہا تھا۔ تم نے ان سبھوں کا ستیاناس کر دیا.... لاؤ.... دیکھوں وہ پستول....!"

عمران نے پستول نکال کر ڈاکٹر داور کو دیا۔ یہ کسی چمکدار صاف دھات کا معمولی سا پستول معلوم ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر داور نے اُس کے دہانے کو انگلی سے بند کر کے ٹریگر دبایا۔ ہلکی سی "ٹرچ" سنائی دی اور پھر ڈاکٹر اس کے دہانے سے انگلی ہٹا کر ناک کے قریب لے گئے۔ یک بیک عمران نے پھر اُن کے چہرے کا رنگ اڑتے دیکھا۔

"عمران....!" وہ مضمحل آواز میں بولے۔ "میں مکمل طور پر لٹ چکا ہوں۔ خدا اس سیکریٹری کو غارت کرے جس نے مجھے بالکل تباہ کر دیا۔ ارے میں اسے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا.... اس قسم کے ایک حربے کی ایجاد کی فکر میں نے ہی سب سے پہلے کی تھی جو پانی کے اندر کام آ سکے اور اتنا ہلکا پھلکا ہو کہ اس کی نقل و حرکت میں کوئی دشواری پیش نہ آئے.... مگر پھر بعض الجھنیں ایسی آ پڑی تھیں کہ میرا ذہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا اس پر گو میرا کام مکمل ہو چکا تھا لیکن میں نے اس حربے کو کوئی مخصوص شکل نہیں دی تھی۔ کیا پانی میں اس کا ٹریگر دبانے سے سرخ رنگ کی چمکدار لہریں نکلتی تھیں۔"

"جی ہاں....!"

"بس....!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔ "اب مجھے مطمئن رہنا چاہئے کہ صرف ایک راز کے علاوہ اور میرے سارے راز کسی دوسرے ملک کے سائنسدان تک پہنچ چکے ہیں۔"

"غالباً آپ کا وہ راز یہی خلاء بنانے والا مادہ ہے۔"

"ہاں....! مگر اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ راز ہی رہے.... اس کی کافی مقدار وہ لوگ نکال لے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس پر ان کا کوئی تجربہ انہیں اس کے حاصل کرنے کے طریقے ہی کی طرف لے جائے۔"

"اس پستول میں کیا چیز استعمال کی جاتی ہے۔"

"ایک مخصوص قسم کی بیٹری جسے ایٹمی توانائی سے چارج کیا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ...."

"ٹھہرو.... مجھے دیکھنے دو۔"

ڈاکٹر داور تھوڑی دیر تک اُس پستول کو الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے۔ انہوں نے اس کے دستے میں ایک خانہ سا پیدا کر لیا غالباً وہ کسی بٹن کے دبانے کی وجہ سے ظاہر ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس خانے سے کوئی ثقیل اور مٹیالے رنگ کی مکعب نما چیز نکالی اور ہتھیلی پر رکھ کر اس طرح ہاتھ کو جنبش دینے لگے جیسے اس کا وزن معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

آخر کار انہوں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اگر یہ تیس سال تک متواتر چوبیس گھنٹے استعمال میں رہے تب بھی اسے دوبارہ چارج کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔"

"اچھی بات ہے اُسے اسی طرح رکھ دیجئے اور میں اب سمندر کی سیر کروں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"ایک زمانے میں مجھے فراگ مین بننے کا بھی شوق رہ چکا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم سوچے سمجھے بغیر اس سلسلے میں کوئی قدم نہ اٹھاؤ۔ میں تو اس وقت صرف شارلی کے متعلق سوچ رہا ہوں کہیں یہ محض اتفاقات ہی پر مبنی نہ ہو کہ وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔"

"میں کس طرح یقین کر لوں کہ جسے آج تک میں نے بیٹے کی طرح عزیز رکھا ہے۔"

"یہ شارلی کون ہے....!"

"وہ میرا اسکریٹری....!"

"آہا.... مگر ابھی کچھ دیر پہلے تو آپ نے کوئی دوسرا نام بتایا تھا۔"

"میں اسے شارلی ہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا.... بالکل اُسی طرح پیار سے جیسے اپنے بچوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ عمران وہ بہت ذہین ہے۔ بے حد شریف ہے.... میں کیسے یقین کر لوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ تھریسیا کی چیزیں اکٹھی کر رہا تھا۔

اچانک کسی گوشے میں لگی ہوئی گھنٹی چیخ اُٹھی۔

"اوہ....!" ڈاکٹر چونک پڑا.... "یہ شمی ہی ہو گی۔ آؤ چلیں۔"

عمران نے غوطہ خوری کا لباس سمیٹ کر بائیں ہاتھ میں ڈالا اور ڈاکٹر داور کے ساتھ تہہ خانوں سے نکل آیا۔

عمارت پر سناٹے کی حکمرانی تھی.... باہر مسلح فوجیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب بھی کسی خطرے کی بو سونگھ کر یک بیک خاموش ہو گئے ہوں۔

شمی نے بتایا کہ فون پر عمران کی کال ہے۔ عمران سوچنے لگا کہ یہاں کس نے اسے فون کیا ہوگا.... وہ اکثر احمقانہ انداز میں سوچنے بھی لگتا تھا۔ اُس کے سارے ماتحت اس وقت اس عمارت کے آس پاس ہی موجود تھے ممکن تھا کہ انہیں میں سے کسی نے فون پر اُس سے گفتگو کرنی چاہی ہو۔

اُس نے ریسیور اٹھا کر آہستہ سے کہا۔ "ہیلو....!"

اور جواب میں اُسے کسی عورت کی ہنسی سنائی دی.... عمران کو بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اُس کی کھوپڑی گردن سے اکھڑ کر چھت سے جا ٹکرائی ہو.... کیونکہ یہ آواز اور ہنسی تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

عمران سنبھلا اور پھر اُس نے بھی ہنسنا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ کرتا بھی کیا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہیئے.... ڈاکٹر داور قریب ہی کھڑے اُسے اس طرح گھور رہے تھے جیسے ان کی دانست میں اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

"عمران ڈارلنگ....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دوسری طرف سے ماؤتھ پیس ہی میں ایک عدد بوسہ اڑا دیا گیا۔

"ارے باپ رے....!" عمران بڑبڑایا۔

"میں نے تمہیں ایک شاندار موقع دیا تھا عمران....!" آواز آئی۔ "لیکن تم شکوک و شبہات کا شکار رہے۔ اب بتاؤ کیسی رہی.... کل کے اخبارات بھی تو بتائیں گے کہ تھریسیا عمران کو چرکا دے کر نکل گئی.... اگر تم نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی ہوتیں تو میرے نکل جانے کی ذمہ داری تم پر عائد نہ ہوتی۔ ویسے نہ میرے ہاتھ ہتھکڑیوں کے لئے بنے ہیں اور نہ میں خود حوالات کے لئے.... بولو.... تم سے غلطی ہوئی تھی یا نہیں!"

"نہیں....!" دفعتاً عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

"ارے خفا ہو گئے ڈیئر....! سنو تو سہی تمہارے مشرق کا صرف یہی آرٹ مجھے بے حد پسند ہے۔ اسی کی بدولت میں کئی بار کافی بڑے خطرات سے نکل گئی ہوں.... تم بھی حبس دم کی تھوڑی مشق بہم پہنچا لو.... کبھی نہ کبھی کام ہی آئے گی۔"

"میں روح قبض کرنے کا ماہر ہوں۔"

"واقعی تم غصے میں معلوم ہوتے ہو۔ بھئی میرا کیا قصور ہے۔ مجھے وہاں سے ایک ایمبولینس گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لایا گیا تھا۔ ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں گاڑی رکی اور جیسے وہ لوگ مجھے اسٹریچر پر ڈالنے لگے میں نے کہا ایک چھینک ہی سہی..... بس چھینکنا قیامت ہو گیا۔ وہ لوگ اچھل اچھل کر بھاگے اور کمپاؤنڈ میں چاروں طرف بھوت کے نعرے گونجنے لگے..... مجھے بہت غصہ آیا تمہیں سوچو کہ یہ میری شان میں کتنی بڑی گستاخی تھی۔ بس پھر میں ان کو بُرا بھلا کہتی ہوئی کمپاؤنڈ سے صاف باہر نکل آئی اور اب ایک چوراہے کے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے تمہیں مخاطب کر رہی ہوں۔"

"اچھا اب مخاطب کر چکی ہو تو میں ڈس کنکٹ کر دوں کیونکہ بہت کام پڑا ہوا ہے۔"

"تمہاری مرضی.....!" تھریسیا کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن میز کے پاس سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس بار صفدر نے اسے مخاطب کر کے تھریسیا کے زندہ ہونے کی اطلاع دی۔ وہ ایمبولینس گاڑی میں اس توقع پر بیٹھ کر ہسپتال تک گیا تھا کہ شائد تھریسیا کے آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ عمران نے صفدر کی اس اطلاع پر رائے زنی نہیں کی حالانکہ صفدر نے گفتگو کو طول دینے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے صرف حیرت کا اظہار کر کے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ شمی سے اس جگہ کے متعلق پوچھ گچھ کرتا رہا تھا جہاں تھریسیا کا فے گراز گرا تھا۔ لیکن وہ اس وقت شمی کو باہر جانے پر آمادہ نہ کر سکا۔ حالانکہ وہ ایک نڈر لڑکی تھی لیکن اس رات کے حالات نے اُسے کسی حد تک کم ہمت بنا دیا تھا۔ وہ عمران کو کچن میں لے گئی اور پھر کھڑکی سے وہ جگہ دکھانے لگی جہاں فے گراز گرا تھا۔ اس نے اس کے لئے بہت زیادہ قوت والی ٹارچ استعمال کی۔ نیچے فوجی موجود تھے انہوں نے مڑ کر دیکھا اور بڑبڑاتے ہوئے پھر ساحل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد عمران باہر آ گیا..... اس وقت کوئی دوسرا سمندر میں غوطہ لگانے کا خیال بھی دل میں نہ لاتا لیکن عمران غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس ساحل کی طرف چلا جا رہا تھا۔ یہ وہی لباس تھا جو تھریسیا چھوڑ گئی تھی اور عمران نے اسے ہر ہر طرح سے الٹ پلٹ کر دیکھا تھا..... اور اس کی خصوصیات ذہن نشین کرنے کی کوشش کی تھی..... وہ بہت خاموشی سے باہر آیا تھا اور جب وہ ساحل پر پہنچ گیا تو اُسے ان فوجیوں پر بے حد غصہ آیا جن کی غفلت اُسے یہاں تک کسی مزاحمت کے بغیر لائی تھی۔

وہ بہ آہستگی پانی میں اتر گیا..... لیکن جیسے ہی اُس کا سر پانی میں پہنچا خلاف توقع اُسے اپنے چاروں طرف روشنی نظر آنے لگی۔ اتنی تیز روشنی کہ وہ پانی میں رہ کر تعین بھی کر سکتا تھا۔

پھر اچانک اس نے کسی کی آواز سنی اور اُسے اس ہیڈ فون کا خیال آ گیا جو غوطہ خوری کے لباس کے استر میں سلا ہوا تھا۔ آواز اسی ہیڈ فون سے آ رہی تھی لیکن بولنے والا ایسی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا جو عمران کے لئے ناقابل فہم تھی۔ ویسے اس نے سب سے پہلے "مادام تھریسیا..... مادام تھریسیا....." کی تکرار سنی تھی۔

اس نے سوچا کہیں یہ لباس ہی کسی قسم کی پیغام رسانی کا باعث نہ بنا ہو جس طرح پانی میں اترتے ہی اس کے ایک حصے سے روشنی پھوٹنے لگی تھی اُسی طرح کہیں اس نے اس کے پانی میں اترنے کی اطلاع بھی کسی کو نہ دی ہو..... یہ لباس تھریسیا سے تعلق رکھتا تھا اور عمران نے محسوس کیا تھا کہ کسی نامعلوم جگہ سے اس بولنے والے نے اسی انداز میں بار بار تھریسیا کا نام لیا تھا جیسے وہ اُسے مخاطب کرنا چاہتا ہو۔

عمران نے فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی اس نے سوچا کہ اب یہاں ٹھہرنا گویا دیدہ دانستہ موت کو دعوت دینا ہو گا وہ بڑی تیزی سے پانی کی سطح پر ابھرا..... جب تک اس کا سر پانی میں ڈوبا رہا تھا آوازیں برابر آتی رہیں تھیں لیکن اوپر سر ابھارتے ہی اس کے گرد پھیلی ہوئی روشنی بھی غائب ہو گئی اور آوازوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ پانی کاٹتا ہوا کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا..... مگر اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر اسے نیچے کھینچ لیا ہو..... عمران بے بسی سے ہاتھ پیر ہلاتا ہوا تہہ نشین ہوتا رہا..... دفعتاً اس کے کانوں سے پھر کسی غیر مانوس زبان کے الفاظ ٹکرانے لگے..... اُس نے سوچا کہ یہ یقیناً کوئی آدمی ہی ہے جو اس کی ٹانگیں پکڑے ہوئے تہہ میں کھینچے لئے جا رہا ہے۔

دفعتاً عمران نسوانی آواز میں ہنسا..... اُس نے تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کی ہنسی کی نقل اتارنے کی کوشش کی تھی..... اچانک اس کی ٹانگیں چھوڑ دی گئیں۔ عمران قلابازی کھا کر اُس آدمی کے سامنے آ گیا جس نے اس کی ٹانگیں پکڑ رکھی تھیں..... وہ برابر اسی طرح ہنسے جا رہا تھا..... اور اس کے کانوں میں "مادام..... مادام" کے ساتھ ہی دوسرے الفاظ بھی گونجتے رہے۔

غالباً وہ آدمی اپنی اس گستاخی پر اظہار تاسف کر رہا تھا۔

عمران نے پستول نکالا.... اور دوسرے ہی لمحے میں اس کی نال سے سرخ لہریں نکل کر اس آدمی کے ہیولا سے ٹکرائیں.... پھر نہ معلوم ہو سکا کہ وہ ہیولا کس طرح یک بیک ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

اب عمران دوبارہ اوپر اٹھ رہا تھا.... اگر اس سے ذرا سی بھی غلطی ہوتی تو شائد اسی کے ٹکڑے اس وقت تہہ سے سطح کی طرف ابھر رہے ہوتے۔

اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ لباس بجائے خود خبر رسانی کا ذریعہ ہے.... اور ہو سکتا ہے کہ ہر لباس کی نوعیت ہی الگ ہو اور وہ مخصوص نوعیت ہی لباس استعمال کرنے والے کی شخصیت کا اعلان کر دیتی ہو.... مثلاً یہ لباس چونکہ تھریسیا کے استعمال میں رہتا تھا اس لئے جیسے ہی یہ پانی میں پہنچتا تھا بعض نامعلوم آدمیوں کو کسی ذریعہ سے علم ہو جاتا تھا کہ تھریسیا بمبل بی پانی میں اتری ہے۔

عمران سطح پر ابھرا اور کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس بار وہ بہ آسانی کنارے تک پہنچ گیا۔

لیکن اسے خدشہ تھا کہ اس کا علم ان لوگوں کو یقینی طور پر ہو گیا ہو گا جن سے اس آدمی کا تعلق تھا۔

عمران نرکل کی جھاڑیوں میں آچھپا۔ اس کی نظریں پانی کی سطح پر تھیں۔ مگر بیس منٹ تک منتظر رہنے کے باوجود بھی کوئی نیا واقعہ سامنے نہ آسکا۔

کچھ دیر بعد وہ اور ڈاکٹر بنگلے کے ایک کمرے میں.... ایک بڑی میز کے قریب کھڑے اُن ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے جو سمندر کی لہروں نے کنارے لا پھینکے تھے.... ان کی رنگت سیاہ تھی لیکن یہ گوشت کے لوتھڑے ہی معلوم ہو رہے تھے۔

"تم....!" ڈاکٹر داور عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

"کیا میں نے غلطی کی تھی؟" عمران نے بوکھلا کر احمقانہ انداز میں پوچھا اور ڈاکٹر کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں اولاد آدم کے کس طبقے کے ساتھ رکھوں....!" انہوں نے کہا۔

"اس طبقے کے ساتھ جس کا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔"

"نہیں.... تم جیسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا....!"

"میں غلط نہیں کہہ رہا تھا.... پہلے آپ کی نظروں سے نہیں گذرا تھا.... اب گذرا ہوں.... اور ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد آپ مجھے پہچاننے ہی سے انکار کر دیں!"

ٹھیک اسی وقت شمی کمرے میں داخل ہوئی اور ڈاکٹر نے جلدی سے آئیل کلاتھ کا ایک ٹکڑا اُن ٹکڑوں پر ڈال دیا جو ساحل سے لائے گئے تھے۔

"پاپا.... وہ زندہ ہے.... خدا کی قسم.... اس کی آواز تھی۔" شمی ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیا کہہ رہی ہو.... کس کی آواز تھی....!" ڈاکٹر داور نے پُر سکون لہجے میں پوچھا۔

"سنہری لڑکی.... کی.... خدا کی قسم پاپا.... اُس نے ابھی ابھی مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی۔"

"اب تم سو جاؤ....!" ڈاکٹر داور نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم اس لڑکی سے بے حد متاثر ہوئی ہو.... مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے ذہن پر اس کا بُرا اثر نہ پڑے۔"

"پاپا.... یقین کیجئے....!"

عمران احمقانہ انداز میں ہنس پڑا اور شمی اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی پھر اُس نے شائد کوئی جلی کٹی بات کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ عمران بوکھلا کر بولا۔ "ہاں.... وہ زندہ ہے....؟"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں....!" شمی دانت پیس کر ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

"بے بی.... بے بی۔" ڈاکٹر داور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"پاپا.... یہ آدمی مجھے خواہ مخواہ غصہ دلایا کرتا ہے۔"

"بے بی.... یہ میرا بیٹا ہے.... اس لئے اس کی توہین نہ کرو.... کیا تم انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر رحمان سے واقف ہو۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔" شمی کا لہجہ اب بھی ناخوشگوار تھا۔ "وہ آپ کے دوست ہیں۔"

"یہ رحمان کا لڑکا علی عمران ہے.... ممکن ہے تم نے اس کے تذکرے بھی سنے ہوں۔"

"جی ہاں سنے ہیں.... یہ ثریا آپا کے بھائی ہیں نا....!" اُس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ارے.... خدا غارت کرے....!" عمران ہکلا کر بڑبڑایا۔

"میں نے ثریا سے ہی ان کے تذکرے سنے ہیں۔" شمی بُرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "گھر ہی میں ان سے کون خوش ہے....!"

"ثریا کون ہے....!" ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

"ان کی بہن....!"

"اوہ.... عمران.... میری زندگی ایسی ہے کہ میں کسی سے بھی واقف نہیں ہوں۔ حتیٰ کہ اپنے جگری دوستوں کے بچوں تک سے شناسائی نہیں رکھتا۔ اب یہ شمی آتی جاتی رہتی ہے تمہارے یہاں.... اور اکثر سنا ہے تمہارے گھر کی لڑکیاں بھی یہاں آتی ہیں۔"

"بس ایسی ہی زندگی میری بھی ہے.... دو سال بعد.... ابھی پچھلے دنوں دوبارہ گھر گیا تھا۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے ایسی زندگی بہت پسند ہے! ارے ماں باپ تو بہتیرے مل جائیں گے لیکن گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔"

"دیکھا آپ نے.... یہ ایسے آدمی ہیں....!" شمی طنزیہ لہجے میں بولی۔

"خیر.... بھئی اب تم لوگ لڑو مت.... میں ویسے ہی بہت پریشان ہوں۔" ڈاکٹر داور نے کہا پھر عمران سے بولے۔ "ہاں تم نے ابھی کیا کہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔"

اور میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیونکہ میں نے آپ دونوں کی موجودگی ہی میں اس سے گفتگو کی تھی اُسی وقت جب میں ہنس رہا تھا اور آپ مجھے اس طرح گھور رہے تھے جیسے میرا دماغ خراب ہو گیا ہو اور پھر اُسکے بعد میرے ایک ساتھی نے اس کی زندگی کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ کیونکہ وہ اُس گاڑی ہی میں موجود تھا جس میں اس کی لاش ہسپتال لی جائی گئی تھی۔ جب لاش کا اسٹریچر اٹھایا جانے لگا تو اُس سنہری لڑکی کو ایک رو پہلی سی چھینک آگئی بس پھر کیا تھا۔ ہسپتال کی کمپاؤنڈ ویران ہو گئی اور وہ!"

عمران اپنی دو انگلیوں کو اس طرح خلاء میں حرکت دینے لگا جیسے اُن انگلیوں سے تھریسیا کے چلنے کی نقل اتار رہا ہو۔

"مگر یہ ہوا کیسے! اُس کی لاش تک اکڑ گئی تھی۔" ڈاکٹر داور نے حیرت سے کہا۔

"ارے وہ تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا ہے۔" عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا "اور پھر اُس نے اس کے کئی تذکرے چھیڑ دیئے۔ فی الحال دراصل اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے اس لئے وہ وقت کاٹنے کے لئے شکرال کے قصے لے بیٹھا کہ کس طرح وہ تھریسیا اور الفانسے کے چکر میں پڑنے کے بعد شکرال تک جا پہنچا تھا.... [1] یہ واقعات اتنے دلچسپ تھے

---

[1] ان واقعات کے لئے عمران سیریز کی جلد نمبر 5 "شکرال کا ناسور" ملاحظہ فرمائیے۔

کہ ڈاکٹر داور جیسے مشغول آدمی بھی اطمینان سے ایک کرسی پر دراز ہو گئے تھے۔ اُن کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور آنکھیں نیم وا تھیں۔ شمی بھی کبھی کبھی خوفزدہ نظر آنے لگی اور کبھی اس کی آنکھیں چمکنے لگتیں۔ دفعتاً عمران نے ڈاکٹر داور کو مخاطب کیا۔ "آپ کو یاد ہے یا نہیں کہ تہہ خانے میں آپ اپنے پیروں کے نیچے کتے کے پلے کی آواز سن کر اچھل پڑے تھے۔"

"ہاں بھئی....!" ڈاکٹر داور چونک کر بولے۔ "وہ کیا تھا؟ مجھے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے میرے پیروں کے نیچے کوئی کتے کا پلا اتفاقاً دب کر چیخ اٹھا ہو۔!"

"وہ تھریسیا تھی۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہے! وہ تو کافی دور تھی۔"

"یہ بھی ایک آرٹ ہے ڈاکٹر....!"

"انکل نہیں کہہ سکتے۔" شمی بول پڑی۔ "میں بھی تو تمہارے ڈیڈی کو انکل کہتی ہوں....! ڈاکٹر.... ڈاکٹر.... کتنا بُرا لگتا ہے۔!"

"نہیں....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں اب اپنے ڈیڈی کو بھی ڈیڈی نہیں کہتا کیونکہ ۱۹۵۵ء سے کسی دوسرے ڈیڈی کی تلاش میں ہوں مگر ابھی تک نہیں مل سکا۔"

"یہ کیا بکواس شروع کر دی تم لوگوں نے.... ہاں عمران پھر کیا ہوا....!"

"ہاں.... ڈاکٹر.... پھر جب ہم تھریسیا کو ساتھ لے کر شکرال سے واپس آرہے تھے وہ اپنے اسی آرٹ کے مظاہرے کی دھمکی دے کر نکل گئی تھی.... ہم دشوار گذار راستوں سے گذر رہے تھے۔ آپ خود سوچئے اگر وہی کتے کا پلا خچروں اور ٹٹوؤں کے پیروں کے نیچے دب کر بھی چیخنا شروع کر دیتا تو ہم کہاں ہوتے! ہزاروں فٹ کی بلندی سے نیچے گرنے کے بعد ناشتہ بھی تو نہ کر سکتے.... کیونکہ خود ہمارا ہی حلوہ بن جاتا.... اس طرح وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر وہ دنیا کی شاطر ترین عورت ہے.... اب اسی وقت وہ اپنے دوسرے آرٹ حبس دم کا مظاہرہ کر کے نکل گئی.... مگر آپ یقین کیجئے کہ میں بھی دھوکا کھا گیا تھا۔"

"آپ ویسے بھی مجھے کوئی عقلمند آدمی نہیں معلوم ہوتے....!" شمی جل کر بولی۔

"نہ معلوم ہوتا ہوں گا۔!" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔ "ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ثریا سے کب سے جان پہچان ہے۔"

"بہت دنوں سے....!"

"ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیوں کیا بات ہے....!" ڈاکٹر داور نے چونک کر پوچھا۔

"ثریا اس خاندان میں ایک ایسی لڑکی ہے جس سے شیطان تو خیر معمولی چیز ہے عمران بھی پناہ مانگتا ہے۔" عمران نے کافی سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

"خیر.... خیر.... تو وہ بھی تمہاری ہی بہن ہے....!" ڈاکٹر ہنسنے لگے۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس کے ہونٹ ہل رہے تھے اور آنکھیں فرش پر تھیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی کم سخن مگر غصہ ور لڑکی تنہائی میں بڑبڑا کر اپنے دل کا بخار نکال رہی ہو۔

"مگر ڈاکٹر۔" اُس نے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر کہا۔ "مجھے آپ کے رویئے پر حیرت ہے آپ کا اتنا زبردست نقصان ہوا ہے یعنی آپ کے ایک نہیں بلکہ کئی راز دوسروں تک پہنچ گئے ہوں گے لیکن.... میں آپ کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں دیکھتا۔ بس وقتی طور پر میں آپ کے چہرے پر کرب کی علامتیں ضرور پاتا ہوں لیکن کچھ دیر بعد آپ اس طرح معمول پر آجاتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو....!"

"ہوں....!" ڈاکٹر داور مسکرائے اور اُن کی یہ مسکراہٹ بے جان بھی نہیں تھی وہ چند لمحے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر بولے۔ "مجھے ان چیزوں کی پرواہ کم ہوتی ہے.... ابھی ایسے ہی ہزار ہا ادھورے پلان میرے ذہن میں موجود ہیں اس لئے ایک آدھ کے ضائع ہو جانے سے میری فکری صلاحیتوں پر کیا اثر پڑ سکتا ہے.... میرے لئے یہی خوشی کیا کم ہے کہ میں اپنے ذہن کی عظیم بلندیوں سے ان چوروں پر حقارت کی نظریں ڈالتا ہوں۔ تم ان جملوں پر مجھے مغرور سمجھو گے مگر میں اسے غرور نہیں سمجھتا۔ وہی کہتا ہوں جو دوسرے میرے لئے کہتے ہیں۔ میں نے دنیا کو بہت کچھ دیا ہے عمران....!"

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور عمران اٹھ گیا۔

دوسری طرف سے بولنے والا بلیک زیرو تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "کوئینس روڈ والی عمارت جس میں ہف ڈریک رہتا تھا شعلوں میں گھری ہوئی ہے.... فائر بریگیڈ ابھی تک آگ پر قابو نہیں پا سکا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اُس عمارت سے

کوئی بھی باہر نہیں نکلا۔ فائر بریگیڈ سے کچھ آدمی اندر اسی لئے گھسے تھے کہ لوگوں کو باہر نکالیں لیکن انہیں ایک متنفس بھی نہ مل سکا۔"

"ہف ڈریک وہاں موجود ہے۔"

"نہیں کوئی بھی نہیں.... اُس کی تلاش جاری ہے۔ جہاں جہاں بھی اُس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے تھے کوشش کی گئی لیکن ابھی تک تو کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"اُسے تلاش کرنے کی کوشش کرو.... اُس کے دوسرے آدمیوں پر تو تم لوگوں کی نظریں تھیں ہی.... لہٰذا اُن میں سے جو بھی جس وقت اور جہاں جس حال میں ملے اُسے گھیرو اور ہیڈ کوارٹر پہنچادو۔"

"بہت بہتر جناب!" بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ ریسیور رکھ کر وہ شمی کی طرف مڑا۔

"ہاں آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اُس نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا۔"

"کچھ نہیں.... بس وہ مجھ سے معافی مانگ رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ اب تو تمہیں حالات کا علم ہی ہو چکا ہوگا.... مگر یہ حقیقت ہے کہ مجھے تم سے بے پناہ محبت ہو گئی ہے.... میں نہیں چاہتی کہ تمہارے دل میں میری طرف سے کسی قسم کی کدورت رہ جائے.... میں تمہیں یا تمہارے پاپا کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے بغیر وہ چیز نکال لے جاتی جو مجھے درکار تھی.... اوہ.... پاپا.... وہ کیا چیز تھی۔!"

وہ خاموش ہو کر ڈاکٹر کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کچھ بھی نہیں!" ڈاکٹر نے آنکھیں بند کئے ہوئے جواب دیا۔ "تم اُن الجھنوں میں نہ پڑو! جاؤ اب سو جاؤ۔"

"اچھا میں نہیں پوچھوں گی پاپا.... مگر میں اس وقت آپ سے قریب رہنا چاہتی ہوں۔"

ڈاکٹر کچھ نہ بولے۔

یہ کچھ اُس شہر کی بات نہیں تھی بلکہ اُن واقعات سے سارے ملک میں بے چینی پھیل گئی تھی۔ لیکن اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ میں وہ حالات کیوں رونما ہوئے

تھے۔ یعنی ڈاکٹر داور کی وہ خطرناک دریافت اب بھی پردہ راز میں تھی۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ نیلے سیارے اور چمکدار لکیروں کا تذکرہ کئی ممالک کے اخبارات نے کیا ہو.... لیکن اُن ممالک نے بھی کسی نیلے سیارے کے وجود پر حیرت ظاہر کی تھی جو ان دنوں مصنوعی سیاروں کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ وہ زمانہ بھی عجیب تھا مصنوعی سیاروں کا مسئلہ کبوتر بازی کی طرح "سیارہ بازی" کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ مگر یہ امن پسند دنیا کے لئے بڑا اچھا شگون تھا کیونکہ بین الاقوامی غنڈے اب ایک دوسرے کو جنگ کی دھمکیاں دینے کی بجائے مصنوعی سیاروں کے میدان میں قوت آزمائی کر رہے تھے۔ لیکن ان میں سے ابھی تک کوئی بھی چیں بول جانے پر آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے اور کہتے دیکھو.... یہ رہا ہمارا سیارہ.... یہ اتنا وزنی ہے اور زمین سے اتنے فاصلے پر گردش کر رہا ہے.... اگر کوئی اس سے بڑا اور اس سے زیادہ فاصلے پر گردش کرنے والا سیارہ فضا میں پھینک سکو تو خیر ورنہ اَب اسے تسلیم کرلو کہ ہم تم سے بڑی طاقت ہیں۔ حریف سیر پر سوا سیر لگا دیتا اور پھر وہی کھینچ تان شروع ہو جاتی.... بہر حال ابھی تک کسی نے بھی شکست تسلیم نہیں کی تھی۔

اچانک ایک دن ایک ملک کا سیارہ فضا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا اور اس پر طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں.... لیکن جانی پہچانی دنیا میں صرف دو آدمی اس راز سے واقف تھے.... عمران اور ڈاکٹر داور.... وہ سیارہ ٹھیک اسی جگہ پھٹا تھا جہاں اُن دونوں نے نیلے سیارے کو چمکدار لکیروں کا جال بناتے دیکھا تھا۔ ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ اور بنگلے کے گرد اب بھی فوج کا پہرہ قائم تھا۔ لیکن اس رات سے جب تھریسیا فرار ہوئی تھی اب تک کوئی نیا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ ڈاکٹر داور بھی عموماً خاموش نظر آتے اور ان کا زیادہ تر وقت بنگلے میں گذرتا۔ شمی کو بھی اس پر بڑی حیرت تھی۔ اکثر تو وہ اس سے کہتے "بے بی.... ذرا لوڈو تو نکالو ذرا دیر کھیلیں گے۔"

اور پھر وہ سچ مچ اُس کے ساتھ بالکل بچوں ہی کے سے انداز میں لوڈو کھیلنا شروع کر دیتے۔ شمی کے لئے ان کا آج کل کا رویہ حیرت انگیز تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنی ذہنی سطح سے اس حد تک کبھی نیچے نہیں آئے تھے۔ آج کل انہیں ہر وقت عمران کی تلاش بھی رہتی تھی۔ مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا کہ ہنسنے ہنسانے میں وقت گذار دیا جائے۔ مگر عمران تو ان دنوں سرے سے غائب ہی ہو گیا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے کئی بار رحمان صاحب کو بھی فون کیا تھا لیکن وہ

بھی عمران کے متعلق کچھ نہیں بتا سکے تھے۔

آج تو وہ دن بھر بنگلے میں یا تو ٹہلتے رہے تھے یا شمی کے ساتھ کبھی تاش کھیلتے اور کبھی لوڈو.... انہیں اس کا بڑا قلق تھا کہ اُن کے سیکریٹری شارلی نے اُن کے ساتھ بہت بڑا فراڈ کیا تھا.... اس رات سے جب وہ حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے اب تک شارلی کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔

شام ہوتے ہوتے اُن کے چہرے پر اتنی زیادہ بیزاری اور اکتاہٹ نظر آنے لگی کہ شمی کو استفسار کرنا ہی پڑا۔

"ہاں.... بے بی....!" انہوں نے صرف اتنا ہی کہا۔ "میں آج کل ایک بہت بڑی الجھن میں مبتلا ہوں۔"

"مجھے بھی بتائیے....!"

"کیا بتاؤں.... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں! کاش میں صرف ایک لکڑہارا ہوتا۔"

"آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں پاپا....!"

"میں خود بھی سمجھتا ہوں کہ یہ بے تکی باتیں ہیں! مگر آدمی اتنا مجبور ہے! وہ کبھی ان بلندیوں پر جا پہنچتا ہے جہاں فرشتوں کی بھی سانس رکنے لگے اور کبھی ایسی پستی میں گرتا ہے جہاں خود اُسے اپنے وجود سے انکار کر دینا پڑتا ہے۔ یعنی وہ خود کو پہچان ہی نہیں سکتا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی پاپا....!"

"خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ بلندیوں پر ہوں یا پستیوں میں! اُف فوہ.... بے بی!"

"آدمی کتنا پیاسا ہے.... اور کس طرح اُس کی پیاس بڑھتی رہتی ہے.... اور کس طرح وہ خوارج میں اپنے لئے تسکین اور آسودگی تلاش کرتا ہے.... مگر کیا کبھی اُسے تسکین نصیب ہوتی ہے.... کبھی آسودگی ملتی ہے.... مگر وہ بالکل کسی سمندر ہی کی موج در موج آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کبھی چٹانوں کو کاٹتا ہے اور کبھی پہاڑوں میں رخنے کر کے ان کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔ اپنی بے چینی کی وجہ وہ خود ہے اور اپنی تسکین کا سامان بھی اپنے ہی دامن میں رکھتا ہے.... مگر وہ دوسروں کی پیاس تو بجھا دیتا ہے خود اپنی پیاس بجھانے کا سلیقہ نہیں رکھتا.... تم اُسے پیاسا سمندر کہہ سکتی ہو بے بی.... جو پانی ہی پانی رکھنے کے باوجود بھی ازل سے پیاسا ہے.... اور اس وقت تک پیاسا ہی رہے گا جب تک کہ اُسے اپنا عرفان نہ ہو جائے لیکن ابھی اس میں ہزار ہا سال لگیں گے.... ابھی

تو وہ بچوں کی طرح گھٹنوں چل رہا ہے.... ابھی تو وہ چاند میں جانے کی باتیں کررہا ہے۔ اُس کی ذہنیت اور سوجھ بوجھ اُس بچے سے زیادہ نہیں ہے جو ماں کی گود میں چاند کے لئے ہمکتا ہے.... وہ مصنوعی سیارے اڑا کر اسی طرح خوش ہوتا ہے جیسے بچے صابون کے بلبلے اڑا کر مسرور ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے شرط بدتے ہیں کہ دیکھیں کس کا بلبلا دیر تک فنا نہیں ہوتا اور پھر اس طرح شیخیاں بگھارتے ہیں جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ مگر بے بی.... چاند کا سفر آدمیت کی معراج نہیں ہے.... چاند کی باتیں تو ایسی ہی ہیں جیسے کوئی اپنے اصل کام سے اُکتا جائے اور بیٹھ کر گنگنانا شروع کردے....!"

وہ خاموش ہوگئے اور شمی انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اُس نے ایسی باتیں ان کی زبان سے پہلی ہی بار سنیں ہوں۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر داور نے آہستہ سے کہا۔ "جانتی ہو آدمیت کی معراج کیا ہے.... آدمی کی معراج یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہی مسائل حل کرلے.... اگر اُس نے مصنوعی سیارہ فضا میں پھینکنے کی بجائے سرطان کا کامیاب علاج دریافت کرلیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اب اس کے قدم اس راہ کی طرف اٹھ گئے ہیں جس کی انتہا اس کی معراج پر ہوگی۔ اگر اس نے چاند تک پہنچنے کی اسکیم بنانے کی بجائے زمین کے ہنگامے پرامن طور پر فرو کرنے کا کوئی ذریعہ دریافت کرلیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اب یہ سمندر پیاسا نہیں رہے گا بلکہ خود کو بھی سیراب کرنے کی صلاحیت اس میں پیدا ہوچکی ہے.... ہزار ہا سال چاہئیں.... اس کے لئے شمی ہزار ہا سال....!"

"کیا بچوں کی سی باتیں کررہے ہیں آپ....!"

وہ دونوں ہی عمران کی آواز سن کر چونک پڑے.... وہ دروازے میں اس طرح بُرا سا منہ بنائے کھڑا ہوا تھا جیسے کسی عقلمند آدمی کی زبان سے کچھ احمقانہ باتیں سنی ہوں۔

"کیا مطلب!" ڈاکٹر داور جھلا کر کھڑے ہوگئے۔ انہیں شائد اس کی یہ بے تکی دخل اندازی گراں گذری تھی۔

"مم.... مطلب یہ کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور وہاں آپ کی تجربہ گاہ پر سات مختلف رنگوں کے متعدد سیارے منڈلا رہے ہیں۔"

"نہیں....!" ڈاکٹر داور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... ہاں.... میں ابھی دوربین سے دیکھ کر آرہا ہوں وہ اُسی جگہ ہیں جہاں ہم نے چمکدار لکیروں کا جال دیکھا تھا۔ وہ دائرے کی شکل میں متواتر گردش کررہے ہیں۔"

"اوہ....!" وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

عمران چند لمحے کھڑا احمقانہ انداز میں مسکراتا رہا۔ پھر بیٹھتا ہوا بولا۔ "بڑی اونچی اونچی باتیں کررہے تھے مگر تم نے دیکھا کہ کس طرح بچوں ہی کی طرح دوڑتے ہوئے گئے ہیں.... ہرے لال پیلے نیلے سیارے دیکھنے کے لئے۔"

"خاموش رہئے۔!" شمی بگڑ گئی۔ "آپ گدھے ہیں۔"

"مجھے غصہ نہیں آئے گا میرے ڈیڈی نے تو اکثر مجھے غصے میں گدھے کا بچہ تک کہہ دیا ہے۔ مگر میں نے کبھی بُرا نہیں مانا.. ویسے اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ آدمیت کی معراج صرف حماقت ہے.... میں یہ بھی تسلیم کرسکتا ہوں کہ آدمی کو ابھی اپنا عرفان نہیں ہوا، جس دن بھی ہوا وہ احمق ہوجائے گا اور یہی اسکی معراج کہلائے گی۔ آدمی ازل ہی سے احمق رہا ہے اور ازل تک انشاء اللہ احمق ہی رہے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اسے اپنا عرفان نہ ہوسکے۔ احساس نہ ہوسکے کہ وہ احمق ہے۔ اسلئے اچھی لڑکی زیادہ سے زیادہ احمق بننے کی کوشش کرو، چاند خود ہی بوکھلا کر تمہاری چھت پر اتر آئے گا۔

تمہیں وہ کہانی تو یاد ہی ہوگی کہ ایک بار ہمارے آباؤ اجداد تالاب میں چاند کا عکس دیکھ کر اُس تک پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کی دم پکڑ کر کسی درخت کے نیچے لٹکتے چلے گئے تھے اور کس طرح یک بیک اوپر والے بزرگ کے ہاتھوں سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی تھی.... اور وہ سارے برگزیدہ حضرات ایک دوسرے کی دم پکڑے ہوئے چاند تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تھے.... وہیں سے آدمیت کی معراج کی راہ شروع ہوئی تھی اور آج تمہارے پاپا پر ختم ہوگئی.... ہاہا....!"

شمی نے میز سے پیپر ویٹ اٹھا کر عمران پر کھینچ مارا۔

"گڈ....!" عمران خود کو بچا کر اٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے اتنی ہی دیر یہاں رکنا تھا.... ٹاٹا....!"

پھر وہ بھی باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر داور کے قدم تیزی سے تجربہ گاہ کی طرف اٹھ رہے تھے.... اندھیرا اچھی طرح پھیل

چکا تھا اور سمندر کی طرف سے آنے ولی ہوا معمول سے زیادہ بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ اُن کے چاروں طرف سناٹے کی حکمرانی تھی۔ فوجیوں کا پہرہ صرف ان عمارتوں کے گرد تھا جہاں ڈاکٹر داور کی دانست میں اسکی ضرورت تھی۔ لیکن وہ راستہ تو قطعی ویران ہی تھا جس پر وہ چل رہے تھے۔

دفعتاً انہوں نے کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل زمین پر چلے آئے۔ پھر سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ دو تین آدمی اُن پر ٹوٹ پڑے ایک ہاتھ اُن کے منہ پر پڑا اور مضبوطی سے جما رہا.... پھر اُن کا گلا بھی گھونٹا جانے لگا۔ وہ اس طرح بے قابو کر لئے گئے تھے کہ ہلنا بھی محال تھا۔ آہستہ آہستہ ان کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا گیا اور وہ بیہوش ہو گئے۔

اور پھر جب انہیں ہوش آیا تو وہ اندازہ نہ کر سکے کہ کتنی دیر بیہوش رہے تھے۔ ویسے انہیں اندازہ کرنے کی مہلت ہی نہیں مل سکی تھی۔ کیونکہ ہوش آتے ہی اُن کی نظر سب سے پہلے اپنے سیکریٹری شارلی پر پڑی جوان پر جھکا ہوا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگے.... یہ ایک مثلث نما کمرہ تھا لیکن چاروں طرف سے بند.... صرف ایک جانب ایک چھوٹا سا دروازہ تھا.... چھت بھی معمولی کمروں کی چھت سے نیچی تھی اور دیواروں پر سیمنٹ کا پلاسٹر نہیں تھا.... بلکہ وہ کسی دھات کی معلوم ہوتی تھیں۔ یا ممکن ہے لکڑی کی رہی ہوں.... ان کے پالش کی وجہ سے ڈاکٹر داور صحیح اندازہ نہ لگا سکے۔ وہاں شارلی کے علاوہ چار آدمی اور بھی موجود تھے۔

"مجھے تم سے ایسی توقع نہیں تھی۔!" ڈاکٹر داور شارلی کو گھورتے ہوئے بولے۔

"مجھے بے حد افسوس ہے جناب کہ یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی آپ کا وفادار نہیں رہا۔ میں تو اپنے ملک کے لئے کام کر رہا تھا لیکن مجھے آپ سے بے حد محبت ہے! دیکھئے اگر حالات پیچیدہ نہ ہوتے تو نہ آپ کو یہاں لایا جاتا اور نہ میں ہی غائب ہوتا.... سب کام پہلے کی ہی طرح چلتے رہتے...."

"بے شرم ہو تم....!" ڈاکٹر داور گرجے۔ "تم اتنی دیدہ دلیری سے سب کچھ کہہ رہے ہو جیسے کوئی بڑا نیک کام کیا ہو۔"

"یقیناً جناب!" شارلی نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اپنے اس کارنامے پر فخر ہے کیونکہ اس طرح میں نے اپنے ملک کی ترقی میں حصہ لیا ہے۔ کیا میرے ہموطن اسے ایک اچھا اور قابل ستائش کام قرار نہ دیں گے۔"

ڈاکٹر داور صرف دانت پیس کر رہ گئے۔

"دیکھئے ڈاکٹر.... آپ اس صدی کے بہت بڑے سائنسدانوں میں سے ہیں!" شارلی نے کہا۔ "لیکن آپ کا ملک آپ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ وہ دولت مند نہیں ہے۔ آپ کے ذہن میں جتنی بھی اسکیمیں ہیں انتہائی شاندار ہیں! دنیا کو ان سے کوئی فائدہ پہنچنا چاہئے یہ آپ پر دنیا کا حق ہے.... لیکن آپ اگر صحیح اور قدر دان ہاتھوں میں نہ پہنچے تو دنیا آپ کی تخلیقی صلاحیتوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو بصد عزت و احترام اپنے ملک میں لے جائیں! مجھے یقین ہے کہ آپ جلد ہی ہماری حکومت کے شعبہ ترقی سائنس کے مشیر مقرر کر دیئے جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ تم مجھے میری مرضی کے خلاف کہیں نہ لے جا سکو گے۔"

"میں اس کی جسارت بھی نہیں کروں گا جناب کہ آپ کو کسی بات پر مجبور کروں! میں اپنی اس آبدوز میں بھی آپ کو اپنا باس ہی سمجھتا ہوں۔"

"شارلی اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"باس...!" شارلی بصد احترام سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا۔ "دو ہی صورتیں ہیں.... یا تو آپ ہمارے ساتھ چلئے یا پھر آپ اس تخلیہ کار مادے کا فارمولہ عنائت فرمایئے جسے مجھ سے بھی چھپایا تھا۔"

"کس ملک سے تعلق ہے تمہارا....؟"

"یہ میں اُس صورت میں بتا سکوں گا جب آپ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر تیار ہو جائیں۔"

"یہ دونوں ہی لغو ہیں....! ویسے تم لوگ اس مادے کی تھوڑی سی مقدار چرا لے جانے میں کامیاب ہو گئے ہو! اُس کا تجزیہ کر ڈالو.... خود ہی فارمولا بھی معلوم کر لو گے۔"

"ایسا نہیں ہو سکا.... میرے ملک کے سائنسدانوں نے کوشش تو کی تھی۔"

"یہ بہت اچھا ہوا.... میں نے بھی اپنا ذخیرہ ضائع کر دیا ہے۔ اب تمہیں شیشے کے اس حوض میں پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا.... اور تم مجھ سے اس کا فارمولا پوچھ رہے ہو....؟ وہ میرے ساتھ قبر ہی میں جائے گا دنیا کی کوئی طاقت مجھے اُس کا فارمولا بتانے پر مجبور نہیں کر سکے گی! احمق آدمی! وہ دنیا کا تباہ کن ترین مادہ تھا! اس کی تخریب کاریاں ایٹم اور ہائیڈروجن بموں

سے بھی کئی گناہ زیادہ ہوں گی۔"

"تم خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔" دفعتاً ایک آدمی نے شارلی سے کہا۔ "اگر تم اس پر تشدد نہیں کر سکتے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم دیکھ لیں گے۔"

شارلی کچھ نہ بولا۔ وہ تشویش کن نظروں سے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر داور اپنی جیبیں ٹٹول رہے تھے۔ اچانک انہوں نے ریوالور نکال لیا۔ ان دنوں وہ ہر وقت جیب میں ریوالور ڈالے رہتے تھے۔ مگر انہیں حیرت تھی کہ آخر اُن لوگوں نے وہ ریوالور ان کی جیب میں ہی کیوں پڑا رہنے دیا تھا۔

انہوں نے دیکھا وہ لوگ متحیر یا خوفزدہ ہونے کی بجائے مسکرا رہے تھے۔

"ڈاکٹر یہ تینوں پنکھے آپ دیکھ رہے ہیں نا!" شارلی نے چھت کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ڈاکٹر داور نے دیکھا تین پنکھے چھت سے لگے ہوئے تیزی سے گردش کر رہے تھے اور ان کی بناوٹ کیبن فین ہی کی سی تھی۔

"یہ بھی آپ ہی کی ایجاد تھی.... آپ جانتے ہی ہیں کہ جیسے ہی آپ فائر کریں گے ان تینوں سے تیز قسم کی روشنی پھوٹے گی اور ریوالور سے نکلی ہوئی گولی موم سے بھی زیادہ نرم ہو کر ہم میں سے کسی کے جسم پر چپک جائے گی۔ اس لئے اپنی ایک گولی بھی ضائع نہ کیجئے۔"

ڈاکٹر داور نے ایک طویل سانس لی۔

"میں آپ کو صرف پندرہ منٹ کا وقت دے سکتا ہوں۔ آپ پھر غور کر لیجئے۔ اس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا.... کیونکہ مجھ سے آپ کی تکلیف دیکھی نہ جائے گی۔ یہ چاروں اذیت دینے میں ماہر ہیں۔"

ڈاکٹر داور نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔

پندرہ منٹ گذر گئے.... اور پھر شارلی بولا۔ "میں آپ کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہیں فارمولا نہیں بتاؤں گا اور نہ تم مجھے اپنے ساتھ ہی لے جا سکو گے۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ تم میری لاش یہیں کہیں پھینک جاؤ۔"

"میں جا رہا ہوں ڈاکٹر مجھے بے حد افسوس ہے۔"

شارلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن اس میں داخل ہوتے ہی اس کے حلق سے ہلکی سی

کراہ نکلی اور وہ اچھل کر اپنے ایک ساتھی پر آپڑا.... اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی پکڑ لی تھی ڈاکٹر داور بھی مڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ وہاں انہیں ایک آدمی نظر آیا جو سر سے پیر تک غوطہ خوری کے لباس میں چھپا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے اس کا چہرہ ظاہر ہوتے دیکھا.... اُس نے لباس کا اوپری حصہ الٹ کر پشت پر ڈال لیا تھا۔

"عمران....!" ڈاکٹر داور کی آواز میں ہزاروں مسرتیں چیخ رہی تھیں۔

"آؤ تم بھی آؤ دوست....!" اُن میں سے ایک آدمی نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے بہت دیر میں معلوم ہو سکا کہ سارے فساد کی جڑ تم ہی ہو۔"

"ہاں مسٹر ہفڈریک....!" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے توقع نہیں تھی کہ یہیں تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ اچھا اب تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

شارلی نے قہقہہ لگایا اور ہفڈریک بھی ہنسنے لگا۔ پھر ہفڈریک بولا۔ "ڈاکٹر کے ہاتھ میں بھی تم ریوالور دیکھ ہی رہے ہو گے.... لیکن ان سے پوچھو کہ یہ کتنے بے بس ہیں۔"

"ریوالور.... ہونہہ!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "ارے میں صرف طمانچے مار مار کر تم سبھوں کو ختم کر سکتا ہوں۔"

"پکڑ لو....اِسے....!" دفعتاً ہفڈریک غرایا اور ایک آدمی عمران کی طرف بڑھا۔

"پیچھے ہٹو....!" عمران نے ایک سیاہ سی چیز سامنے کر دی.... اور یہ سیاہ سی چیز ربر کے ایک پائپ کا سرا تھا۔

"عمران کیا حماقتیں پھیلائی ہیں تم نے!" ڈاکٹر داور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "عقل سے کام لو۔"

دفعتاً ربر کے پائپ سے پانی کی دھار نکلی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ دھار پھر بند ہو گئی۔

"اوہ.... پکڑو....!" ہفڈریک دانت پیس کر چیخا۔

وہ آدمی پھر جھپٹا.... پائپ سے دھار پھر نکلی.... مگر اس بار اِس دھار کے اندر سرخ رنگ کی بجلیاں سی کوند رہی تھیں جیسے ہی وہ آدمی کے جسم پر پڑی اس کے پرخچے اڑ کر سارے کمرے میں بکھر گئے کچھ لوتھڑے ان لوگوں سے بھی ٹکرائے تھے۔

دھار پھر بند ہو گئی.... اب کمرے کی فضا پر ایک ڈراؤنی سی خاموشی مسلط ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر

داور کو تو جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا۔

"اب تم سب.....!" عمران مسکرا کر بولا۔ "مجھے دنیا کا سب سے بڑا سائنٹسٹ تسلیم کرلو! میری ریڈی میڈ کھوپڑی ہر وقت چالو رہتی ہے..... اور میں چٹکی بجاتے ایسی ایسی ایجادات پیش کرتا ہوں کہ..... ہپ..... کیا تم لوگ اب بھی اپنے ہاتھ اوپر نہ اٹھاؤ گے۔"

ڈاکٹر داور کچھ ایسے از خود رفتہ ہو گئے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہی انہوں نے بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"شارلی..... فرزند.....!" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "اب یہ خوشگوار فرض بھی تم ہی انجام دو۔ اپنے تینوں ساتھیوں کے ہاتھ پیر باندھ دو..... کیونکہ میں ان کا قیمہ بنانا پسند نہیں کرتا۔ یہ تو صرف ایک نمونہ دکھایا تھا۔"

"یہ لو..... میں ڈور بھی اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔" عمران نے بھیگی ہوئی ڈور کا گولہ بائیں ہاتھ سے اس طرف اچھال دیا۔ "چلو..... جلدی کرو..... ورنہ مجھے تم لوگوں پر ذرہ برابر بھی رحم نہ آئے گا۔"

شارلی نے جھک کر ڈور کا گولا اٹھا لیا تھا۔ ان چاروں ہی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مایوس ہو گئے ہیں۔

شارلی نے ان سے کچھ کہا..... لیکن عمران اُس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ اُن تینوں نے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ لیکن جواب دیتے وقت ان کے چہرے اور زیادہ تاریک ہو گئے تھے۔ پھر عمران نے انہیں زمین پر لیٹتے دیکھا۔ شارلی کسی ایسی بیوہ کی طرح مغموم نظر آ رہا تھا جس کا اکلوتا نوجوان بیٹا مر گیا ہو..... وہ یکے بعد دیگرے ان کی طرف مڑا..... اس کا چہرہ بے حد بھیانک ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے نفرت کا جوالا مکھی پھوٹ رہا تھا۔ دفعتاً وہ غرا کر بولا۔ "تم ہمیں زندہ نہیں لے جا سکو گے۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ تھریسیا کس طرح فراڈ کر کے نکل گئی تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں۔"

"تو اب دوبارہ فراڈ نہیں چل سکے گا۔ میں تمہاری لاشیں دفن کرا کے چالیس دن تک تمہاری قبروں پر دھونی لگاؤں گا اور پھر دیکھوں کہ حبس دم کس چڑیا کا نام ہے۔"

"ہم سچ مچ اپنے ملک پر قربان ہو رہے ہیں۔" شارلی بولا۔ "ہمیں مادام تھریسیا کی طرح یہ آرٹ نہیں آتا۔ یہ دیکھو..... یہ زہریلی سوئی ان تینوں کا خاتمہ کر چکی ہے اور اب میں بھی.....!"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔!"

"مجھے کون روکے گا۔"

"میں.....!" عمران سینے پر ہاتھ مار کر بولا اور ساتھ ہی ربر کے پائپ سے پانی کی دھار نکل کر شارلی کے چہرے پر پڑی..... شائد یہ اُس کے لئے غیر متوقع تھا اس لئے وہ بوکھلا کر آگے کی طرف جھک آیا۔ اس نے دونوں ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی آنکھوں پر رکھ لئے تھے ظاہر ہے کہ ایسا کرتے وقت سوئی اس کے ہاتھ سے گر گئی ہو گی.....! اسی خیال کے تحت عمران نے دوسرے ہی لمحے میں اُس پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن شارلی تو اس سے پہلے ہی نیچے گر چکا تھا..... عمران کا جسم ایک بے جان جسم سے ٹکرایا..... شارلی بھی ختم ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر داور بھی ان آدمیوں کے جسم ٹٹولتے پھر رہے تھے۔

"بڑا دھوکا کھایا ڈاکٹر.....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ حبس دم نہیں بلکہ حقیقتاً زہر ہے..... دیکھئے ان کے جسم نیلے پڑ گئے ہیں اسی لئے وہ بے چوں چرا ان تینوں کو باندھنے لگا تھا کہ اس طرح اسے ان تینوں کو ختم کرنے کا موقع مل جائے گا..... اور پھر..... اس نے بھی خودکشی کر لی..... یہ لوگ نہیں بتانا چاہتے تھے کہ ان کا تعلق کس ملک سے تھا..... اچھا ڈاکٹر اب فی الحال چپ چاپ یہاں سے کھسک لیجئے! سمندر بہت وسیع ہے..... اور مجھے یقین ہے کہ سمندر ہی ان کی اس حیرت انگیز ترقی کا واحد ذریعہ ہے.....!"

ڈاکٹر داور بھی ابھی غوطہ خوری کے اُسی لباس میں تھے جس میں انہیں یہاں تک لایا گیا تھا۔

عمران نے بہت تیزی سے اپنا اور ان کا لباس درست کیا۔ پھر وہ اُس آبدوز کشتی سے نکل کر پانی میں آ گئے۔ یہ کشتی ساخت کے اعتبار سے عام کشتیوں سے بہت مختلف تھی اور پانی کے اندر بھی اس کی کھڑکیاں کھولی جا سکتی تھیں لیکن ایسا کرتے وقت پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہیں داخل ہو سکتا تھا۔

دفعتاً عمران نے غوطہ خوری کے لباس میں لگے ہوئے ہیڈ فون سے تھریسیا کی آواز سنی، جو کہہ رہی تھی۔ "جاؤ۔ جاؤ..... تم سے خدا سمجھے..... تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ میں نے تمہاری ایک ایک حرکت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے..... تمہاری وجہ سے ان آدمیوں کی قیمتی جانیں گئی ہیں جو صحیح معنوں میں میرے ملک کا بہترین سرمایہ تھے۔ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں..... میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں..... ورنہ..... تم اپنی چیرہ دستیوں کا نتیجہ دیکھتے۔ تم ابھی پانی میں ہو سطح پر

نہیں ابھرے میں چشم زدن میں تمہارا خاتمہ کر سکتی ہوں.... جاؤ.... اب میں چاہتی ہوں کہ پھر کبھی تم سے ملاقات نہ ہو.... جاؤ.... تمہاری شکل دیکھتے ہی میں بے بس ہو جاتی ہوں.... میرا ہاتھ تم پر نہیں اٹھتا.... اور میں سوچتی ہوں کہ میں کتیا ہوں.... مجھے ایک دن ان چاروں روحوں سے شرمندہ ہونا پڑے گا.... جنہوں نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے جسموں سے ترک تعلق کر لیا تھا.... جاؤ.... اُبھرو.... خدا کے لئے جلدی سطح پر ابھرو.... کہیں میں اپنا فیصلہ تبدیل نہ کر دوں.... تم بولتے کیوں نہیں.... بولو....!"

عمران خاموش رہا.... وہ پھر تھریسیا کی باتوں میں نہیں آسکتا تھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے یہ بھی اس کا مکر ہو سکتا ہے۔ بولتے ہی وہ اس جگہ سے واقف ہو جائے جہاں اس وقت یہ دونوں اوپر پہنچنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ اسی لئے اس کو مخاطب کر رہی ہو کچھ دیر بعد وہ سطح پر ابھر آئے۔

ایک بار پھر بحری فوج کے غوطہ خور آس پاس کا سمندر چھانتے پھر رہے تھے لیکن دوسری صبح تک اس آبدوز کا سراغ نہ مل سکا۔

ڈاکٹر داور بے چینی سے عمران کے منتظر تھے۔ کیونکہ وہ انہیں گھر تک پہنچانے کے بعد پھر غائب ہو گیا۔ آخر وہ شام تک پہنچ ہی گیا اور ڈاکٹر داور بالکل بچوں کی طرح اٹھ کر اس سے لپٹ گئے.... عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "کچھ نہ ہوا ڈاکٹر.... اب ان میں سے کسی کا بھی سراغ ملنے کے امکانات نہیں رہ گئے!"

"انہیں جہنم میں جھونکو.... یہ بتاؤ کہ وہ سات رنگ کے سیارے تم نے کہاں اور کس طرح دیکھے تھے۔"

"افسوس کہ میں نہ دیکھ سکا! میں تو راستے ہی سے....!"

"جی ہاں! وہ سیارے دراصل اس وقت میری عقل کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ میں تو دراصل آپ کو اس وقت باہر بھیجنا چاہتا تھا۔"

"اوہ....!"

"لیکن میں آپ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب وہ آپ ہی کو لے جانا چاہیں گے کیونکہ اس سے پہلے بھی ایک بار انہوں نے کوشش کی تھی۔ یاد ہے آپ کو وہ رات جب ہم پہلی بار ملے تھے وہاں تو وہ چاروں آپ کو اس میدان سے اٹھا کر ساحل پر لائے تھے۔ وہاں آپ کو غوطہ خوری کا لباس پہنایا اور پانی میں اتر گئے.... ان کے بعد ہی میں بھی اتر گیا اور پھر ان کے لباس سے پھوٹنے والی روشنی میری رہنمائی کرتی رہی اور میرے پاس جو لباس تھا اُسے میں نے سمجھنے کی کوشش کی تھی اور اس کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے اس سے روشنی نہیں پھوٹنے دی.... اندھیرے ہی میں ان کا تعاقب کرتا رہا.... اور ان کے ساتھ ہی میں بھی اس آبدوز کشتی میں داخل ہو گیا تھا.... یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اس کے جس حصے میں ہم سب سے پہلے داخل ہوئے تھے وہ تاریک تھا ورنہ داخل ہوتے ہی ان لوگوں سے دو دو ہاتھ کرنے پڑتے۔ بہر حال اس کے بعد بھی مجھے کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ کیونکہ کشتی میں ان پانچوں کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

میں نے وہ گفتگو لفظ بلفظ سنی تھی جو آپ کے اور ان کے درمیان ہوئی تھی۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ آپ پستول نکال لینے کے باوجود بھی اسے استعمال نہ کر سکے تو مجھے تشویش ہوئی! اسی پندرہ منٹ میں مجھے کچھ کرنا تھا جو آپ کو آخری فیصلے کے لئے ملے تھے اور اسی وقت مجھے اس پستول کا خیال آیا جس سے سرخ لہریں نکلتی تھیں! لیکن وہ پستول بھی پانی کے بغیر بے کار تھا.... میں کشتی کے دوسرے حصے میں چلا آیا۔ یہ تو کامن سنس کی بات تھی کہ اس کشتی میں کہیں نہ کہیں پینے کے پانی کا اسٹاک ضرور ہوگا۔ بس مجھے پانی کے ذخیرے کے ساتھ ربڑ کا ایک کافی لمبا پائپ بھی مل گیا اور اس کے بعد تو آپ نے اس پستول کا ایک بالکل نیا استعمال دیکھا ہی تھا۔"

"آہا.... میں آج بھی اس پر متحیر ہوں۔" ڈاکٹر داور اس کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ "کم از کم میں تو اتنی جلدی میں کبھی اس کے امکانات تک نہ پہنچ سکتا.... میں واقعی تمہاری ریڈی میڈ کھوپڑی کا شدت سے قائل ہو گیا ہوں! عمران تم سچ مچ گریٹ ہو! میں نے تمہارے متعلق جتنا سنا تھا تم اس سے بھی کہیں زیادہ ثابت ہوئے ہو! مگر مجھے یہ بتاؤ کہ ان کا تعلق کس ملک سے تھا۔"

"میرے فرشتے بھی نہ بتا سکیں گے۔ ان کا ایک آدمی جیمس فلیکر میرے قبضے میں تھا۔ لیکن

وہ بھی یہ نہیں بتا سکا کہ وہ کس ملک کے جاسوس تھے۔ اب اُسے باقاعدہ طور پر پولیس کے حوالے کردیا گیا ہے.... کچھ بھی ہو ڈاکٹر لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ وہ لوگ ترقی کی دوڑ میں بہتوں سے آگے معلوم ہوتے ہیں! مگر انہیں "ترقی چور" ہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔"

"ترقی چور سے کیا مراد ہے!"

"مختلف ممالک کے سائنسدانوں کی محنت سے فائدہ اٹھانا ہی ان کا مسلک ہے۔"

"پتہ نہیں دنیا کے کتنے ڈاکٹر داور کے ساتھ ان کے شارلی لگے رہتے ہوں گے۔ خیر چھوڑیئے مجھے اس ملک کا نام معلوم ہوگیا ہے لیکن آپ اسے دنیا کے نقشے پر نہیں تلاش کرسکتے۔"

"کیوں.... کیا نام ہے۔"

"زیرولینڈ....!"

"اب تم مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کررہے ہو۔"

"نہ یقین کیجئے!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "ویسے شارلی نے ان تینوں آدمیوں کو باندھنے سے پہلے کچھ کہا تھا جس میں یقینی طور پر زیرولینڈ کا نام آیا تھا۔ ہوسکتا ہے اس نے یہی کہا ہو کہ اب تم زیرولینڈ پر قربان ہوجاؤ۔"

"مگر یہ ہے کہاں....!"

"جہاں بھی ہو....! ایک نہ ایک دن دنیا پر تباہی ضرور لائے گا۔ ارے ہاں.... کیا آپ نے اپنی وہ خطرناک دریافت سچ مچ ضائع کردی۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے.... مگر عمران میں چاہتا ہوں کہ تم اسے کبھی زبان پر نہ لاؤ.... اب اس کے متعلق صرف دو ہی آدمی جانتے ہیں.... میں اور تم....!"

"اوہو.... تو کیا آپ اُسے اب بھی حکومت کے علم میں نہیں لائے۔"

"نہیں.... فوج تو میں نے یہ کہہ کر طلب کی تھی کہ کچھ غیر ملکی میری تجربہ گاہ اور مکان سے کچھ چرانا چاہتے ہیں کیا چرانا چاہتے ہیں؟ اس کی وضاحت میں نے نہیں کی تھی۔ اس کے علاوہ میری اور درجنوں اسکیمیں حکومت کے علم میں ہیں لہٰذا وضاحت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ مادہ میں نے پانی سے حاصل کیا تھا.... اور اب پھر وہ پانی ہی کا جزو بن گیا ہے۔"

"اس کے متعلق کبھی کوئی نہ جان سکے گا.... اُسے تعمیری کاموں میں بھی استعمال کیا جاسکتا

ہے لیکن اگر وہ پھر کبھی کسی چور کے ہاتھ لگ گیا تو ساری دنیا تباہ ہوجائے گی۔!"

"مگر آپ تو کہہ رہے تھے کہ ابھی تک آپ اس کا کوئی دوسرا استعمال نہیں دریافت کرسکے۔"

"ہاں پہلے نہیں کرسکا تھا! مگر ابھی پچھلے دنوں جب اُسے ضائع کردینے کے امکانات کا جائزہ لے رہا تھا مجھ پر اس کے سلسلے میں کئی اور باتیں بھی منکشف ہوئیں! مگر ختم کرو۔ اب میں اس کے تصور سے ہی بھاگنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا تو اب میں بھی بھاگنا ہی چاہتا ہوں۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن میں وہ سنہرا سفنج لئے جارہا ہوں۔ اس بھاگ دوڑ کے سلسلے میں وہی میرا معاوضہ ہے.... ٹاٹا....!"

"ٹھہرو.... سنو تو سہی....!" مگر عمران جا چکا تھا۔

(ختم شد)

عمران سیریز نمبر 26

کالی تصویر

(مکمل ناول)

پیشرس

شاہدرہ سے مسٹر زیڈ۔ڈی احمد نے پوچھا تھا کہ "درندوں کی بستی" والے ڈینی ولسن سے عمران کی پہلی ملاقات کب اور کن حالات میں ہوئی تھی۔

زیر نظر کہانی "کالی تصویر" اسی سوال کا جواب ہے! میرے بہتیرے ناول اسی قسم کے سوالات کے جواب ہیں۔ آپ نے جو کچھ پوچھا، میں نے اس پر سوچا اور کسی کہانی کا پلاٹ بن گیا۔

لیکن اس کہانی کو پڑھتے وقت یہ نہ بھولئے گا کہ یہ عمران کے ابتدائی دور کی کہانی ہے، جب وہ نہ تو بہت زیادہ مشاق تھا اور نہ اس کے پاس وہ لامحدود وسائل تھے، جو آج کے ایکس ٹو کو حاصل ہیں۔

پھر بھی آپ اس کہانی کو غیر دلچسپ نہ پائیں گے اور کہانی پیش کرنے کا انداز بھی آپ کو نیا ہی معلوم ہوگا۔ میں ہر امکانی کوشش کرتا ہوں کہ ہر کہانی نئے انداز میں پیش کی جائے تاکہ آپ میری مختلف کہانیوں میں مماثلت یا یکسانیت نہ محسوس کر سکیں!

اس کہانی میں آپ عمران کے طریق کار کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے.... وہ ایک لڑکی کو غصہ دلا دلا کر کیس کے متعلق ساری اہم باتیں معلوم کر لیتا ہے۔

۲۶/دسمبر ۱۹۵۷ء

یہ ان دنوں کی کہانی ہے جب عمران اور کیپٹن فیاض میں گاڑھی چھنتی تھی! یعنی عمران اُس زمانے میں بہت زیادہ احمق تھا! ہونا بھی چاہئے کیونکہ وہ اس کی آزادی کا دور تھا! اس پر کسی قسم کی ذمہ داریوں کا بار نہیں تھا۔ اس کے باپ رحمٰن صاحب بھی اسے کسی نہ کسی طرح برداشت ہی کرتے تھے اور وہ ان کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ رہتا کیا تھا بلکہ دوسروں کو اس کے ساتھ رہنا پڑتا تھا۔ سب ہی عاجز تھے۔ یہ اور بات ہے کہ گھر کی لڑکیوں نے اسے کھلونا بنا رکھا ہو، اب اسی وقت عمران بڑی دیر سے ایک سوئی میں تاگا ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا! لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی تھی! کچھ دیر پہلے اس کی چچازاد بہن فرزانہ سوئی اور تاگا لائی تھی۔

"بھائی جان.... ذرا یہ تاگا ڈال دینا....!" اس نے کہا تھا۔

"ابھی فرصت نہیں ہے....!" عمران نے کہا تھا.... جو دیا سلائی کی تیلیوں سے جھونپڑی بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جب فرصت ملے تب ڈال دینا....!" وہ سوئی اور تاگا وہیں رکھ کر چلی گئی تھی اور جب عمران کو فرصت ملی تو اس نے کوشش شروع کر دی....

"گیا.... گیا.... گیا.... دھت تیری کی....!" عمران نے کہا اور اس طرح دونوں ہاتھ ہلائے جیسے سوئی اور تاگے کے کان اینٹھ رہا ہو۔

پھر شاید سوئی اس کی انگلی میں چبھ گئی اور وہ سی کر کے رہ گیا۔ اس کے چہرے پر حماقت اور غصے کے ملے جلے آثار تھے۔

دوسری طرف فرزانہ کی سہیلی شرط ہار گئی تھی.... لڑکیوں کی اکثر سہیلیاں عمران کی حماقتوں کی داستانیں سن کر اسے دیکھنے کے لئے آیا کرتی تھیں۔ فرزانہ کی نئی سہیلی نے بھی آج اسے دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ وہ احمق نہیں معلوم ہوتا بلکہ خواہ مخواہ خود کو احمق ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے....! اس پر ان دونوں میں شرط ہو گئی تھی اور فرزانہ نے اسے دکھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ تنہائی میں بھی نہ صرف احمق معلوم ہوتا ہے بلکہ احمقانہ حرکتیں بھی اس سے سرزد ہوتی ہیں۔

وہ دونوں دوسرے کمرے میں چھپی ہوئی دروازے کی جھری سے عمران کے کمرے میں جھانک رہی تھیں۔ اس کمرے میں انہوں نے اندھیرا کر دیا تھا کہ عمران کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔

عمران سوئی اور تاگے سے لڑتا رہا.... پھر اس نے جھنجھلا کر سلیمان کو آواز دی.... اور وہ پندرہویں آواز پر وہاں پہنچ سکا۔

"ابے.... اس کو کیا کہتے ہیں، جو انگلی میں لگایا جاتا ہے.... لوہے کا ہوتا ہے.... اور اس پر دانے سے ابھرے ہوتے ہیں!" عمران نے ایک ہی سانس میں پوچھا۔

سلیمان چند لمحے سر کھجاتا رہا پھر پوچھا۔ "گول ہوتا ہے.... صاحب....!"

"ہاں.... گول ہوتا ہے.... یعنی کہ یوں.... یوں....!" عمران نے ہاتھ کے اشارے سے کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔

"شریفہ کہتے ہیں صاحب....! اور اکثر لوگ ستیا پھل بھی کہہ دیتے ہیں۔ مگر ایسے ہی لوگ جن کی بیویوں کا نام شریفہ ہو۔"

"مجھے عقل پڑھاتا ہے....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "اب کیا میں شریفہ بھی نہیں جانتا! مگر وہ تو پھل ہوتا ہے.... ابے میں کہہ رہا ہوں.... یعنی کہ یوں....!"

"یعنی کہ یوں....!" سلیمان نے بھی کچھ سوچتے ہوئے اپنی کلمے کی انگلی کے گرد بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے حلقہ بنایا؟ اور پھر بُرا سا منہ بنا کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا سمجھا....!" عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"سمجھ گیا.... اسے گیری کپانگ مچلغواسپ کہتے ہیں!"

"وہی.... وہی....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "دوڑ کر لیتا تو آ....!"

"جی....!" سلیمان کی آنکھیں نکل پڑیں۔

"میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت ہے جلدی سے لا دے....!"

سلیمان فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک سر پکڑے بیٹھا رہا پھر پیشانی پر دوہتھڑ چلانے لگا۔

"ابے.... ابے.... یہ کیا.... یعنی کہ....!" عمران بوکھلا کر اُس کی طرف جھپٹا۔

لیکن سلیمان برابر اپنا سر پیٹتا رہا.... آخر عمران نے اس کے بال مٹھی میں جکڑنے اور اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔

"میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتا۔"

"جناب! میں اسے کہاں ڈھونڈوں گا! میرا باپ بھی اگر اپنی قبر سے اٹھ کر آئے تو اسے نہیں تلاش کر سکے گا.... اگر میں نے آپ کو نام بتا دیا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں ہی اسے تلاش بھی کروں.... صاحب، گھر میں اور بھی نوکر ہیں!"

"ابے تو اس طرح سر پیٹنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اپنی غلطی پر تو میں اپنی گردن بھی اڑا سکتا ہوں۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے آپ کو نام بتا دیا ہے....!"

"اچھا یہ غلطی تھی....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"غلطی ہی تھی صاحب! جب میں ایک چیز مہیا کرنے کی قوت نہیں رکھتا تو اس کا نام کیوں لوں.... آپ کا حکم تو نادر شاہی ہوتا ہے.... آخر اب میں اسے کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔"

"اچھا....!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ "تو پھر اس انگلی میں ننکچر ہی لگا دے۔"

سلیمان نے اس کی انگلی کو آنکھوں کے قریب لے جا کر دیکھا کئی جگہ خون کی ننھی بوندیں نظر آئیں۔

"یہ کیا ہو گیا صاحب!"

"سوئی تاگا ہو گیا ہے....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"میں نہیں سمجھا....!"

"سوئی تاگا بھی نہیں سمجھتا.... ابے کیا بھس بھرا ہوا ہے کھوپڑی میں.... اگر وہ ہوتا تو اسے

انگلی میں پہن لیتا.... لوہے کا ہوتا ہے.... عورتیں کپڑا سیتے وقت انگلی میں پہنتی ہیں۔"

سلیمان نے پھر اپنے سر پر دوہتھڑ مارا۔

"اب کیا ہوا۔"

"ارے اسے تو انگشتانہ کہتے ہیں۔" سلیمان نے کہا۔ "وہ مہیا کر دوں گا مگر سوئی تاگے سے آپ کو کیا سروکار....!"

"آہستہ بول بے!" عمران نے چاروں طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"یہ فرزانہ کی بچی میرا امتحان لیا کرتی ہے.... سوئی تاگا دے گئی تھی.... کہ ذرا سوئی میں تاگا ڈال دیجئے! اگر میں نہ ڈال سکا تو ہنسے گی کہے گی کہ آہاہا آپ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی آکسن ہیں۔ سوئی میں تاگا بھی نہیں ڈال سکتے۔ ذرا.... تو ہی ڈال دے.... بے لیکن اگر کسی سے کہا تو گردن مروڑ دوں گا۔"

"اب میں جتنی دیر سوئی میں تاگا ڈالنے بیٹھوں گا وہ مردود صاحب کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"کون....؟"

"ربڑی ملائی والا....!"

"کیا مطلب!"

"پانچ روپے ہو گئے ہیں اس کے! روزانہ آدھ پاؤ ربڑی ملائی کھاتا ہوں! پانچ روپے ادھار ہو گئے ہیں اس کے.... میرے پاس اس وقت نہیں ہیں۔ مگر وہ پھاٹک پر اڑا کھڑا ہے کہتا ہے کہ اگر ابھی میں نے حساب بے باق نہ کر دیا تو وہ صاحب سے کہے گا۔"

"ابے.... مگر.... بہت تیزی سے واپس آنا....!" عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولتے ہوئے کہا۔ پھر پانچ کا نوٹ نکال کر اسے دیتا ہوا بولا۔ "دیر نہ لگانا.... فوراً....!"

سلیمان نوٹ سنبھال کر باہر نکل گیا.... اور ادھر فرزانہ نے اپنی سہیلی سے شرط جیت لی۔

عمران سلیمان کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!"

"عمران....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں فیاض بول رہا ہوں۔ پیکاک سرکس سے۔!"

"کیوں بول رہے ہو پیکاک سرکس سے....!"

"فوراً پہنچو!....ایک حادثہ ہو گیا ہے۔"

"مجھے فرصت نہیں ہے! میں سوئی میں تاگا ڈال رہا ہوں۔"

"مگر تم سرکس سے بول رہے ہو! اس لئے میں نہیں آسکوں گا۔"

"کیوں؟"

"اماں بی کہتی ہیں کہ کھیل تماشوں میں لچے لفنگے جایا کرتے ہیں۔"

"عمران آجاؤ....ورنہ پھر خود مجھے ہی آنا پڑے گا اور پھر تمہاری مکھیاں بھی آئیں گی۔"

"اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں مکھیاں بھی آرام کر رہی ہوں گی۔ مگر میں سوئی میں تاگا ڈالے بغیر نہیں آسکوں گا پرسٹیج کا معاملہ ہے۔"

"ڈال بھی چکو کسی صورت سے! جلدی آؤ....!" فیاض نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران نے ریسیور رکھ کر.... پھر سوئی تاگے سے الجھنا شروع کر دیا۔

پیکاک سرکس تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لیکن ان میں بے چینی پائی جاتی تھی۔ وہ باہر جانا چاہتے تھے۔ مگر پولیس نے پنڈال کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا.... تماشائیوں کو روکے رکھنے میں جو بھی مصلحت رہی ہو لیکن وہ واقعہ بظاہر ایسا نہیں تھا جس کے لئے تماشائیوں کو بھی روکا جاسکتا۔ کیونکہ سرکس کی سب سے حسین لڑکی میری لین جھولے پر مری تھی.... پہلے وہ زندہ رہ کر جھولے پر اپنے کرتب دکھاتی رہتی تھی اور اب اس کی لاش جھول رہی تھی.... ابھی تک اسے اتارا نہیں گیا تھا.... اس کے ساتھی ہی نے محسوس کیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ وہ دونوں جھولتے ہوئے ایک جھولے سے دوسرے جھولے پر جا رہے تھے کہ اچانک اس کے ساتھی نے اس کے جسم میں سختی محسوس کی اور ساتھ ہی یہ بھی محسوس کیا کہ اب وہ اس کا ساتھ نہ دے سکے گی۔ اس نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور وہ دونوں الگ جھولوں پر جھولتے رہے.... میری لین جھولے پر الٹی لٹکی ہوئی تھی جھولے کا ڈنڈا گھٹنوں کے نیچے تھا اور ٹانگیں دوہری ہو گئی تھیں....

اس کے ساتھی نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ پکڑے اور آہستہ سے کہا۔ "آؤ....!"

لیکن جھولے کا ڈنڈا میریلین کی ٹانگوں ہی میں پھنسا رہا۔ اس نے اپنے جھولے سے نکل کر ساتھی کے جھولے پر جانے کی کوشش نہیں کی.... ساتھی نے پھر اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور وہ پہلے کی طرح ہی جھولتی رہی۔ لیکن وہ پینگیں نہیں، لے رہی تھی! جھولے کی رفتار ایسی ہی تھی جیسے وہ آہستہ آہستہ خود بخود ہی رک جائے گا.... ایسا ہی ہوا.... جھولا بالآخر رک گیا اور میریلین بے حس و حرکت الٹی لٹکی رہی۔

محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ سرکس ہی میں موجود تھا۔ ایک وہی نہیں اس جیسے ہزاروں محض میریلین کے دیدار کے لئے آیا کرتے تھے۔ پیکاک سرکس کی دھوم ہی میریلین کی وجہ سے تھی! ہر شو میں بے پناہ اژدہام ہوتا تھا اور بکنگ کلرک بکنگ کرتے کرتے بوکھلا جاتے تھے۔

میریلین کا ساتھی جھولے سے اتر گیا لیکن وہ بدستور.... اسی طرح لٹکی رہی۔ نیچے مسخرے بونے طرح طرح کی مضحکہ خیز لباسوں میں اچھل کود رہے تھے۔

مریلین کے ساتھی نے سرکس کے مالک اور منتظم ڈینی ولسن کو اس کی اطلاع دی اور وہ بھی رنگ میں دوڑ آیا.... میریلین اب بھی اسی طرح لٹکی ہوئی تھی۔

پھر اسے قریب سے دیکھا گیا! وہ بے جان تھی۔ بے حس و حرکت.... اور اس کا جسم پتھر ہو گیا تھا۔ اس بُری طرح اکڑ گیا تھا کہ جھولے میں پھنسی ہوئی ٹانگیں سیدھی نہیں کی جاسکتی تھیں! یہی وجہ تھی کہ وہ مرنے کے بعد بھی جھولے ہی میں لٹکی رہ گئی تھی۔

سارے پولیس افسر رنگ میں اکٹھے ہو گئے جو سرکس میں موجود تھے یہ سرکس ہی دیکھنے آئے تھے۔ یہاں ان کی موجودگی کی اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ لاش کسی نہ کسی طرح اتاری گئی! فیاض نے لاش کی حالت دیکھتے ہی عمران کو فون کیا تھا اور اب بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ لڑکی کی موت معمولی حالات میں نہیں ہوئی۔ ہارٹ فلیور کے صدہا کیس اس کی نظروں سے گزرے تھے مگر کسی کے جسم پر نیلاہٹ نہیں نظر آئی تھی اور نہ ہی اتنی جلدی لاش میں اکڑن ہی پیدا ہوتے دیکھی تھی۔ تماشائیوں کو جب اس حادثے کا علم ہوا تو وہ رنگ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگے لیکن پولیس افسروں کی موجودگی نے انہیں اس سے باز رکھا! پھر اور بھی پولیس طلب کر لی گئی۔ پھاٹک پر پہرہ لگا دیا گیا تھا اور تماشائیوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنی جگہوں پر سکون سے بیٹھے رہیں۔

کیپٹن فیاض نے ہر پھاٹک کے پہرہ داروں کو ہدایت دی تھی کہ اگر باہر سے کوئی آنے والا اس کا حوالہ دے تو اسے فوراً ہی اس کے پاس پہنچا دیا جائے۔

پولیس ہسپتال کا ڈاکٹر طلب کر لیا گیا تھا۔ اس نے بھی اسے ہارٹ فلیور کا کیس نہیں قرار دیا۔ اس کا خیال تھا کہ موت سریع الاثر زہر کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔

"سریع الاثر زہر کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" کیپٹن فیاض نے کہا۔ "کیونکہ وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے بعد اس جھولے میں لٹکی ہوئی نظر آئی تھی.... اگر وہ سریع الاثر زہر تھا تو وہ آدھے گھنٹے تک کیسے زندہ رہی! اور جھولا جھولتے وقت کچھ کھانے پینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ضروری نہیں ہے کہ اس نے کوئی زہر آلود چیز کھائی ہو۔ سوال زہر کے جسم میں داخل ہونے کا ہے۔"

وہ کسی طرح بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ مثلاً زہر انجکٹ کر دیا جائے۔ مگر انجکشن کا مسئلہ بھی ایسا ہے جیسا کھانے کا.... آہاں.... یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی زہریلی سوئی جسم کے کسی حصے میں چبھا دی جائے۔ بہتیرے زہر ایسے بھی ہیں جو سوئیوں ہی کے ذریعہ استعمال ہوتے ہیں اور ان کا اثر حیرت انگیز طور پر فوری ہوتا ہے۔"

"تب پھر یہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کے ساتھ جھول رہا تھا۔" کسی پولیس افسر نے کہا۔

فیاض نے اس کے خیال کی تردید نہیں کی.... اور اس آدمی کو فوراً حراست میں لے لیا گیا جو میریلین کے ساتھ جھول رہا تھا.... وہ اتنا نروس تھا کہ اس نے اس پر احتجاج نہیں کیا! بظاہر اس کی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ وہ اس طرح پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہر ایک کو دیکھنے لگتا تھا جیسے خواب دیکھ رہا ہو۔ یا پھر وہ معاملات اس کی فہم سے بالاتر ہوں۔

کچھ دیر بعد عمران بھی وہاں پہنچ گیا۔ فیاض نے اسے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہاں کئی پولیس آفیسر بھی موجود ہیں.... انہوں نے بھی مجھے دیکھا ہے۔ اگر اس کیس کے سلسلے میں.... کچھ نہ کر سکا تو خواہ مخواہ آنکھیں نیچی ہوں گی۔"

"ہاں واقعی تم بہت بدنما معلوم ہو گے۔ اگر آنکھیں اوپر سے کھسک کر گالوں پر آ گئیں.... مگر تمہیں مطمئن رہنا چاہئے ایسا نہیں ہو گا.... میں نے بہت سائنس پڑھی ہے لیکن یہ کہیں

ہیں پڑھا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے آنکھیں نیچے کھسک آتی ہیں۔"

"بور نہ کرو....!" فیاض نے کہا۔

وہ ایک گوشے میں کھڑے گفتگو کر رہے تھے جہاں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ عمران نے ش دیکھی تھی اور صرف سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

"اچھا لاش کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" فیاض نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"اچھی خاصی ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ایسی لاشیں کم دیکھنے میں آئی ہیں!"

"ڈاکٹر کے اس خیال سے متفق ہونا پڑے گا کہ کسی زہریلی سوئی ہی سے اس کا خاتمہ کیا گیا ہے۔" فیاض بولا۔

"متفق ہو جاؤ۔"

"عمران....!"

"یس.... مائی ڈیئر.... سوپر فیاض....!"

"آخر ڈھنگ کی بات کیوں نہیں کرتے....!"

"مجرم کو تو پکڑ ہی لیا تم نے اب، میں ڈھنگ کی باتیں کر کے کیا کروں گا۔"

"میں اس پر بھی مطمئن نہیں ہوں....!" فیاض بڑبڑایا۔ "وہ اتنا احمق نہیں معلوم ہوتا! اگر سے یہی کرنا ہوتا تو اس موقع پر نہ کرتا جب کہ اسکے پھنس جانے کے امکانات بہت واضح تھے۔"

"تو پھر اسے کیوں حراست میں کیوں لیا ہے۔"

"کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہئے! فی الحال اس پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

"ایک بات کہوں.... سوپر فیاض....!"

"بکو بھی یار جلدی سے۔"

"مجھے اس سرکس میں نوکری دلوا دو.... بے کاری سے تنگ آ گیا ہوں.... یہی سہی!"

"اچھا اب تم گھر جاؤ!" فیاض نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "میری بھی آئی گئی عقل خبط کررہے ہو۔"

"مجھے اس سرکس کے مالک سے ملاؤ۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"چلو.... وہ اب اپنے آفس ہی میں ہوگا۔"

تماشائی جا چکے تھے۔ پنڈال سنسان پڑا تھا اور لاش پر چادر ڈال دی گئی تھی۔ وہ ابھی رنگ ہی میں پڑی ہوئی تھی۔

فیاض عمران کو منیجر کے آفس میں لایا۔ منیجر اپنے تین ماتحتوں کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ اس نے کیپٹن فیاض کو دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے تینوں سے جانے کو کہا۔

منیجر ایک بوڑھا مگر مضبوط جسم والا یوریشین تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"میں برباد ہو گیا جناب۔" اس نے فیاض سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر کھڑا ہو کر بولا۔ "معاف کیجئے گا۔ میں بے حد پریشان ہوں.... تشریف رکھئے جناب!"

"مجھے بھی افسوس ہے.... مسٹر ڈینی ولسن....!" فیاض نے کہا۔ "وہ ایک بہترین فنکارہ تھی۔"

"یہ سرکس محض اسی کی وجہ سے چل رہا تھا۔" ڈینی ولسن بولا۔ "اب کل سے یہاں خاک اڑے گی۔ دشمنوں نے جو چاہا تھا وہی ہو گیا۔"

"دشمن....!" فیاض نے حیرت ظاہر کی۔

"جی ہاں دشمن!" ڈینی غصیلی آواز میں بولا۔ "آج کل گلوب سرکس والے بھی شو کر رہے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک کے پاس میریلین ہی ہو۔ گلوب سرکس والے کئی بار میریلین کو بھی بھڑکانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ آخر میں جب انہیں ساری راہیں مسدود ہوتی نظر آئیں تو انہوں نے میریلین کو مار ہی ڈالا۔ مقصد اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ ہمارے ہاں اُلو بولنے لگیں۔"

"اوہو.... تو آپ کے یہاں اُلو بھی ہیں۔" عمران بول پڑا۔

ڈینی چونک کر عمران کو گھورنے لگا پھر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"محاورہ ہے جناب....!"

"ہاں تو گلوب والے....!" فیاض جلدی سے بولا۔

"بہت دنوں سے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن میریلین کی وجہ سے مجھے شکست نہیں دے سکتے تھے۔"

"اچھا.... اس کا ساتھی کیسا آدمی ہے۔"

"اسے تو فضول حراست میں لیا گیا ہے۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"خیر ہم اسے بہتر سمجھتے ہیں۔"

"میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے جناب میں آپ کو رائے نہیں دے رہا۔"

"وہ کتنے دنوں سے میریلین کے ساتھ کام کرتا رہا ہے۔"

"دونوں نے ایک ساتھ ہی میرے سرکس میں ملازمت کی تھی۔ وہ میریلین کا چچازاد بھائی ہے۔"

"تو اب کل سے آپ کے سرکس میں سناٹا رہے گا۔" عمران نے پوچھا۔

"میرا تو یہی خیال ہے جناب! یہ بھیڑ بھاڑ میریلین ہی کی وجہ سے ہوتی تھی۔"

"اب بھی ہو گی۔" عمران غصیلی آواز میں بولا۔ "سرکس میں سناٹا نہیں ہو سکتا.... ہرگز نہیں۔"

"وہ کیسے جناب....!"

"اعلان کرا دیجئے کہ کل ڈیوک آف ڈھمپ اپنے کمالات دکھائیں گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"یہ تمہارے سرکس میں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔" فیاض اکتا کر بول پڑا۔ عمران کی بے تکی باتیں اسے کھل رہی تھیں۔

"ارے جناب! اس وقت مجھے ملازمتیں دینے کا ہوش کہاں ہے۔ میریلین بہت اچھی لڑکی تھی! بہت خوش اخلاق سب اسے پسند کرتے تھے۔ میں نے ایک ہیرا کھو دیا۔"

"میں اس لڑکی کی جگہ نہیں لینا چاہتا۔" عمران نے بُرا مان جانے کا مظاہرہ کیا۔

"میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" ڈینی نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ایسے حالات میں کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔"

"ارر.... ہپ....!" دفعتاً عمران فیاض کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"اس لڑکی کی قیام گاہ پر چلو....!"

"وہ یہیں ایک خیمے میں رہتی تھی۔" ڈینی نے کہا۔

"میں اس کا سامان دیکھنا چاہتا ہوں۔" فیاض بولا۔

"چلئے....!" ڈینی اٹھ گیا۔

وہ ایک ایسی جگہ آئے جہاں بہت سی چھوٹی چھوٹی چھولداریاں نصب تھیں! ڈینی نے ایک چھولداری کا پردہ ہٹایا اور اندر گھس کر ایک کیروسین لیمپ روشن کر دیا۔ روشنی میں انہیں وہاں بڑی ابتری نظر آئی! سارا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا تھا۔"

"اوہ.... میر لیین اتنی بدسلیقہ تو نہیں تھی۔" ڈینی تشویش کن لہجہ میں بڑبڑایا۔

"یعنی وہ اپنا سامان اس طرح نہیں پھیلا سکتی تھی۔"

"ہرگز نہیں جناب....!" ڈینی نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ کسی نے اس کے سامان پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیکھئے دونوں سوٹ کیس کھلے پڑے ہیں۔ سامان نکال کر بکھیر دیا گیا ہے.... مگر وہ بڑی رقمیں اپنے پاس نہیں رکھتی تھی۔"

"آہا.... اتنی تصویریں....!" عمران نے خوش ہو کر کہا کیونکہ سوٹ کیسوں کے قریب بے شمار تصاویر بکھری پڑی تھیں اور یہ سب کیمرے سے کھینچی گئی تھیں۔

"جی ہاں.... تصویر جمع کرنا اس کی ہابی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ حرکت بھی کسی ہابی والے ہی کی ہوسکتی ہے۔" عمران نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"آخر تصویریں اس طرح کیوں بکھیری گئی ہیں۔" عمران تصویروں پر جھکتا ہوا بولا۔ "اوہ یقیناً یہی بات ہے۔ تصویریں الٹی پلٹی گئی ہیں۔ ان میں ایک بھی ایسی نہیں نظر آتی جو الٹی پڑی ہو۔"

فیاض خاموش کھڑا رہا۔ اسے خوشی تھی کہ عمران کام کے موڈ میں آگیا ہے۔

عمران نے سوٹ کیس کی بقیہ چیزیں نکال لیں لیکن کسی سوٹ کیس کے اندر ایک بھی تصویر نہ ملی۔

"فیاض.... یہ دیکھو۔ ظاہر ہے کہ یہ تصویریں ابھی انہیں سوٹ کیسوں سے نکالی گئی ہوں گی! لیکن اب ان میں ایک بھی نہیں ہے.... کیا خیال ہے؟"

"تمہارا خیال کسی حد تک درست بھی ہوسکتا ہے۔"

پھر اس نے ایک سوٹ کیس نیچے کھسکایا اور ایک تصویر اس کے نیچے سے بھی برآمد ہوئی مگر یہ الٹی پڑی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر کچھ تحریر تھا۔

عمران اسے چراغ کے قریب لیجا کر پڑھنے لگا۔ پھر الٹ کر تصویر دیکھی.... یہ ایک کالی تصویر تھی۔ یعنی صاحبِ تصویر کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک پرچھائیں کی تصویر معلوم ہو رہی تھی۔

"خوب!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "سنو! کسی ظالم نے کیا بات لکھ دی ہے.... اسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ میری محبت اتنی شدید....!"

"تڑاخ...." کوئی چیز کیروسین لیمپ سے ٹکرائی اور شیشہ چور چور ہوگیا۔

اور پھر کوئی عمران پر آپڑا۔ تصویر نیچے گر گئی تھی یا اس سے ٹکرانے والے نے چھین لی تھی۔

چونکہ یہ حملہ قطعی غیر متوقع تھا اسلئے عمران توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بنا پر سوٹ کیسوں پر جا گرا۔

"لینا.... پکڑنا....!" اس نے ہانک لگائی۔

"خبردار.... خبردار....!" کیپٹن فیاض غرایا.... مگر باہر پھیلی ہوئی تاریکی ان پر قہقہے لگاتی رہی کیونکہ حملہ آور نے اسی کے دامن میں پناہ لی تھی۔

چھولداری کے اندر تو اتنا اندھیرا تھا کہ وہ نہ تو حملہ آور کو آتے دیکھ سکے تھے اور نہ فرار ہوتے! ڈینی نے دیا سلائی کھینچی عمران جھپٹ کر باہر نکلا فیاض اس کے پیچھے تھا.... لیکن اب کیا ہوسکتا تھا.... وہ حملہ آور کی گرد کو بھی نہ پاسکے۔ جو اتنی دلیری سے حملہ کرسکتا ہو! وہ یقیناً کافی چالاک بھی ہوگا۔

پھر بھی وہ لوگ تقریباً آدھے گھنٹے تک اسے تلاش کرتے رہے۔

اسکے بعد عمران پھر چھولداری میں واپس آیا اور ایک ایک تصویر اپنے قبضے میں کرلی۔ ایک گھنٹے تک وہ چھولداری کی مختلف چیزوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر باہر نکل آیا.... فیاض اور ڈینی باہر ہی اس کا انتظار کررہے تھے۔ فیاض کا خیال تھا کہ عمران کو فی الحال تنہا ہی چھان بین کرنے دی جائے۔

باہر نکل کر عمران نے ٹارچ بجھا دی.... اس کی دونوں جیبوں میں تصویریں بھری ہوئی تھیں۔ تصویروں کے علاوہ اس نے وہاں سے اور کوئی چیز نہیں لی تھی۔

وہ پھر ڈینی کے آفس میں واپس آگئے۔ کیپٹن فیاض نے شاید کافی کے لئے کہا تھا۔ یہاں انہیں کافی کی ٹرے تیار ملی۔ ڈینی تین پیالیوں میں شکر ڈالنے کے بعد کافی انڈیلنے لگا۔

"ہاں مسٹر پیکاک....!" عمران نے ڈینی کو مخاطب کرکے کچھ کہنا چاہا.... لیکن ڈینی احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرا نام ڈینی ولسن ہے! جناب.... سرکس.... پیکاک کہلاتا ہے....!"

"اوہو.... تو اچھا مسٹر ولسن! اس آدمی کے متعلق کیا خیال ہے جس نے لیمپ توڑ کر میری جیب سے چیونگم کے پیکٹ اڑانے کی کوشش کی تھی۔"

"چیونگم کے پیکٹ" ڈینی اور فیاض نے بیک وقت دہرایا۔

"مگر میں کسی سے دبلا تھوڑا ہی ہوں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اوہ.... تم کسی تصویر کی پشت پر کوئی تحریر پڑھ رہے تھے۔" فیاض نے کہا۔

"ارے ہاں.... وہ تو بھول ہی گیا.... اس پر لکھا ہوا تھا اسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ میری محبت اتنی شدید کبھی نہیں ہوتی کہ میں تمہیں ونولیا کی آئس کریم پر ترجیح دے سکوں....!"

"کیا بات ہوئی....!" ڈینی حیرت سے فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

"لاؤ.... وہ تصویر مجھے دو....!" فیاض نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

عمران نے جیبوں سے ساری تصویریں نکال کر میز پر ڈھیر کر دیں اور پھر بولا۔ "تلاش کر لو۔"

فیاض اور ڈینی نے اپنی پیالیاں رکھ دیں اور تصویروں پر جھک پڑے۔ عمران بدستور چسکیاں لیتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ فیاض اور ڈینی البتہ بہت زیادہ متفکر نظر آ رہے تھے۔

"ان میں سے تو کسی کی بھی پشت پر کچھ تحریر نہیں ہے۔" فیاض نے کچھ دیر بعد کہا اور عمران اس طرح چونک پڑا جیسے کسی نے بہت زور سے اسے آواز دی ہو۔

"تو میں کیا کروں....!" اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"اوہ....!" فیاض یک بیک اچھل پڑا.... "تو وہ تم سے وہ تصویر چھین لے گیا۔"

"ہو سکتا ہے یہی ہوا ہو.... میں تو اس وقت دراصل یہ سوچ رہا تھا کہ ونولیا کی آئس کریم میں اگر تھوڑا سا لیموں بھی نچوڑ دیا جائے کیسی رہے گی۔"

"عمران سنجیدگی....!"

"ہاں مسٹر پیکا.... آرر.... یعنی کہ مسٹر ولسن! آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اس آدمی کے متعلق پوچھا تھا جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا....!"

"میں اس کے متعلق کیا عرض کر سکتا ہوں جناب! لیمپ ٹوٹنے کے بعد اندھیرا ہو گیا تھا اور اندھیرے ہی میں وہ داخل ہوا تھا.... آپ ہی کی طرح میں بھی اس کی شکل نہیں دیکھ سکا....!"

"کیا وہ تصویر ہی لے گیا تھا۔" فیاض نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے تصویر اچھی طرح دیکھی تھی۔"

"اچھی طرح دیکھی تھی....!"

"تب تو تم اس آدمی کو کہیں بھی پہچان لو گے جس کی تصویر تھی۔"

"صرف اندھیرے میں پہچان سکوں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"وہ کسی کی پرچھائیں تھی۔"

"یار مت دماغ خراب کرو۔" فیاض جھنجھلا گیا۔

"کالی تصویر سوپر فیاض.... کسی پرچھائیں کی تصویر.... خط و خال واضح نہیں تھے۔"

"کالی تصویر....!" ڈینی آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔

"اور اس کی پشت پر جو تحریر تھی....."

"بار بار نہیں دہرا سکتا۔ کیونکہ ونولیا کی آئس کریم میری بھی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔"

فیاض سمجھ گیا کہ وہ یا تو بتانا نہیں چاہتا یا پھر جو کچھ بک رہا ہے وہی درست ہوگا.... عمران ڈینی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا.... ڈینی کی آنکھیں اب بھی بند تھیں اور اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔

عمران نے آہستہ سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا.... اور ڈینی چونک کر استفہامیہ انداز سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا شاید آپ سو جانے کا ارادہ کر رہے ہیں.... اس لئے شب بخیر....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"جی نہیں.... جی نہیں! میں دراصل اس کالی تصویر کے تذکرے پر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے کسی کالی تصویر کا تذکرہ کب اور کہاں سنا تھا؟"

"سنا تھا تذکرہ....!" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یقیناً....! مگر یاد نہیں پڑتا کہ کہاں سنا تھا۔"

"تذکرہ کیا تھا....!"

"خوبصورت لڑکیوں کا تذکرہ تھا.... اور پھر یہ یاد نہیں کہ کالی تصویر کی بات کیسے نکلی تھی! مگر بات تھی کسی کالی تصویر ہی کی۔"

"یاد کرنے کی کوشش کیجئے....!"

"میں کوشش کروں گا آپ کو اس کے متعلق کچھ بتا سکوں۔"

"کب کوشش کریں گے....!"

"دیکھئے دراصل بات یہ ہے کہ مجھے اس آدمی کے متعلق یاد کرنا پڑے گا۔ جس نے تذکرہ چھیڑا تھا۔ چونکہ وہ تذکرہ میرے لئے غیر دلچسپ تھا اس لئے میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔ خیر قصہ خواہ کچھ ہو مگر اسے آپ لکھ لیجئے....!"

"ٹھہریئے....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ڈینی خاموش ہو گیا۔ عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں جیبیں ٹٹولنے لگا پھر اس نے نوٹ بک نکالی اور فاؤنٹین پن سنبھال کر بیٹھ گیا۔

"ہاں.... بولئے.... کیا لکھوا رہے تھے؟"

ڈینی نے حقارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں کہنا چاہتا تھا کہ قصہ خواہ کچھ ہو اس حادثے میں گلوب سرکس والوں کا ہاتھ ضرور ہے۔!"

عمران نوٹ بک پر لکھنے لگا.... پھر ڈینی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ "اور کیا لکھوانا چاہتے ہیں؟"

"کیپٹن!" ڈینی نے عمران کی طرف اشارہ کر کے فیاض سے کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"میں یہ چاہتا ہوں۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کہ مجھے سرکس میں ملازمت مل جائے.... ورنہ سچ مچ یہاں میرے خاموش ہو جانے کے بعد صرف اُلو بولیں گے۔"

"آپ کیا کر سکیں گے۔"

"جو کچھ نہ کر سکوں گا اس پر بھی صبر کر سکوں گا۔" عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

"بھئی مشورہ ہے کہ جو کچھ یہ کہیں وہی کیجئے!" فیاض نے ڈینی سے کہا۔

"اوہو! تو کیا آپ اس طرح تفتیش کریں گے۔"

"غالباً!" فیاض نے جواب دیا۔

"اوہو....! تو میں انہیں مشورہ دوں گا کہ یہ گلوب سرکس میں ملازمت کر لیں۔"

"میں مجبور ہوں۔" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔

"گلوب کے نام پر میرے ذہن میں کسی ایسے کانے آدمی کا تصور اُبھرتا ہے جس نے اپنے لڑکے کا نام نور العین رکھا ہو اور دوسرے لڑکے کا نام نور الغین رکھ لینے کے بعد مطمئن ہو گیا کہ جملہ حقوق محفوظ ہو گئے ہیں۔"

"کیا بکواس شروع کر دی تم نے!" فیاض بگڑ گیا۔

"گھونگھٹ میں ڈاڑھی ہلے!" عمران گردن جھٹک کر بولا۔

اور فیاض سمجھ گیا کہ اب وہ یہاں نہیں بیٹھنا چاہتا۔ اس لئے اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا مسٹر ولسن! کل صبح پھر آپ کو تکلیف دی جائے گی۔"

"کل شو ضرور ہوگا۔" عمران بولا۔ "آپ میریلین کا سوگ نہیں منا سکیں گے۔" عمران نے ڈینی کو مخاطب کیا۔

"نہیں جناب! میں کم از کم تین دن تک شو نہیں کر سکوں گا.... میریلین کسی بکری کے بچے کا نام نہیں تھا بلکہ وہ بھی....!"

"ہام....!" عمران نے یک بیک بلند آواز میں جماہی لی اور آہستہ آہستہ منہ چلانے لگا۔ ڈینی چونکہ اس بلند بانگ جماہی کی وجہ سے اپنا جملہ پورا نہیں کر سکا تھا اس لئے وہ غصیلی نظروں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہی بہتر ہوگا مسٹر ولسن کہ کل سرکس بند نہ کیا جائے۔ اگر ہم صبح مجرم پر ہاتھ ڈال سکے تو یہ سوگ منانے سے بہتر ہوگا۔" کیپٹن فیاض نے کہا۔

دوسرے دن کیپٹن فیاض نے میریلین کے ساتھی کو اپنے آفس میں طلب کیا۔ یہ ایک جوان العمر اور خوش شکل آدمی تھا۔ صحت بھی بُری نہیں تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے ایسی ویرانی ظاہر ہوتی تھی جیسے وہ اپنے کئی کڑیل بیٹوں کو دفن کر کے آیا ہو۔

"تمہارا کیا نام ہے....!" فیاض نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"لیموئیل برڈنٹ....!" اس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

"میریلین سے تمہارا کیا رشتہ تھا۔"

"وہ میری کزن تھی۔"

"جب اس نے تم سے شادی کرنے پر نارضامندی ظاہر کی تھی تو اس سے کتنے دنوں تک نہیں ملے تھے۔"

ایک بے جان سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نظر آئی اور اس نے کہا۔ "میں اسے بہت پسند کرتا تھا! لیکن شادی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا.... وہ میری کزن تھی.... میرے چچا کی لڑکی بس اتنا ہی رشتہ تھا اور شاید یہ رشتہ اس سے آگے کبھی نہ بڑھ سکتا۔"

"اچھا تو وہ کسی اور سے کورٹ میرج کر رہی تھی۔"

"مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے....!"

"حقیقت.... لڑکے.... حقیقت....!" فیاض میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

"میں حقیقت ہی عرض کر رہا ہوں جناب!" اس نے مضمحل آواز میں کہا۔ لیکن اس کی آنکھیں بدستور ویران رہیں۔ حالانکہ فیاض کا یہ سوال اشتباہ آمیز تھا۔ پھر یہی بات ہو سکتی تھی کہ اس نے اس سوال پر دھیان ہی نہیں دیا تھا ورنہ ان سپاٹ آنکھوں میں بے چینی کی لہریں ضرور نظر آتیں۔ فیاض نے بھی اس کی آنکھوں پر خصوصیت سے نظر رکھی لیکن ابھی تک وہ معمول ہی پر رہی تھیں! وہ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "دیکھو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہی تمہارے لئے کافی ہو گی۔"

"اب جو کچھ بھی ہو جناب!.... ہمارے پیشے میں موت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خود میری ہی نظروں میں درجنوں افراد ایسے گذرے ہیں جنہیں جھولے سے گر کر اپنی ریڑھ کی ہڈی کا ماتم کرنا پڑا تھا یا پھر وہ ماتم کے قابل ہی نہیں رہ گئے تھے۔"

اس سوال کے جواب پر فیاض کو بڑا غصہ آیا تھا۔ لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا.... چند لمحے اس نے پھر اسے گھورتے رہنے میں صرف کئے اس کے بعد بولا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ایک ایسی سوئی کی کہانی سناتی ہے جو مرنے والی کے سینے سے نکالی گئی تھی اور یہ سوئی اتنی زہریلی ثابت ہوتی ہے کہ آدمی کو چبھن کی شکایت کرنے کا موقعہ نہیں مل سکتا۔"

فیاض کو اس کی سپاٹ آنکھوں میں کچھ تبدیلیاں نظر آئیں مگر یہ تبدیلیاں خوف کی طرف اشارہ نہیں کرتی تھیں بلکہ انہیں خاص حیرت کی لہریں کہا جاسکتا ہے.... اس نے دو تین بار پلکیں جھپکائیں اور پھر بڑبڑایا۔

"یقیناً یہ چیز میرے خلاف جا سکتی ہے۔"

"پھر....!" فیاض کی آواز میں چیلنج تھا۔

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب! اگر یہ جرم مجھ سے سرزد ہوا ہو گا تو دنیا کی کوئی قوت مجھے نہ بچا سکے گی۔"

"اوہو.... تم یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ میں تمہیں پھانسی دلوانے پر تلا بیٹھا ہوں۔"

"میں یہ نہیں سمجھا جناب!.... مگر حالات میرے موافقت میں نہیں ہیں۔"

"اس کا حلقہ احباب تو کافی وسیع رہا ہو گا۔"

"محدود تھا جناب! وہ اپنا وقت نہیں برباد کرتی تھی اسے اپنے فن کے مظاہرے کا بڑا شوق تھا اور وہ اپنا زیادہ تر وقت مختلف قسم کی مشقیں بہم پہنچانے میں صرف کرتی تھی۔"

"کچھ نہ کچھ دوست تو رہے ہی ہوں گے۔"

"دوست نہیں! ملنے والے کہئے اور وہ سرکس میں کام کرنے والے ہی ہو سکتے ہیں۔"

"کبھی کسی ایک دوست نے دوسرے دوست کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی بھی کی تھی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں آپ جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں! لیکن میرے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے۔"

"کسی ایسے ملنے والے کا نام بتاؤ جس سے وہ نسبتاً زیادہ مانوس رہی ہو! یا وہ ملنے والا ہی اس سے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرتا رہا ہو۔"

"سرکس کا ہر جوان آدمی اور ایک ایک تماشائی ایسے آدمیوں کی فہرست میں آسکتا ہے جنہوں نے اس سے قریب ہونے کی کوشش کی ہو۔"

کچھ دیر کے لئے فیاض خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب کس زاویے سے آغاز کرے۔ دفعتاً اس نے کہا۔ "میریلین کو تصویریں جمع کرنے کا شوق تھا۔"

"جی ہاں.... بہت زیادہ.... اکثر بعض نئے ملنے والوں سے بھی ان کی تصاویر کی فرمائش کر بیٹھتی تھی۔"

"اور وہ تصویروں کا مجموعہ دوسروں کو بھی دکھاتی رہی ہو گی۔"

"جی ہاں بالکل اسی بچے کی طرح جس نے بہت سارے خوش رنگ پتھر جمع کر رکھے ہوں۔ دراصل اس کے مزاج میں بچکانہ پن بھی بہت زیادہ تھا۔ جس کی بناء پر اکثر لوگ غلط فہمی میں بھی مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔"

"اچھا تو مجھے ان ہی لوگوں کے متعلق بتاؤ جو کبھی غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہوں۔"

"یہ بھی بہت مشکل ہوگا جناب! ویسے حقیقت تو صرف یہ ہے اکثر میں نے ہی غلط فہمی کے امکانات کے متعلق سوچا ہے.... لیکن وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کتنے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہوں گے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تم وثوق کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے.... خیر تو اس کی تصاویر کا مجموعہ تم نے بھی دیکھا ہوگا۔"

"ہزاروں بار....!"

"کیا تم نے ان میں کبھی کوئی کالی تصویر بھی دیکھی تھی۔"

"کالی تصویر....!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "یقیناً اس کے پاس ایک ایسی تصویر تھی۔"

"وہ تصویر کس کی تھی۔"

"میں کیا عرض کروں جناب! مجھے اس نے اس تصویر کے متعلق کبھی کچھ نہیں بتایا۔"

"اس کی پشت پر کوئی تحریر بھی تھی؟" فیاض نے پوچھا۔

"جی ہاں.... تحریر تھی۔" اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا....؟"

"اسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ میری محبت اتنی شدید نہیں ہوتی کہ میں اسے اپنی آن پر ترجیح دے سکوں۔"

فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ اسے یقین ہوگیا کہ عمران نے اس تصویر کے سلسلے میں اسے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مقصد کیا تھا۔

"ہاں....!" فیاض نے اسے پھر مخاطب کیا۔ "کیا تم بتا سکو گے کہ وہ تصویر کس کی تھی۔"

"میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اس نے مجھے اس تصویر کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"چونکہ مجھے اس سے دلچسپی نہیں تھی اسلئے میں نے اسے بتانے پر کبھی مجبور بھی نہیں کیا۔"

"مگر اس تحریر کے متعلق تو ہر ایک الجھن میں پڑ سکتا ہے....!"

"ہاں....! مگر میں نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیوں کہ میری موجودگی ہی میں اس نے اس تصویر کی پشت پر وہ جملہ تحریر کیا تھا۔"

"کس نے؟"

"میریلین نے....!"

"کیا بک رہے ہو....!"

"جی....!" وہ چونک پڑا۔

"وہ تحریر میریلین کے ہاتھ کی تھی۔"

"جی ہاں.... جناب! اس نے میری موجودگی میں اس کی پشت پر لکھا تھا.... میں نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ تصویر کس کی تھی لیکن کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے اس کی پشت پر لکھنا شروع کر دیا تھا.... میں نے بھی اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔"

"لیکن اس تصویر کے متعلق الجھن میں ضرور مبتلا ہوگئے ہوگے۔"

"قدرتی بات ہے.... مگر وقتی طور پر.... حقیقتاً میں نے اس تصویر کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔"

"کیوں؟ کیا وہ ایک عجیب و غریب تصویر نہیں تھی۔ فرض کرو تم اپنی ایسی کوئی تصویر بنواتے ہو تو....!"

"مجھ سے بھی ایسی حماقت سرزد ہو سکتی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم اس وقت تک حراست میں رہو گے جب تک کہ اصلی مجرم ہاتھ نہ لگے۔"

"مجبوری ہے جناب! میں آپکو کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکوں گا کہ یہ جرم میں نے نہیں کیا۔"

فیاض نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا اور ایک سادہ لباس والا کمرہ میں داخل ہوا فیاض نے قیدی کو لے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک فائیل کھول لی۔

وہ الجھن میں پڑ گیا تھا دراصل اس نے نئی رائے قائم کی تھی کہ میریلین کا قتل رقابت ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے.... اور وہی تصویر اس رائے کی محرک معلوم ہوتی تھی۔ لیکن وہ تحریر اگر میریلین ہی کی تھی تو کئی نئے الجھاوے بھی پیدا ہو سکتے تھے۔

ڈینی ولسن اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھری ہوئی تھیں اور انگلیوں میں دبا ہوا سگار بجھ چکا تھا لیکن نہ سگار کا ہوش تھا اور نہ نچلے ہونٹ میں تکلیف کا احساس۔

وجہ یہ تھی کہ شام کا اخبار اس کے سامنے میز پر موجود تھا جس میں میریلین کی لاش کے متعلق بالکل تازہ خبر پہلے ہی صفحے پر دیکھی جاسکتی تھی۔ اس میں ایک ایسی سوئی کا تذکرہ تھا جو پوسٹ مارٹم کے دوران میں مرنے والی کے سینے سے برآمد ہوئی تھی.... اس زہریلی سوئی کو اخبار والوں نے موت کی سوئی قرار دیا تھا.... اور پولیس کی بے بسی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے ظاہر کیا تھا کہ اس سال کا سب سے بڑا کیس بھی لازمی طور پر فائلوں ہی کی نظر ہو جائے گا۔ ڈینی نے اس کے بعد پھر کوئی خبر نہیں پڑھی تھی۔ صرف سوچتا رہا تھا۔

دفعتاً چپڑاسی چق ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بھی شام کا وہی اخبار تھا جو ڈینی کے سامنے پڑا ہوا تھا.... اس نے وہ اخبار میز پر رکھ کر کسی کا رقعہ بھی ڈینی کی طرف بڑھا دیا۔

"کس نے دیا ہے!" ڈینی نے پوچھا۔

"رنگ ماسٹر نے جناب!" چپڑاسی نے کہا اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"جناب عالی!" رقعے میں تحریر تھا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس اعلان کا کیا مطلب ہے۔ اگر یہ اعلان آپ کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے تو ہمیں بھی پہلے ہی سے باخبر ہونا چاہئے تھا.... پھر میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس ٹریجڈی کے دوسرے ہی دن شو کرنے میں کون سی عقلمندی پنہاں ہے۔ اس سلسلے میں نہ تو ملازمین کو آپ سے ہمدردی ہو سکتی ہے اور نہ تماشائیوں کو.... کچھ تعجب نہیں کہ آپ کو کسی بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے.... اور پھر یہ ڈیوک آف ڈھمپ کون ہے جو اپنے کمالات دکھائے گا.... ملازمین جلد اس کی وضاحت چاہتے ہیں! تاخیر آپ کے لئے مضر ہوگی میں اپنا فرض سمجھ کر آپ کو آگاہ کر رہا ہوں۔"

ڈینی نے رقعہ رکھ کر پیپر ویٹ سے دبا دیا اور اخبار کے صفحات الٹنے لگا اور پھر اسے وہ اعلان مل ہی گیا۔

"مفت بالکل مفت!

آج آٹھ بجے شب سے نو بجے تک ڈیوک آف ڈھمپ کے کمالات مفت دیکھئے۔ پیکاک سرکس کی نئی دریافت ڈیوک آف ڈھمپ۔ پہلی بار منظر عام پر.... کمالات کا پہلا مظاہرہ مفت.... داخلے پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ اگر پنڈال ناکافی ہوا تو قناتیں کھول دی جائیں گی.... زیادہ سے زیادہ تعداد میں تشریف لائیے۔"

ڈینی نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا.... یہ اس کی تباہی کا سامان تھا.... کچھ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر چپڑاسی سے بولا۔ "رنگ ماسٹر کو بھیج دو۔" پھر اس نے فون پر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں ڈینی ہوں جناب!" ڈینی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ آپ لوگوں نے کیا کیا۔ میرا اشارہ اس اعلان کی طرف ہے جو "نئی روشنی" کی تازہ اشاعت میں نظر آرہا ہے۔"

"ہاں....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "مجھے علم ہے! تمہارے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی ہوگئی ہے لیکن تمہیں اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ بس تھوڑی سی محنت کرنا پڑے گی۔"

"لیکن آخر ایسا کیوں کیا گیا ہے جناب! کتنی بڑی بدنامی کی بات ہے۔ سرکس میں کام کرنے والے مجھ سے خفا ہوگئے ہیں اور ہڑتال کر دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

"انہیں سمجھانے کی کوشش کرو کہ یہ گلوب سرکس والوں کی حرکت ہے۔"

"اوہ....!"

"اور اس اعلان کے خلاف ایک رپورٹ درج کرا دو۔"

"مگر ان لوگوں کے لئے کیا کروں گا جو اس اعلان پر یہاں چلے آئیں گے۔"

"پنڈال کے چاروں طرف باہر لاؤڈ سپیکر کے ہارن فٹ کرا دو اور اس پر برابر اعلان کراتے رہو کہ یہ اعلان کسی دشمن کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے۔ ہم تو میریلین کا سوگ منا رہے ہیں ہمارے یہاں تین دن تک کسی قسم کا پروگرام نہیں ہوگا۔"

"بہت بہتر جناب!" ڈینی کی آواز کانپ رہی تھی... دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

کچھ دیر بعد رنگ ماسٹر دفتر میں داخل ہوا.... یہ ایک پستہ قد اور گٹھیلے جسم کا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" ڈینی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

ڈینی چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم لوگ مجھے اتنا ہی برا آدمی سمجھتے ہو۔"

"اوہ.... تو کیا وہ اعلان....!" رنگ ماسٹر چونک پڑا۔

"وہ میری طرف سے نہیں شائع کرایا گیا۔ گلوب والے ہر طرح سے ذلیل کرنے کی کوشش ہے ہیں.... میرے خدا.... اب کیا ہوگا۔ شاید میں آج ہی برباد ہو جاؤں۔"

"نہیں جناب ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں پامردی سے اس طوفان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ پولیس کو رپورٹ کیجئے! امداد کے لئے درخواست کیجئے۔ ورنہ تماشائیوں کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔"

"پنڈال کے چاروں طرف ہارن فٹ کرادو....!" ڈینی نے کہا "اور برابر اعلان کرتے رہو کہ یہ کسی دشمن کی حرکت ہے۔ ہم تین دن تک میریلین کا سوگ منائیں گے۔"

"بہت بہتر جناب! آپ یقین کیجئے کہ اب گلوب والوں کی موت کے دن قریب آ گئے ہیں۔ میں دیکھوں گا کہ کتنا دم ہے ان میں۔"

"نہیں.... میں کمینہ پن میں جرہارڈی کا مقابل نہ ہو سکوں گا۔"

"جرہارڈی....!" رنگ ماسٹر بُرا سامنہ بنا کر بولا۔ "میں دیکھوں گا کہ جرہارڈی کتنا کمینہ ہے۔"

"نہیں.... ماسٹر! ہم کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کریں گے۔"

"آپ کی شخصیت اس سے الگ ہی رہے گی۔"

"نہیں میں اپنے کسی ساتھی کو بھی غلط راستوں پر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ ہم ان لوگوں سے قانونی زور آزمائی کریں گے۔"

"اچھا تو ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔" رنگ ماسٹر اٹھ گیا۔

"اس حلقے کے پولیس اسٹیشن پر رپورٹ بھی درج کرادو۔" ڈینی نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" رنگ ماسٹر نے کہا اور باہر چلا گیا۔

ڈینی کے چہرے پر تفکر کے آثار تھے اور وہ آہستہ آہستہ اپنا بایاں گال کھجا رہا تھا۔ بائیں آنکھ بند ہو گئی تھی۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی.... اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"یس، اٹ از ڈینی....!"

"ڈینی نہیں!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "وہ جس کی دم پر پیسہ ہوتا ہے۔"

"کون ہے؟" ڈینی بُرا سامنہ بنا کر غرایا۔

"ڈیوک آف ڈھمپ....!"

"اوہ.... فرمائیے۔" ڈینی بُرا سامنہ بنا کر بولا۔

"مجھے یاد آ گیا ہے کہ میں نے کالی تصویر کا تذکرہ کہاں سنا تھا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

ڈینی کی بھنویں تن گئیں اور اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"اوہ.... میں دراصل بہت غم زدہ آدمی ہوں.... اور صرف رونا رلانا چاہتا ہوں...!"

"جی ہاں.... یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں.... اور آپ کی یہ خواہش بہ آسانی پوری ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ آپ آج سات بجے یہاں تک آنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔"

"مگر شاید آج میں اپنے کمالات کا مظاہرہ نہ کر سکوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے لئے یہ طوفان بدتمیزی بے حد تکلیف دہ ہوگا جناب!"

"کالی تصویر کی بات کرو۔"

"آپ یہاں تشریف لائیے۔"

"میں بھی اسی ہنگامے کے وقت پہنچوں گا۔"

"آپ کا عہدہ کیا ہے جناب! معاف کیجئے گا یہ سوال کچھ بے ہودہ سا ہے۔ مگر پھر بھی جسارت کر رہا ہوں۔"

"میں جوکر کا پیش کار ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا....!"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"قصور تو میرے مقدر کا ہے۔"

ڈینی نے ریسیور رکھ دیا کیونکہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

وہ ایک بار پھر اخبار الٹنے لگا لیکن اب اسے اس اعلان سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ تو دراصل میریلین کی لاش میں پائی جانے والی سوئی کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس سے تعلق رکھنے والی خبر کو اب تک کئی بار دہرا چکا تھا.... مگر حیرت تھی کہ اس پُراسرار تصویر کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا تھا جو انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ پولیس افسروں سے چھین لی گئی تھی۔

کالی تصویر.... وہ اس کے لئے ایک مستقل الجھن! اسے افسوس تھا کہ پچھلی رات اس نے اس کا تذکرہ کیوں چھیڑا تھا۔

عمران اور کیپٹن فیاض سڑکیں ناپ رہے تھے۔ سورج ابھی ابھی غروب ہوا تھا۔

"کیوں خواہ مخواہ مجھے تھکاتے پھر رہے ہو۔" فیاض بڑبڑایا۔

"پیدل چلنے سے معدہ ہضم ہو جاتا ہے... معدہ... نہیں... خیر... کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوگا۔"

"میں کہتا ہوں! کہاں چل رہے ہو۔" فیاض جھلا گیا۔

"فی الحال ہم سڑک پر چل رہے ہیں۔"

"عمران... ! میں تمہیں یہیں پیٹنا شروع کر دوں گا۔"

"بڑا مزہ آئے گا سوپر فیاض... آج یہ تجربہ بھی سہی۔!"

"جہاں چلنا ہو مجھے بتاؤ۔ میں ٹیکسی کر لوں...!" فیاض نے غصیلی آواز میں کہا۔

"کیا کرو گے تم! ابھی حال ہی میں شادی بھی کر چکے ہو۔"

"اچھا چلو...!" فیاض گردن جھٹک کر بولا۔ "میں بھی دیکھوں گا کہ تم کتنا پیدل چل سکتے ہو۔"

"ادھر تھکا ادھر تمہاری پیٹھ پر... تخ تخ تخ...!"

اس طرح عمران اسے پیکاک سرکس تک پیدل لے آیا۔ یہاں میدان سے سڑک تک سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے اور سرکس کے پنڈال کا مائیکروفون برابر چیخ رہا تھا۔ "بھائیو! ہم اپنی بہترین فنکار میریلین کا سوگ منا رہے ہیں! ہمارے اسی دشمن نے یہ شوشہ بھی چھوڑا ہوگا جو میریلین کی موت کا باعث بنا ہے۔ ہم تین دن تک سوگ منائیں گے... بھائیو...!"

"کیسی مصیبت میں پھنسا دیا تم نے بیچاروں کو...!" فیاض بڑبڑایا۔

"ارے تو تم نے روکا کیوں نہیں تھا مجھے...!" عمران شکایت آمیز لہجے میں بولا۔ "تم جانتے ہو کہ میرا دماغ آج کل ریڈیو بخارستان کی قوالیاں سن سن کر بہت کمزور ہو گیا ہے۔"

"میں کہاں سے یہ وبال لے بیٹھتا ہوں۔" فیاض نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیسا وبال...!"

"تم وبال ہی ہو...!"

"یار اردو سیکھو! اسے وبال نہیں بوال کہتے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔"

"ارے تو کیا گود میں اٹھا کر لایا تھا۔ اگر نہیں آنا چاہتے تھے تو انکار کر دیتے!"

فیاض دانت پیس کر رہ گیا۔ کسی پبلک مقام پر وہ عمران سے ڈرتا ہی رہتا تھا پتہ نہیں کب اور کس کے سامنے کیا کہہ بیٹھے...!

کچھ دیر تک کوئی مائیکروفون پر حلق پھاڑتا رہا پھر بھیڑ چھٹنے لگی۔ پانچ چھ کانسٹیبل بھی اس بھیڑ میں نظر آ رہے تھے مگر عضو معطل کی طرح! اتنے بڑے مجمعے پر اثر انداز ہونا ہنسی کھیل نہیں تھا اگر مائیکروفون کی چیخ دھاڑ بروقت نہ شروع ہوتی تو پنڈال کے پرخچے اڑ جاتے۔

کچھ دیر بعد میدان خالی ہو گیا۔ بہت تھوڑے سے افراد کہیں کہیں رک گئے تھے اور غالباً وہ اسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے۔

عمران ڈینی کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ فیاض کو بہر حال اس کا ساتھ دینا تھا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ دل ہی دل میں اس نے عمران کو ہزاروں سلواتیں سنا ڈالی ہوں۔

عمران نے اجازت لئے بغیر چق ہٹائی اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ڈینی ایک دوسرے یوریشین سے جھگڑ رہا تھا۔ بولتے ہوئے دونوں کی آوازیں بلند ہو جاتی تھیں۔

دوسرا یوریشین دراز قد اور بہترین قسم کے کسرتی جسم کا مالک تھا۔ چہرے پر بھوری فرنچ کٹ ڈاڑھی تھی۔ اس کی آواز بھی ڈینی کی آواز پر بھاری پڑتی تھی وہ کہہ رہا تھا۔ "تم دغا باز ہو تم جھوٹے ہو۔ تم نے مجھے بدنام کرنے کے لئے یہ جال پھیلایا ہے۔"

"یہ تو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ میں نے تمہارے لئے جال پھیلایا ہے یا تم نے میرے لئے۔"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟" ڈاڑھی والا غرایا۔

"کچھ بھی نہیں...!" ڈینی نے لاپروائی سے کہا پھر سنبھل کر بولا۔ "میرے آدمیوں نے کسی کا نام نہیں لیا تھا۔ تم کیوں دوڑے آئے ہو اگر تمہارے ہاتھ ملوث نہیں تھے...!"

"خاموش رہو...!" ڈاڑھی والا گرجا۔

عمران نے مڑ کر ہاتھ کے اشارے سے فیاض کو باہر ہی ٹھہرنے کے لئے کہا۔ عمران اتنی آہستگی سے داخل ہوا تھا کہ دونوں ہی اب تک اس کی موجودگی سے بے خبر رہے تھے۔

دفعتاً عمران نے اپنے حلق سے ہلکی سی آواز نکالی... اور وہ دونوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے... عمران کے چہرے پر حماقت طاری تھی... ڈینی نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ

کھولے ہی تھے کہ عمران جلدی سے جھک کر بولا۔

"چائے لاؤں جناب۔"

"نن.... نہیں....!" ڈینی بوکھلا گیا۔

ڈاڑھی والا پھر ڈینی کی طرف متوجہ ہو کر گرجنے لگا۔ "تمہارے تمام آدمی کہتے پھر رہے ہیں کہ میریلین کی موت میں جرہارڈی کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا اس وقت بھی جو کچھ ہوا ہے اس کے لئے بھی جرہارڈی ہی بدنام ہوگا۔ تمہیں شرم آنی چاہئے....!"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے....!" ڈینی غرایا۔ "اگر وہ کہتے ہیں تو مجھ پر اس کی ذمہ داری کیسے عائد ہو سکتی ہے۔"

"خیر.... میں بھی دیکھوں گا۔!" ڈاڑھی والا کرسی کھسکا کر اٹھتا ہوا بولا۔ "ایسے طوفان میں نے کئی دیکھے ہیں ان سے نپٹنا بھی جانتا ہوں۔"

وہ باہر نکلا چلا گیا۔ عمران نے اپنے شانوں کو جنبش دی اور احمقانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

"جرہارڈی! گلوب کا مالک....!" ڈینی آہستہ سے بولا۔

دفعتاً جرہارڈی پھر پلٹ آیا۔ اب وہ عمران اور ڈینی کو باری باری گھور رہا تھا۔

پھر اچانک وہ ڈینی کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ "میں سمجھتا ہوں تمہاری چالیں اور تم اس لڑکی کے قتل کا الزام میرے سر تھوپنا چاہتے ہو۔ میں نے دیکھ لیا ہے کہ ایک بڑا افسر باہر موجود ہے.... اور اس نے یقینی طور پر ہماری گفتگو سنی ہے! تم زبردستی مجھے گھیرنا چاہتے ہو.... خیر.... خیر.... دیکھا جائے گا.... تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اس میں کمی نہ کرو۔"

"تم جا سکتے ہو....!" ڈینی حلق پھاڑ کر چیخا۔

اور جرہارڈی بڑی تیزی سے دروازے میں مڑ گیا۔

ڈینی کانپ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں.... شاید غصے کی وجہ سے اب اسے زبان ہلانے میں بھی دشواری محسوس ہو رہی تھی ویسے چہرے سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اچانک کیپٹن فیاض اندر آ گیا اور سب سے پہلے اس کی نظر ڈینی ہی پر پڑی۔ ڈینی اسے دیکھتے

ہی کھڑا ہو گیا۔

فیاض نے عمران کی طرف دیکھا جو مسمسی صورت بنائے ایک گوشے میں کھڑا تھا۔

"وہ بہت غصے میں تھا۔!" فیاض نے ڈینی سے کہا۔

"تشریف رکھئے جناب! جی ہاں وہ بہت غصے میں تھا۔"

"وہ خود ہی آیا تھا یا تم نے اسے فون پر چھیڑا تھا۔"

"میں ایسے کندۂ ناتراش لوگوں کیطرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا! ان سے گفتگو کیا کروں گا۔"

"آپ بھی تشریف رکھئے جناب!" ڈینی نے عمران سے کہا۔

"کالی تصویر! مسٹر پیکاک!"

"میرا نام ڈینی ولسن ہے جناب!" ڈینی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"کالی تصویر!" عمران نے چھت کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"دیکھئے....!" ڈینی فیاض کی طرف دیکھ کر بولا۔ "لیمی اس وقت حراست میں تھا جب اس نامعلوم حملہ آور نے اندھیرے میں تصویر پر ہاتھ صاف کیا تھا۔"

"آہا ٹھہرو....!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "لیمی کا میریلین سے کیا رشتہ تھا۔"

"غالباً وہ اس کی کزن تھی۔"

"ہاں.... اچھا ٹھیک ہے۔ وہ اس وقت حراست ہی میں تھا.... پھر!"

"اس لئے یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ حملہ آور لیمی ہی رہا ہوگا۔"

"یہ سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"میں نے کالی تصویروں کے سلسلے میں اس کا نام سنا تھا۔"

"یعنی کہ.... واہ.... نہیں یہ تو قطعی غلط ہے۔" عمران ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"کیا غلط ہے؟" ڈینی نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"تم خواہ مخواہ اس شریف آدمی کو پھانسی دلوانا چاہتے ہو۔ بھلا کالی تصویر سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"آپ سے گفتگو کرنے کے لئے نہ میں زبان رکھتا ہوں اور نہ آپ کی باتیں سمجھنے کے لئے دماغ....!" ڈینی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کالی تصویر سے متعلق تم نے کیا بتانا تھا۔" فیاض نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"اسے غیر واضح تصاویر کھنچوانے کا خبط ہے۔"

"یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

"مجھے یاد آئی تھی جناب!" ڈینی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"پھر تم نے اسے چھپایا کیوں تھا۔" فیاض کے تیور بدل گئے۔

"اگر وہ آپ کی حراست میں نہ ہوتا اور اندھیرے میں کسی نے تصویر چھینی ہوتی تو میں حتمی طور پر آپ کو اس سے آگاہ کر دیتا کہ وہ لیمویئل برڈنٹ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"کیا آپ نے اس قسم کی تصویریں اسکے پاس دیکھی تھیں۔" عمران غیر متوقع طور پر بول اٹھا۔

"نہیں مجھے کبھی اتفاق نہیں ہوا۔"

"پھر آپ نے کیسے کہہ دیا۔"

"اوہو! میں نے بھی کسی سے سنا ہی تھا۔"

"کس سے سنا تھا۔"

"سرکس ہی کی ایک لڑکی نے ایک بار بتایا تھا۔"

"کیا بتایا تھا...!"

"یہی کہ لیمی کے البم میں اس کی تقریباً نصف درجن ایسی تصویریں ہیں جو مختلف زاویوں سے کھنچوائی گئی ہیں مگر سب پر چھائیاں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسی ہی تصویریں کھنچواتا ہے اور اپنے مداحوں کو بھیجتا ہے۔ اس کے پاس بہتیری لڑکیوں کے خطوط آتے ہیں جو اس سے خط و کتابت جاری رکھنے کی اور اس کی تصویر حاصل کرنے کی خواہش مند ہوتی ہیں۔"

"اس لڑکی کا نام اور پتہ! جس سے یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں!" فیاض نے جیب سے نوٹ بک اور قلم نکالتے ہوئے کہا۔

"پیکسی ڈیوڈسن..... یہیں رہتی ہے۔ گیارہویں چھولداری میں۔"

فیاض نے نام نوٹ کر کے نوٹ بک بند کرتے ہوئے کہا۔ "تم اس سے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کرو گے۔"

"نہیں کروں گا۔" ڈینی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر تم نے جرہارڈی کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔"

"آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کی موجودگی کا علم ہو جانے کے باوجود بھی بادلوں کی طرح گرج رہا تھا۔"

"ہاں میں نے سنا تھا.... تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"تو کیا وہ اسی طرح یہاں آ کر میری توہین کرتا رہے گا۔"

"وہ تمہارا نجی معاملہ ہے۔ اس کے خلاف ازالۂ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر دو۔"

ڈینی کچھ نہ بولا۔ مگر شاید اسے فیاض کے جواب پر غصہ آ گیا تھا۔ وہ اپنا ہونٹ دانتوں میں دبائے بیٹھا رہا۔

عمران نے فیاض کو اٹھ جانے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں کچھ کہے بغیر باہر نکل گئے۔ ڈینی انہیں غصیلی نظروں سے گھور رہا تھا۔

پیکسی چھوٹے قد کی ایک گڑیا سی لڑکی تھی۔ ساتھیوں سے اس کے تعلقات اچھے تھے۔ ہنسوڑ اور ہر دلعزیز تھی اسے صرف اسی وقت غصے میں دیکھا جا سکتا تھا جب اسے چھینکیں آ رہی ہوں! چھینکوں کے دورے اس پر اچانک پڑتے تھے اور پھر وہ چھینکتی ہی چلی جاتی تھی.... اور یہ نہ رکنے والی چھینکیں اسے اکثر اتنا غصہ دلا دیتی تھیں کہ وہ دوسروں کی موجودگی کی پرواہ کئے بغیر اپنے منہ پر تھپڑ مارنا شروع کر دیتی تھی۔

یہ دورے قطعی غیر متوقع ہوتے تھے۔ اس لئے جب وہ شو کے لئے تیار ہونے لگتی تھی تو اسے ایسی دوائیں بھی استعمال کرنی پڑتی تھیں جو نزلے کی تحریک کو فوری طور پر روک سکیں۔ ویسے جب وہ رسے پر چھتری سنبھالے ہوئے دوڑ لگاتی تھی تو نیچے کافی احتیاط سے جال پھیلائے جاتے تھے کیونکہ کئی بار ایسا ہو چکا تھا کہ رسے پر چلتے وقت چھینکوں کے دورے پڑ گئے تھے اور وہ کسی پتھر کے ٹکڑے کی طرح نیچے تنے ہوئے جال پر آ گری تھی.... وہ اس کی ایک بہت بڑی کمزوری تھی لیکن تماشائی اس سے بھی محظوظ ہوتے تھے.... اور وہ لوگ جو اکثر پیکاک سرکس کے شو دیکھنے کے لئے آتے رہتے تھے خصوصیت سے پیکسی کی چھینکوں کے منتظر رہتے تھے، مگر یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ ہر شو میں اس پر دورے ہی پڑتے رہیں..... زیادہ تر ایسا ہوتا تھا کہ وہ

بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنا کام ختم کر لیتی تھی....!

آج تین دن کے بعد پھر اسے شو کے لئے تیاری کرنی تھی۔ لیکن یہ چھینکیں....! یہ بھی غنیمت تھا کہ وہ شو سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ لیکن غصہ تو بہر حال آتا تھا۔ مگر وہ اپنے گالوں پر تھپڑ نہ لگا سکی کیونکہ چھولداری کے باہر سرکس کا ایک نیا فن کار کھڑا اندر آنے کے لئے اجازت طلب کر رہا تھا۔

"ابھی.... نہیں....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "چھین.... میں چھین.... چھین.... چھینک رہی ہوں....!"

"میں آپ کو چھینکنے سے نہیں روکوں گا۔" نئے فنکار نے کہا۔

اور پیکسی کو اس پر شدید غصہ آیا کہ وہ چھینکنا بھول گئی۔ پتہ نہیں چھینکوں کی طرف سے توجہ ہٹ جانے کی وجہ سے سکون ہو گیا تھا یا دورہ ہی ختم ہو چکا تھا۔

پیکسی نے ناک پر رومال رکھ کر نتھنوں کو اتنا مسلا کہ وہ سرخ ہو گئے۔ پھر "شوں شوں" کرتی ہوئی غصیلی آواز میں بولی۔ "آجاؤ.... آجاؤ.... تمہیں دوسروں پر رحم بھی آنا چاہئے۔ یہاں لوگوں کو مجھ سے ہمدردی ہے کوئی میرا مذاق نہیں اڑاتا۔"

"مم.... مجھے بھی.... ہم.... ہمدردی ہے۔" وہ چھولداری میں داخل ہوتا ہوا ہکلایا۔

"کیا ہمدردی ہے....!"

پیکسی اسے گھورتی رہی اس کے چہرے پر رہنے والی حماقت اسے اور زیادہ غصہ دلا رہی تھی.... اُس نے سوچا کہ آخر یہ ڈفر کون سا کارنامہ سرانجام دے گا۔ کیا کرے گا.... سرکس کے مالک اور منیجر ڈینی ولسن نے اسے ہدایت دی تھی کہ وہ اس کے ساتھ ریہرسل کرے اور اسے اسی کے ساتھ کام کرنا ہو گا۔

"ریہرسل میں کیا ہو گا۔" اس نے جھلا کر پوچھا۔

"تم سر کے بل کھڑی ہو جانا اور میں تمہاری کمر پر لاتیں رسید کروں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"ہاں ٹھیک ہے....!" اس نے ایسے انداز میں سر ہلا کر کہا جیسے وہ پیکسی کے کسی سوال کا جواب ہو۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"نہیں....!"

"کس گدھے نے تمہیں ملازم رکھا ہے۔"

"مسٹر ڈینی ولسن نے.... وہ پنڈال میں موجود ہیں اور انہوں نے تمہیں ریہرسل کے لئے بلایا ہے۔"

"اچھی بات ہے تو پھر ڈینی ہی کا دماغ خراب ہو گیا ہو گا۔"

"پتہ نہیں میں نے انہیں ابھی تک ناک سے سگریٹ پیتے نہیں دیکھا۔"

"اچھا خاموش رہو۔"

اجنبی فن کار نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔

پیکسی زرد رنگ کے ڈریسنگ گاؤن میں بڑی حسین لگ رہی تھی ڈریسنگ گاؤن کے نیچے سرکس کا مخصوص لباس تھا وہ پنڈال کی طرف روانہ ہو گئی....!

احمق فنکار اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کر سکو گے....!" پیکسی نے مڑ کر پوچھا۔

"کمر پر لات رسید کر سکوں گا۔" بڑی سعادت مندی سے جواب دیا گیا۔

"اگر اس قسم کی کوئی ریہرسل ہوئی تو میری لات ڈینی کی کمر پر پڑے گی۔ مجھے ملازمت کی پرواہ نہیں ہے۔"

وہ پنڈال میں پہنچ گئے۔ لیکن یہاں سناٹا تھا۔ ڈینی کہیں بھی نظر نہ آیا۔ پیکسی غصے کے انداز میں اس کی طرف مڑی اور فنکار نے کہا۔ "یقیناً مسٹر ڈینی ولسن بہت زیادہ پئے ہوئے تھے۔ تبھی تو انہوں نے اس قسم کے ریہرسل کے لئے کہا تھا اور اب غائب ہی ہو گئے ہیں۔"

"جہنم میں جائیں۔" پیکسی نے کہا۔ "مجھے تو تھوڑی دیر مشق کرنی تھی اور تم تو بالکل بیوقوف آدمی معلوم ہوتے ہو آخر تمہیں کس لئے رکھا گیا ہے۔"

اس نے اپنی جیبوں سے لوہے کے دو گولے نکالے اور انہیں زمین پر ڈال دیا.... پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان گولوں پر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے جسم کو تولتا رہا۔ پھر پیکسی نے ایسا منظر دیکھا کہ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ وہ انہیں گولوں پر چاروں طرف دوڑتا پھر رہا تھا۔ اس طرح کہ

نہ اس کے پنجے زمین پر لگتے تھے اور نہ ایڑیاں۔

کسی طرف سے ڈینی بھی آ گیا تھا اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں تھیں.... احمق گولوں پر چلتا ہوا پیکسی کے قریب آیا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے.... اور پیکسی اس کے ساتھ دوڑتی چلی گئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسکیٹنگ کر رہا ہو۔

"اپنا لبادہ اتار دو....!" احمق نے اس کے ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ "اب ہم ریہرسل شروع کریں گے!" پیکسی پہلے ہی مرعوب ہو چکی تھی اس نے چپ چاپ لبادہ اتار دیا۔

اور پھر کچھ دیر بعد اسے سچ مچ لطف ہی آ گیا! وہ ہاتھ کے بل احمق کے سر پر تنی کھڑی تھی۔ اس کی ٹانگیں اوپر تھیں اور سر عمران کے سر سے ایک فٹ کے فاصلے پر تھا اور اس کا سارا زور احمق کے ہاتھوں پر تھا.... اور احمق رنگ میں چکراتا پھر رہا تھا۔ ڈینی کسی بت کی طرح ساکت تھا اور اس کی نظر اس کے پیروں پر تھی۔ وہ صرف اتنا ہی دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے پنجے ایڑیاں زمین پر تو نہیں لگتے۔ وہ کافی جاگتے ہوئے ذہن کا آدمی تھا اس لئے وہ دھوکہ تو کھا ہی نہیں سکتا تھا۔ مگر اسے یہ کہنے کا موقع نہ مل سکا کہ احمق فنکار ابھی کچا ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے پیکسی کو زمین پر اتار دیا اور خود بھی گولوں پر سے اتر آیا۔

پیکسی کے لئے وہ رات حیرت انگیز تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ پیکاک سرکس میں کوئی خاص مقام حاصل کر سکے گی۔ ڈینی کا خیال بالکل صحیح نکلا تھا۔ گولوں پر چلنے والے کے ساتھ پہلے ہی مظاہرے نے اسے کہیں کا کہیں پہنچا دیا تھا۔

مگر وہ احمق کے متعلق الجھن میں پڑ گئی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی صحیح شکل و صورت میں تماشائیوں کے سامنے نہیں آیا تھا اور اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی تھی کہ وہ میک اپ بھی بہت اچھا کر لیتا تھا۔ اس کی چہرے پر فرنچ کٹ ڈاڑھی تھی اور باریک مونچھیں.... آنکھوں پر ریملس فریم کی عینک! حالانکہ اس مظاہرے کے سلسلے میں عینک کا استعمال مزید دشواریوں کی وجہ بھی بن سکتا تھا لیکن کیا مجال کہ عینک آنکھوں پر سے کھسکی بھی ہو۔ اس نے بڑی آسانی سے بیس منٹ تک اپنے فن کا مظاہرہ جاری رکھا تھا۔

پیکسی کافی رات گئے تک اس کے متعلق سوچتی رہی اور چونکہ بیس ہی منٹ بہت زیادہ تھکا دینے والے تھے اس لئے سونے میں بھی کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔

دوسری صبح خاصی خوشگوار تھی۔ اس نے بستر ہی پر ناشتہ کیا۔ ویسے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس کا معمول ہی تھا کہ بستر سے اترے بغیر ناشتہ کرتی تھی۔ عادت بُری سہی مگر عادت ہی تھی۔ جسے ترک کر دینا اس کے بس سے باہر تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے احمق فن کار بڑی بے تکلفی سے چھولداری کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا.... اور اس پر پیکسی کو غصہ بھی نہیں آیا کیونکہ وہ خود ہی اس سے ملنے کے لئے بے چین تھی۔

"رات تو ہم بہت شاندار رہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"میری ڈاڑھی کی وجہ سے....!" احمق نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ کیا حماقت ہوئی....!" پیکسی ہنس پڑی۔

"میرا خیال ہے کہ آج کے شو میں تم بھی ڈاڑھی لگا لینا....!"

"کیا بکواس ہے....!"

"دراصل ڈاڑھی ہی مجھے بیلنس کر رہی تھی۔ ورنہ میں گر گیا ہوتا اور تمہاری ہڈیاں بھی سرمہ ہو گئی ہوتیں۔"

"میں تمہیں آج ڈاڑھی نہیں استعمال کرنے دوں گی۔ آخر یہ کیا خبط ہے۔"

"بس شوق ہے مجھے....!"

"تمہارا نام کیا ہے....!"

"عمران....!"

"نام تو اچھا ہے.... مگر تم صورت سے تو اُلو معلوم ہوتے ہو۔"

"اچھی بات ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تم میری توہین کرتی رہو! میں بھی دیکھ لوں گا.... مگر.... تم جانتی ہو کہ ہر آرٹسٹ کے ساتھ کوئی نہ کوئی خبط ضرور ہوتا ہے.... مثلاً یہی دیکھ لو کہ لیمی برڈنٹ کالی تصویروں کے خبط میں مبتلا تھا.... اب اگر میں ڈاڑھی....!"

"ٹھہرو! کیا تم لیمی کو پہلے سے جانتے ہو۔"

"ہاں یقیناً.... ہم دونوں شاداب نگر میں بہت دنوں تک ساتھ رہے ہیں۔ مجھے اس سے

ہمدردی ہے۔"

"مگر پولیس نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔!" پیکسی نے تشویش کن لہجے میں کہا۔ "مجھے بھی اس سے ہمدردی ہے۔ وہ بہت لکھا پڑھا اور فلسفی قسم کا آدمی ہے۔"

"ہائیں....!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "یہ تو مجھے نہیں معلوم! شاداب نگر میں وہ صرف ایک کھلنڈرا لڑکا تھا۔"

"تم جانتے ہو کہ وہ کالی تصویریں کیوں کھنچواتا تھا۔"

"نہیں میں نہیں جانتا....! وہ تو میں نے ابھی حال ہی میں سنا ہے۔"

"کالی تصویریں وہ ان لڑکیوں کو بھیجتا تھا جو اسے عشقیہ خطوط لکھتی تھیں اور اس کی تصویر طلب کرتی تھیں۔"

عمران نے قہقہہ لگایا بالکل اسی انداز میں جیسے وہ اسے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو!

"یہ بہت بُری بات ہے۔ اچھا چلو میں بیوقوف ہی سہی! لیکن....!"

"میں تمہیں بیوقوف نہیں بنا رہی....!"

"پھر کالی تصویروں کے متعلق غلط بیانی سے کیوں کام لے رہی ہو۔"

"میں تمہیں حقیقت بتا رہی ہوں! وہ ویسے بھی فلسفیوں کی سی باتیں کرتا تھا! میری سمجھ میں تو کبھی نہیں آئیں اس کی باتیں!"

"مگر وہ لڑکیوں کو کالی تصویریں کیوں بھیجتا تھا۔"

"پتہ نہیں....! اس نے اسکے متعلق کبھی کچھ نہیں بتایا! مگر تم اس کا تذکرہ کیوں لے بیٹھے ہو۔"

"وہ میرا دوست ہے....!" عمران دردناک آواز میں بولا۔

"تو پھر کوشش کرو کہ وہ رہا ہو جائے۔ لیمی بہت اچھا آدمی ہے۔ یہاں کبھی کسی کو اس سے کوئی شکایت نہیں رہی۔ سب اس سے خوش تھے۔"

"ہو سکتا ہے....!" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "مگر مجھے یہاں اس کا کوئی ایسا دوست نہیں نظر آیا جو اس کے لئے جان کی بازی لگا سکے۔ اچھا آدمی تو وہی ہو سکتا ہے جس کے لئے دوسرے جان دینے سے بھی گریز نہ کریں۔"

"ایسے لوگ بھی مل جائیں گے، جو اسے پوجتے تھے!" پیکسی مسکرائی۔

"لڑکیاں!" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"نہیں مرد....!"

"ہاہا.... ہو سکتا ہے تم میرے متعلق کہو! کیونکہ میں حقیقتاً....!"

"نہیں تم نہیں!" پیکسی جھنجھلا گئی۔ "رفعت اس کے پسینے کی جگہ خون بہا سکتا ہے۔!"

"کون رفعت....!"

"وہی جو شیروں سے کشتی لڑتا ہے۔"

"اوہ.... وہ سیاہ فام حبشی!"

"تم اسے حبشی کہہ رہے ہو۔ اس کے سینے میں بڑا پُر نور دل ہے! وہ دوستوں کے لئے جان بھی دے سکتا ہے۔ ہر وقت حاضر رہتا ہے۔"

"پھر اس نے لیمی کے لئے کیا کیا ہے!"

"وہ سب کچھ کرے گا مگر قانون کی حدود میں رہ کر۔ لیمی کے فلسفے کا سب سے زیادہ اثر اسی پر ہوا ہے۔"

"ہوں....!" عمران کسی سوچ میں پڑ گیا! پھر ہنس کر بولا۔ "اگر وہ اپنی تصویر کھنچوائے تو وہ ویسے ہی کالی تصویر کہلائے گی۔"

"میں کہتی ہوں تم اس کا تذکرہ کیوں لے بیٹھے ہو۔"

"پتہ نہیں کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ ہر وقت دوسروں کے تذکرے میں کھویا رہا کروں۔"

"پہلے تم کہاں کام کرتے تھے....؟"

"پہلے میں کام نہیں کرتا تھا بلکہ کام مجھے کرتا تھا۔"

"یعنی....! اب کیا بتاؤں شرم معلوم ہوتی ہے بہر حال میں اس سے پہلے کسی اچھی حالت میں نہیں تھا۔"

"میں کیسے یقین کرلوں....!"

"کیوں....؟"

"تمہارے ہاتھ کھردرے نہیں ہیں!"

عمران بوکھلا کر اپنے ہاتھ دیکھنے لگا اور ایسا منہ بنا لیا جیسے اس جملے کا مطلب سمجھنے کی کوشش

کر رہا ہوں۔!

"تم جھوٹے ہو! تم نے کبھی مفلوک الحالی کی زندگی نہیں بسر کی۔"

"میں کب کہتا ہوں.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کام میں پہلے کرتا تھا اس کا علی الاعلان اظہار بھی کر سکوں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں فاقے کرتا رہا ہوں۔"

"اونہہ.... مجھے کیا؟" پکیسی نے لاپرواہی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"ہاں.... وہ لڑکی میریلین بھی.... لیمی سے محبت کرتی رہی ہو گی۔" عمران نے کہا۔

"لیمی سے مجھے بھی بہت محبت ہے! لیکن اب تم اس تذکرے کو یہیں ختم کر دو....!"

عمران خاموش ہو گیا۔ وہ ایک طرف لگی ہوئی چھوٹی سی میز کی طرف دیکھ رہا تھا جس پر تین چار جاسوسی ناول پڑے ہوئے تھے۔

"مجھے بھی جاسوسی ناول بہت پسند ہیں!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "کہانی کا لطف صرف انہیں میں ہوتا ہے۔"

"ارے! میں تو خود بھی جاسوس ہو گئی ہوں! انہیں پڑھ پڑھ کر....!" پکیسی ہنس کر بولی۔

"نہیں! میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔ تم اتنی ذہین ہو نہیں سکتی۔!" عمران نے بہت بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ لہجے میں حقارت تھی۔ پکیسی یک لخت سرخ ہو گئی۔

"تم کیا سمجھتے ہو خود کو....!" اس نے غصے کے لہجے میں کہا۔ "جاؤ! کسی اور سے پوچھو کالی تصویروں کے متعلق! کسی کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہو گا۔"

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اگر کسی کو علم نہیں تھا تو اس کا تذکرہ میری زبان پر کیسے آیا....!"

"تمہیں.... ماسٹر ڈینی سے معلوم ہوا ہو گا! اسے علم ہے اور میں نے ہی اسے بتایا تھا.... اور یہ بات بھی صرف میں ہی جانتی ہوں کہ رفعت لیمی کے لئے جان بھی دے سکتا ہے اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ لیمی رفعت کو منہ لگاتا ہو گا۔ کیونکہ رفعت سے سبھی نفرت کرتے ہیں۔ اسے حقیر سمجھتے ہیں۔ ارے خود تم ہی اسے حبشی کہہ رہے تھے۔ سیاہ فام کہہ رہے تھے۔ تم! جو شاید اسی کی قوم اور مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔"

"یہ تو صرف تمہاری ہی دریافت ہے!"

"یقیناً....!"

"تب پھر تم ذہین ہی ہو گی۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"اے۔ تم کیسے آدمی ہو! کیوں خواہ مخواہ مجھے غصہ دلاتے ہو۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم ذہین ہو! جبکہ خوبصورت لڑکیاں عموماً بیوقوف ہوتی ہیں۔"

"تم گدھے ہو....!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں چیخی۔

"گدھا ہونا اتنا برا نہیں ہے جتنا غیر ذہین ہونا.... اور ذہانت کا ڈھنڈورا پیٹنا....!"

"تم آخر چاہتے کیا ہو....!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"تمہاری ذہانت کا ثبوت....!"

"یعنی....!"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر تم خود بھی جاسوس بن گئی ہو! کیا تم بتا سکتی ہو کہ میریلین کیسے مری....!"

"کیا تم نے اخبار میں نہیں پڑھا کہ اس کے سینے سے ایک زہریلی سوئی برآمد ہوئی تھی۔"

"میں نے پڑھا تھا! مگر.... پھر تم یہ بھی کہتی ہو کہ لیمی فرشتہ ہے۔"

"آہا....! تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ سوئی لیمی نے چبھائی ہو گی۔"

"میں کیا ایک ننھا سا بچہ بھی یہی سمجھے گا۔" عمران نے جواب دیا۔

"صرف ننھے سے بچے ہی سمجھ سکتے ہیں!" پکیسی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سمجھ دار آدمی یہ سوچیں گے کہ لیمی یہ حرکت شو کے دوران میں نہیں کر سکتا۔ شاید کوئی احمق آدمی بھی ایسا نہ کرے.... کیونکہ اس طرح شبہ اس کے علاوہ اور کسی پر نہ کیا جا سکتا۔"

"ارے تو پھر وہ سوئی کس طرح اس کے جسم میں پہنچی....!" عمران نے کہا۔

"تم جب جانتے ہی نہیں تو میری ذہانت کا امتحان کیا لو گے....!"

"بتاؤ نا.... باتیں کیا بنا رہی ہو!"

"ایسی سوئیاں بلو پائپ میں رکھ کر پھینکی جاتی ہیں! شکار کرنے کا یہ طریقہ بہت پُرانا ہے اور افریقہ کے نیم وحشی باشندے آج بھی سوئیوں کی بجائے بانس کی نلکیوں میں زہر آلود کانٹے استعمال کرتے ہیں۔!"

"چلو میں نے تسلیم کر لیا! مگر اسے ذہانت نہیں کہیں گے۔"

"ذہانت کی ایسی تیسی اب تم خاموش رہو! ورنہ اچھا نہ ہوگا۔" پیکسی پھر بگڑ گئی۔

"ہاہا....!" عمران نے قہقہہ لگایا۔ "بلو پائپ کا تذکرہ جاسوسی ناولوں میں عام ہے! لیکن تمہیں شاید نہ معلوم ہو کہ زیادہ فاصلے سے بلو پائپ کا استعمال کارآمد نہیں ہوتا۔"

"یعنی....!"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تماشائیوں کی گیلری.... رنگ سے کافی دور ہے! وہاں سے بلو پائپ کا استعمال فضول ہی ہوگا۔"

"کیا تم کوئی سراغ رساں ہو....!" پیکسی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

"نہیں! مجھے بھی سراغ رسانی کا شوق ہے! مگر میں بے وقوف ہوں۔ پرلے سرے کا گدھا اسی لئے مجھے سرکس میں ملازمت کرنی پڑی ہے۔ ورنہ کسی بہت بڑے عہدے پر ہوتا۔"

"شکل ہی سے ظاہر ہے۔" پیکسی ہنس پڑی۔ انداز میں تمسخر تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"تمہاری بات کا جواب....!" پیکسی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ضروری نہیں ہے کہ بلو پائپ تماشائیوں کی گیلری ہی سے استعمال کی جائے۔ رنگ سے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔"

"ہاں.... تاکہ تماشائی بھی اسے استعمال ہوتے دیکھ سکیں۔"

"تم تو دماغ چاٹ جاتے ہو....!" پیکسی پھر جھلا گئی۔

"کچھ بھی ہو! اسی کے جواب پر تمہاری ذہانت کا انحصار ہے۔ ورنہ میں سقراط کے اس قول پر یقین کر لوں گا کہ حسین لڑکیاں عام طور پر بیوقوف ہوتی ہیں۔"

"ارے تم بیچارے سقراط کی ٹانگ کیوں کھینچ رہے ہو۔ اس نے کبھی ایسا نہ کہا ہوگا۔"

"تم نے سقراط کا وہ جاسوسی ناول پڑھا ہی ہوگا جس میں اس نے کہا تھا...."

"تم جاہل ہو! سقراط کو جاسوسی ناولوں سے کیا سروکار!"

"ابھی کل ہی میں اس کا ایک ناول پر اسرار بحری بٹوہ پڑھ رہا تھا جس میں اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پیاز کی کاشت کے لئے نفسیاتی تجزیہ بہت ضروری ہے۔"

"اچھا بس خاموش رہو! تم خواہ مخواہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہو....

میری کھوپڑی میں اتنا مغز نہیں ہے کہ تم سے گفتگو کر سکوں۔"

"اچھا.... ٹاٹا....!" عمران جھولداری سے نکل گیا۔

شام کو پھر عمران اسے مشق کے بہانے رنگ میں لایا۔ اس زمانے میں عمران میں اتنی زیادہ چلت پھرت بھی نہیں تھی کہ وہ محض فقروں سے کام نکال لیتا۔ آج کے ایکس ٹو اور اس زمانے کے عمران میں بڑا فرق تھا.... اس وقت نہ اسے روزانہ نت نئے کیس ملتے تھے اور نہ ہی وہ ایسے وسائل رکھتا تھا کہ گھنٹوں کے کام منٹوں میں ہو جاتے۔

"میں جب بھی اس رنگ میں قدم رکھتا ہوں.... میری روح فنا ہونے لگتی ہے۔" اس نے پیکسی سے کہا۔

"کیوں؟"

"اُف.... فوہ! ذرا سوچو تو.... چند روز پہلے یہاں اس جھولے سے ایک لاش لٹک رہی تھی۔"

"ارے! تم پھر وہی تذکرہ نکال بیٹھے۔ اب اسے ختم کرو۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دوں گی۔"

"میں لیمی کو رہا کرانا چاہتا ہوں۔"

"تم....!" وہ اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولی۔ "تمہاری شکل سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی ابھی انگوٹھا چوستے ہوئے پالنے سے باہر آئے ہو۔"

"اوہ.... دیکھو.... پیکسی....! میں تمہاری شکل تبدیل کر سکتا ہوں۔ اپنی بھی کر سکتا ہوں! پھر کیوں نہ ہم جاسوسی ناولوں کے سراغ رساں کی طرح میریلین کے قاتل کا پتہ لگائیں!"

"ہاں...ہاں...!" پیکسی نے لاپروائی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے۔"

"پھر کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں.... ہاں.... بولو....!"

"ارے چھوڑو....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔ "ہم قاتل کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔"

"ارے.... واہ.... جیسے جاسوسی ناولوں میں بات میں بات نکلتی چلی آتی ہے اسی طرح ہم بھی.... یعنی کہ ہاں!" عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔

"کہانی اور حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔"

"حقیقت ہی کہانی بنتی ہے! تم کوشش تو کرو۔"

"میں کیسے کوشش کروں!"

"تم نے کہا تھا کہ رنگ میں بھی بلوپائپ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اب مثلاً وہی جھولا تھا جس پر میریلین کی لاش لٹک رہی تھی اور یہاں رنگ سے بلوپائپ استعمال کرنے والے نے ہزاروں آدمیوں کی موجودگی کی پرواہ کیئے بغیر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہوگا.... اور وہ ہزاروں آدمی جو صرف میریلین کو دیکھ رہے تھے اس کے قاتل کو نہ دیکھ سکے۔ کتنی عجیب بات ہے۔"

"قطعی عجیب بات نہیں ہے۔!" پیکسی مسکرائی۔ "اب تمہارے اس طرح بال کی کھال کھینچنے پر اسے مار ڈالنے کا طریقہ میری سمجھ میں آرہا ہے۔"

"نہیں آسکتا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تم اتنی ذہین نہیں ہو!"

"پھر وہی بکواس! میں کہتی ہوں یہیں رنگ سے اس پر حملہ کیا جاسکتا تھا! اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو....! حالات ہی ایسے تھے۔"

"کیسے حالات....!"

"جب وہ دونوں جھولے پر اپنے کمالات دکھا رہے تھے! یہاں نیچے چند مسخرے بھی شہنائیاں بجا بجا کر اچھل کود رہے تھے.... ممکن ہے کہ انہیں میں شہنائی کی شکل کا کوئی بلوپائپ بھی رہا ہو۔"

"ہوں....!" عمران نے بے دلی سے کہا۔ "تب تو ان مسخروں میں سے ایک کو ضرور پھانسی ہوسکے گی۔"

"لیکن اس مسخرے کو پا جانا آسان کام نہ ہوگا۔" پیکسی مسکرائی۔

"کیوں؟"

"ان مسخروں کے چہروں پر سفید نقابیں ہوتی ہیں جن پر طرح طرح کے نقش و نگار بنے ہوئے ہوتے ہیں! بہر حال ان نقابوں کی وجہ سے وہ پہچانے نہیں جاسکتے۔ اب اگر ان میں کوئی باہر کا آدمی بھی آگھسے تو تم کیسے کہو گے کہ وہ اجنبی نہیں ہے۔"

"ہاں! یہ بات ہوئی ہے ذہانت کی....! اب تم ہی دیکھو کہ کیسے بات میں بات نکل آتی ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا اور پیکسی کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"یہی نہیں....!" وہ پرجوش لہجے میں بولی۔ "بلکہ شاید وہ مسخرے بھی نہ بتا سکیں کہ ان کے ساتھ کون کون تھا! وہ یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتے کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے کون ہیں! انہیں تو بس جلدی سے اپنا کام ختم کرکے بیئر کی بوتلوں پر ٹوٹ پڑنے کی فکر ہوتی ہے او ہو دیکھو واقعی بات میں بات نکل آتی ہے!.... کیا شہنائی کی شکل کا بلوپائپ نہیں ہوسکتا۔"

"ہوسکتا ہے....!"

"تب پھر یقین کرو کہ بلوپائپ رنگ ہی سے استعمال کیا گیا ہوگا۔"

"مگر مسخروں کی تعداد تو محدود ہوگی اور چند خاص ہی آدمی یہ رول ادا کرتے ہوں گے۔"

"ضروری نہیں ہے! نقابوں کی وجہ سے بعض اوقات دفتر کے کلرک بھی اس رول میں چل گئے ہیں!"

"ایک بار تو سرے سے سارے ہی مسخرے بیمار پڑ گئے تھے اور ان کی جگہ بالکل ہی نئے اور اناڑی آدمیوں نے کام کیا تھا۔ لیکن کوئی شو نہ چھوڑنے والے تماشائی بھی کسی قسم کا فرق نہیں محسوس کرسکے تھے۔"

"تب تو تمہارا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے....!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو اسی بات پر ہاتھ لاؤ....!" پیکسی نے عمران کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہم قاتل کو ڈھونڈھ نکالنے کی مہم آج ہی سے شروع کررہے ہیں!"

"مگر سنو! مسخروں کا رول تو عام طور پر بونے ادا کرتے ہیں!"

"یہ بھی ضروری نہیں ہے! بونے تو صرف اپنے قد کی وجہ سے مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں! اور رنگ میں اچھل کود مچانے والوں میں صرف بونے ہی نہیں ہوتے!"

"تب پھر ہم اس لائن پر کسی حد تک کام ضرور کرسکیں گے۔" عمران نے خوش ہوکر کہا۔

"ویسے مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت اپنے سرکس کے کسی آدمی کی نہیں ہوسکتی! کوئی باہر سے ہی آیا تھا! کوئی حاسد! کوئی حریص....!"

"غالباً تمہارا اشارہ جر ہارڈی کی طرف ہے....!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"اس اسٹیج پر کسی کا نام لینا حماقت ہی ہوگی۔"

"ارے تم بالکل سراغ رسانوں ہی کے سے انداز میں گفتگو کرنے لگیں....!" عمران نے

حیرت ظاہر کی اور پیکسی فخریہ انداز میں ہنسنے لگی۔

یک بیک عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ایک بڑا سا چمک دار خنجر اس کے چہرے سے ایک بالشت کے فاصلے پر گذرتا ہوا سامنے والی گیلری میں جا پڑا تھا۔ پیکسی کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

اور پھر وہ بے تحاشہ اس طرف دوڑتی چلی گئی جدھر سے خنجر آیا تھا۔

"ارر.... ہپ! او.... سنو.... ٹھہرو....!" عمران ہکلاتا ہوا اُس کے پیچھے دوڑا۔

گیلری کے درمیان سے ایک راستہ پنڈال کے باہر جاتا تھا.... جیسے ہی عمران گیلری کے قریب پہنچا اس کی نظر سیاہ فام رفعت پر پڑی جسے پیکسی اس طرح حیرت سے منہ کھولے گھور رہی تھی جیسے وہ کسی مرغ کے انڈے سے برآمد ہوا ہو اور خود رفعت کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار تھے۔ وہ ایک قوی الجثہ اور گرانڈیل آدمی تھا۔ عمران اس کے سامنے بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی بونا کسی دیو کے سامنے آکھڑا ہوا ہو۔ اس کی آنکھیں ہر وقت سرخ رہتی تھیں اور کھلے ہوئے ہونٹوں سے تین بڑے بڑے دانت جھانکتے رہتے تھے۔

"کیا بات ہے...!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم مجھے اسطرح کیوں دیکھ رہی ہو۔"

پیکسی نے مڑ کر عمران کیطرف دیکھا اور عمران نے ہکلا کر کہا۔ "بات یہ.... مم.... مسٹر شفقت...!"

"رفعت....!" اس نے غرا کر تصحیح کی۔

"مجھے دراصل ایک ایسے آدمی کی تلاش تھی جو میری گردن مروڑ سکے۔" عمران نے پلکیں جھپکا کر احمقانہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟" وہ دونوں کو باری باری سے گھورتا ہوا بولا۔ "کیا تم دونوں میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو۔"

"ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں....!" عمران سر کو ہلا کر سنجیدگی سے بولا۔ "یہ لڑکی مجھے ذرا ذرا سی بات پر غصہ دلاتی رہتی ہے۔ پہلے میں نے خود ہی کوشش کی تھی کہ اپنی گردن مروڑ ڈالوں مگر مجھ سے نہیں بنا.... یہ دیکھو.... اب یہ دیکھو....!"

عمران اپنی ٹھوڑی کو پکڑ کر چہرے کو جھٹکے دینے لگا۔ پھر ہانپتا ہوا بولا۔ "نہیں بنتا بہت کوشش کرتا ہوں۔"

"اگر تم نشے میں ہو تو میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔!" رفعت نے گھونسہ دکھا کر کہا۔

"لیکن اگر میرا مذاق اڑا رہے ہو تو تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی.... میرا نام رفعت

ہے.... میں یہاں شیروں سے لڑتا ہوں تم نے دیکھا ہی ہوگا.... اور سنو تمہیں اپنے اس آرٹ پر مغرور نہ ہونا چاہئے کہ تم لوہے کے گولوں پر چل سکتے ہو.... میں بھی اس کا مظاہرہ کروں گا۔"

"یقیناً.... یقیناً.... ویسے فی الحال مجھے پانچ روپے ادھار دو....! پرسوں واپس کردوں گا۔"

عمران نے کہا اور خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔ رفعت کی آنکھوں میں الجھن کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے اور پیکسی بھی عمران کے اس رویے پر کچھ کم متحیر نہیں تھی۔ لیکن اسے اس پر غصہ بھی آرہا تھا وہ سوچ رہی تھی کہ کیا سچ مچ یہ آدمی نشے میں ہے۔ پھر اس نے رفعت کو جیب سے پرس نکالتے ہوئے دیکھا۔ اس نے پرس سے پانچ کا نوٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"بہت بہت شکریہ!" عمران نے نوٹ کا ایک گوشہ چٹکی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "پرسوں واپس کردوں گا۔"

رفعت کچھ کہے بغیر باہر جانے والے راستے پر مڑ گیا۔ عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور وہ نوٹ اس میں رکھ کر دوبارہ جیب میں ڈالتے وقت ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا تم پاگل ہوگئے ہو۔" پیکسی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں؟" عمران یک بیک چونک پڑا۔

"اس نے تم پر چاقو پھینکا تھا اور تم....!"

"نہیں....!" عمران اچھل پڑا اور پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔ "ارے باپ رے.... چاقو....!"

"کیا تم واقعی نشے میں ہو!"

"نہیں تو....!"

"پھر اس قسم کی حرکتیں کیوں کر رہے ہو!"

"کس قسم کی....!"

"تم نے اس سے چاقو کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا تھا۔"

"اگر کہہ دیتا تو اس سے پانچ روپے کیسے وصول ہوتے۔"

"تم مجھے پاگل بنا دو گے۔!" پیکسی دانت پیس کر بولی اور تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی پنڈال سے نکل گئی اور عمران "ارے ارے" ہی کرتا رہ گیا۔

۲

دوسرے دن وہ کیپٹن فیاض کے آفس میں جا دھمکا جو ایک بڑی میز پر بیٹھا چند فائلوں میں سر کھپا رہا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی وہ غیر ارادی طور پر کھڑا ہو گیا۔

"یار.... فیاض.... آج صبح ہی صبح.... تمہاری شکل دیکھنے کو جی چاہا تھا.... دیکھو آج کا دن کیسا گذرتا ہے۔"

"ہوں.... میں بھی یہی سوچ رہا تھا.... مگر آخر تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

"تیس لاکھ کا گھاٹا ہو گیا!" عمران بیٹھ کر ہانپتا ہوا بولا۔ "مجھے بینگن کی کاشت کا تجربہ نہیں تھا، پانچ ہزار ایکڑ کی فصل تباہ ہو گئی۔"

"بکواس نہ کرو! میں بہت پریشان ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے تم شکر قند کی کاشت کر بیٹھے ہو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"شکر قند کا نفسیاتی تجزیہ بہت مشکل ہو جاتا ہے.... اس سے پہلے تمہیں شلائر ماخر اور فوئر باخ کو ضرور پڑھ لینا چاہئے تھا.... اس سلسلے میں کچھ یونگ اور ایڈلر بھی پڑھنے کا مشورہ دے سکتے ہیں مگر میں انہیں فضول سمجھتا ہوں۔"

فیاض نے میز سے رول اٹھایا اور اس کو اوپر اٹھاتا ہوا بولا۔ "میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا کہ تم کتنی دیر تک بے ہوش رہو گے۔"

"ارے.... میں تو خودکشی کرنیوالا ہوں.... پچاس ہزار ایکڑ کے بینگن ہائیں ہائیں....!"

فیاض نے رول میز پر ڈال دیا.... اور عمران نے جیب سے ایک پیکٹ نکالا۔

"اس میں ایک خنجر ہے.... اور ایک پانچ روپے کا نوٹ....!" اس نے پیکٹ کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب....؟"

"خنجر میرے سینے میں پیوست کر کے پانچ کا نوٹ اپنی جیب میں رکھ لو۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔"

"بکے جاؤ... فیاض بُرا سا منہ بنا کر سامنے پھیلے ہوئے کاغذات کیطرف متوجہ ہوتا ہوا بڑبڑایا۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے... تمہیں کسی کام کی دعوت دینا اپنی شامت بلانے ہی کے مترادف ہے۔"

"خنجر کے دستے پر پائے جانے والے نشانات اگر نوٹ کے نشان سے مل گئے تو کام ختم ہی ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب....!"

"مطلب ابھی نہیں بتاؤں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ لیمی سے کالی تصویر کے متعلق گفتگو کی تھی یا نہیں!"

"وہ باہر موجود ہے! تھوڑی دیر بعد میں اسے یہاں طلب کروں گا۔"

"کسی نے اس کی ضمانت تو نہیں دی۔"

"ہاں ایک آدمی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن میں نے ایک ماہ کا ریمانڈ لے لیا ہے۔"

"تم بعض اوقات سچ مچ حماقت کر بیٹھتے ہو۔"

"کیا مطلب....؟"

"کچھ نہیں! احمق ہونا بڑی شاندار بات ہے؟"

"تمہاری باتیں سمجھنے کے لئے گدھے کا مغز چاہئے۔"

"اور وہ بھی تمہیں نصیب نہیں ہے!" عمران مسکرا کر بولا۔ "اچھا میں اب یہاں اپنی موجودگی ضروری نہیں سمجھتا۔ لیمی سے گفتگو کرنے کے بعد جو نتیجہ بھی اخذ کرو اس سے مجھے مطلع کر دینا۔ خنجر اور نوٹ کے متعلق مجھے شام تک رپورٹ ملنی چاہئے۔ میں تمہیں فون کروں گا۔"

"ارے.... ہاں.... ٹھہرو.... سرکس میں ایک آدمی پر نظر رکھنی ہے میرا خیال ہے کہ شاید اس سے کچھ مدد ملے....!"

"کس آدمی کا تذکرہ کر رہے ہو....!"

"رفعت ہے کوئی.... شاید وہی ہے جو شیروں سے لڑتا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ عرصہ تک افریقہ کے بعض حصوں میں رہا ہے۔"

"پھر....!"

"وہ طریقہ جو میریلین کی جان لینے کے سلسلے میں اختیار کیا گیا اسی براعظم کے بعض حصوں میں رائج ہے۔ مگر ٹھہرو.... یہ خنجر اور نوٹ کیسے ہیں!"

"خنجر اصلی ہے! چمکتا ہے اور نوٹ بھی جعلی نہیں ہے۔ لیکن اسے خرچ مت کر دینا... اچھا ٹاٹا...!"

فیاض اسے روکتا ہی رہ گیا.... عمران جا چکا تھا۔

آج کا شو اور بھی شاندار رہا کیونکہ پیکسی نے عمران کے ہاتھوں پر زور دے کر خود بھی کچھ کمالات دکھائے تھے اور عمران کے پاؤں گولوں ہی پر رہے تھے اس کے علاوہ بھی عمران کا دوسرا مظاہرہ بہت شاندار رہا تھا اس نے گولوں ہی پر چل کر شمشیر زنی کے کمالات دکھائے تھے۔

اس پر چاروں طرف سے تلواریں پڑ رہی تھیں لیکن وہ ہر ایک کے وار روکتا ہوا گولوں پر چل رہا تھا۔

ڈینی ولسن از خود رفتگی میں خود ہی مائیک پر چیخنے لگا تھا۔ "خواتین حضرات.... غور سے دیکھئے کہ اس کے پیر زمین پر نہیں ہیں! وہ گولوں پر چل رہا ہے....! ایڑیاں یا پنجے زمین پر نہیں لگتے.... غور سے دیکھئے۔ اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ.... جو آپ کو پیکاک سرکس کے علاوہ اور کہیں نہ نظر آئے گا.... خواتین و حضرات....!"

اور پھر شو کے اختتام پر وہ یہ سوچے بغیر عمران سے لپٹ گیا تھا کہ حقیقتاً وہ کوئی پیشہ ور آرٹسٹ نہیں ہے وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر کی وساطت سے غالباً میریلین کے قتل کی تفتیش کے سلسلے میں وقتی طور پر ملازم ہوا تھا۔

پھر جب اسے ہوش آیا تو عمران سے اس نے کہا۔ "آپ کمال کے آدمی ہیں جناب! آپ نے میرا سر اونچا کر دیا ہے۔!"

"میں اسے اتنا اونچا کر سکتا ہوں کہ وہ گردن سے الگ ہو جائے!"

"کاش آپ ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہ سکتے۔"

"اگر مجھے شادی نہ کرنی ہوتی تو میں یہی پیشہ اختیار کر لیتا۔"

"ماسٹر....!" ڈینی ہنسنے لگا۔ "آپ انتہائی پُر مذاق بھی ہیں۔"

پھر عمران اس کے آفس سے نکلا ہی تھا کہ پیکسی آٹکرائی وہ شاید باہر اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"بہت شاندار....!" وہ گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دباتی ہوئی بولی۔ "مگر آخر تم اتنے احمق کیوں ہو! تمہارا اکل کا رویہ اب تک مجھے الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔!"

"اگر وہ چاقو میرے لگ گیا ہوتا تو میں اس کالے دیو کا سر توڑ دیتا۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اُف فوہ! آخر کوئی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔"

"میں کہتا ہوں! یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ مجھے اس سے پانچ روپے ادھار لینے تھے۔ اس سے بہتر موقع اور کون سا ہوتا جب وہ ایسی حرکت کر چکا تھا۔ وہ سمجھا ہوگا کہ میں اس سے اس خنجر کے متعلق کچھ کہوں گا لیکن میں نے اس سے پانچ روپے ادھار مانگ لئے اس نے بھی سوچا ہوگا کہ چلو سستے چھوٹے جلدی سے پانچ روپے نکال کر دیئے۔ ویسے مانگتا تو کبھی نہ دیتا۔ کہہ دیتا کہ میں خود فاقے کر رہا ہوں تمہیں کہاں سے دوں۔"

"اور اس طرح تم نے دنیا بھر کے عقل مندوں کی ناکیں کاٹ لیں....!" پیکسی نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"تم نے کسی سے اس کا تذکرہ تو نہیں کیا....!"

"نہیں! رفعت کی آنکھیں مجھے بڑی خونخوار لگتی ہیں۔ سب اس سے ڈرتے ہیں.... نفرت کرتے ہیں۔ صرف لیمی اس کی بے حد عزت کرتا تھا اور وہ خود بھی لیمی کا غلام ہے....!"

وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میدان کے اس حصے کی طرف جا رہے تھے جہاں سرکس کے اداکاروں کی چھولداریاں نصب تھیں۔

"اور اسی رفعت نے مجھ پر خنجر پھینکا تھا۔" عمران نے کہا۔

"اس کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آسکی! کیونکہ وہ ابھی تک ایک بے ضرر آدمی سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ لوگ اس سے ڈرتے اور نفرت کرتے ہیں!"

"جہنم میں جائے....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں اب رہوں گا ہی نہیں! ڈینی پرلے درجے کا کنجوس اور مکھی چوس ہے! وہ مجھے پسند کرتا ہے لیکن کم پیسوں میں کام نکالنا چاہتا ہے جب کہ اس کے خلاف مجھے جرہارڈی کی طرف سے ایک ہزار کا آفر مل چکا ہے۔"

"اوہ.... تم جرہارڈی کی نوکری کرو گے۔" پیکسی نے تنفر آمیز لہجے میں پوچھا۔

"کیوں نہ کروں۔ ڈینی مجھے صرف چار سو دے رہا ہے!"

"جرہارڈی تمہیں اپاہج بنا دے گا۔ وہ ایک بے ایمان آدمی ہے۔ وہ کبھی ایک ہزار نہ دے گا وہ تو یہی کرے گا کہ تم ڈینی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤ۔ اگر ڈینی تمہیں چار سو روپے دیتا ہے تو وہ تین ہی سو دے گا۔ پھر کیا تمہارا ضمیر یہ گوارا کرے گا کہ دوبارہ ڈینی کے پاس آؤ۔ یہاں

کوئی تیسرا سرکس بھی نہیں ہے بس تمہیں جرہارڈی کی انگلیوں پر ناچنا پڑے گا۔"

اب وہ اس حصے سے گذر رہے تھے جہاں درندوں کے کٹہرے تھے۔ دفعتاً انہوں نے کسی کے رونے گڑگڑانے کی آواز سنی! آواز دھیمی ہی تھی مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی کو بہت بے دردی سے پیٹا جا رہا ہو۔

"ارے... بس کرو! خدا کے لئے اب مت مارو... اوہ... ارے... ارے... میں بے قصور ہوں۔ میں نے کچھ نہیں کیا... ارے... اوہ... بس کرو... میں مر جاؤں گا۔ خدا کے لئے رحم کرو۔"

آواز درندوں کے کٹہروں کی طرف سے آ رہی تھی۔

عمران اور پیکسی دونوں ہی آواز کی طرف جھپٹے۔

لیکن زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ اچانک کچھ آدمی ان پر ٹوٹ پڑے یہاں ملگجا سا اندھیرا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ ضرور سکتے تھے لیکن شکلوں کا پہچاننا مشکل تھا۔ پیکسی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی لیکن وہ وہاں سے بھاگ بھی نہ سکی کیونکہ عمران ان نامعلوم حملہ آوروں میں گھر گیا تھا... ویسے، اسے اتنا ہوش ہی نہیں تھا کہ وہ کچھ سوچ سکتی یا اتنا ہی کرتی کہ دوڑتی ہوئی چھولداریوں کی طرف چلی جاتی اور وہاں سے مدد لے آتی۔ اس سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ وہیں کھڑے کھڑے چیخنا شروع کر دیتی۔ بس وہ دانتوں پر دانت جمائے کھڑی کانپتی رہی۔

وہ متعدد پرچھائیوں کو ایک دوسرے سے ٹکراتے دیکھ رہی تھی۔ ادھر اُدھر کٹہروں میں درندوں نے غرانا شروع کر دیا۔

پھر پیکسی نے دو چار کراہیں سنیں، تین پرچھائیوں کو نیچے گرتے دیکھا... وہ بھرائی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ گالیاں بک رہے تھے۔ لیکن پیکسی نے ابھی تک عمران کی آواز نہیں سنی تھی۔ اچانک اس نے انہیں بھاگتے دیکھا پھر وہاں صرف ایک پرچھائیں رہ گئی۔ شیر غراتے رہے۔ ایک ادھر اس دوران میں دہاڑا بھی تھا۔

"بھاگو....!" پرچھائیں نے جھپٹ کر پیکسی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ یہ عمران ہی کی آواز تھی.... پھر دونوں چھولداریوں کی طرف دوڑنے لگے.... پیکسی کے پیروں میں سپاٹ تلے والے جوتے تھے اس لئے وہ بہ آسانی تیز دوڑ سکتی تھی۔

چھولداریوں کے قریب پہنچ کر ان کی رفتار سست ہو گئی۔ پیکسی بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

عمران اسے اس کی چھولداری کی طرف لیتا چلا گیا۔

پیکسی کو اچھی طرح یاد نہیں کہ اس نے کس طرح کیروسین لیمپ روشن کر دیا تھا۔ پھر سب سے پہلے اس نے نیچے سے اوپر تک عمران کا جائزہ لیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور پیشانی سے خون کی لکیر ٹھوڑی تک چلی آئی تھی۔

"اوہ.... تم زخمی ہو۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ.... تم واقعی احمق ہو۔ تم نے شور کیوں نہیں مچایا تھا۔"

"جب مجھے معلوم تھا کہ تم ہی مجھے پٹوا رہی ہو تو میں شور کیوں کرتا۔ لاؤ نکالو.... دس روپے ادھار دے دو پرسوں واپس کر دوں گا۔"

"چلو بیٹھ جاؤ....!" پیکسی نے جھلا کر کہا۔ "میں تمہارے زخم کی ڈریسنگ کروں گی۔ پتہ نہیں تم کس قماش کے آدمی ہو۔"

عمران خاموشی سے بیٹھ گیا اور پیکسی اس کا زخم صاف کرنے لگی۔ ساتھ ہی وہ بڑبڑاتی بھی جا رہی تھی۔ "ان میں ایک آدمی بہت لمبا تھا.... اور جسیم بھی معلوم ہوتا تھا! مگر مجھے حیرت ہے کہ تم پر وہ قابو نہ پا سکے۔"

"تم اس راز کو نہیں سمجھ سکتیں! میں زندگی بھر کسی کو نہیں بتا سکتا.... کبھی نہیں....!"

"بتاؤ بھی تو میری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ پتہ نہیں کیا بلا ہو! وہ پانچ تھے اور تم تنہا اس کے باوجود بھی انہیں ہی بھاگنا پڑا....!"

"مگر تم نے شور کیوں نہیں مچایا تھا۔ تم کیوں گونگی ہو گئی تھیں۔"

"اوہ.... میرے تو حواس ہی درست نہیں تھے۔"

"کیوں! کیا تم پٹ رہی تھیں۔"

"ارے.... اگر اچانک.... غیر متوقع طور پر کوئی ایسی بات پیش آ جائے تو پھر کیا حالت ہوگی.... مگر سنو تو وہ پہلے کسے پیٹ رہے تھے.... وہ جس کی کراہیں سن کر ہم ادھر گئے تھے۔"

"پہلے بھی مجھے ہی پیٹ رہے تھے اور میں ان سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔ لیکن انہیں رحم نہ آیا۔ پھر دوسرا میں ان کی طرف جھپٹا اور وہ پہلے "میں" کو چھوڑ کر مجھ پر جھپٹ پڑے.... لیکن دوسرا میں طاقتور تھا.... کیونکہ میرے ساتھ جھاپک کی شہزادی تھی۔"

"بعض اوقات تمہاری بکواس سن کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے کو جی چاہتا ہے۔"

"میں نے کہا... دس روپے ادھار دے دو! میں کسی سے نہیں بتاؤں گا کہ تم جھاپک لینڈ کی شہزادی ہو۔ پُر اسرار شہزادی۔ اور جھاپک لینڈ کے پُر اسرار لوگ تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ وہ تمہیں کسی دیسی آدمی کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتے۔!"

پیکسی ڈریسنگ کر چکی تھی.... اور اب ایک چھوٹے سے گلاس میں برانڈی انڈیل رہی تھی۔

"یہ لو....!" اس نے گلاس عمران کیطرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"یہ کیا ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"یہ برانڈی ہے.... لارسن کی ہے۔"

"میں صرف لہسن کی برانڈی پیتا ہوں! اس لئے مجھے معذور سمجھو!"

"تمہاری ایسی کی تیسی!" پیکسی نے جھلا کر کہا اور گلاس خود اپنے ہونٹوں سے لگا لیا!

"مجھے چھینکیں آنے لگتی ہیں شراب پینے سے اس لئے کبھی نہیں پیتا۔!"

"نہیں میں تمہیں زہر دے رہی ہوں۔ اس لئے تم نے انکار کر دیا۔ اب وہ زہر خود میں نے پی لیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد مر جاؤں گی۔"

"مرنے سے پہلے مجھے دس روپے ادھار دینا مت بھولنا ورنہ صبح ناشتے میں مجھے پتھر چبانے پڑیں گے۔"

وہ چند لمحے عمران کو غصیلی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "مجھے بتاؤ کہ رفعت تمہارا دشمن کیوں ہو گیا اور تم اس کے خلاف کوئی کارروائی کیوں نہیں کرتے۔"

"خدا نے چاہا تو اس کے کیڑے پڑیں گے۔" عمران کسی بھٹیارن کی طرح دانت پیس کر کلکلایا اور پیکسی ہنسنے لگی۔

"کاش تم ذہنی اعتبار سے بھی صحت مند ہوتے!" پیکسی بولی۔ "لیکن پھر بھی تمہیں.... مطلب یہ کہ تم اچھے آدمی ہو۔"

"مجھے دس روپے ادھار دے دو! کتنی بار کہوں کہ صبح کا ناشتہ....!"

"میں دے دوں گی! مگر تم رفعت کے خلاف ایک رپورٹ درج کرا دو! کل اس نے تم پر خنجر پھینکا تھا.... اور آج....!"

"میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ تم ہی مجھے پٹوانا چاہتی ہو!"

"مجھے کیا پڑی ہے! میں ایسا کیوں کرنے لگی۔!"

"اچھا تو رفعت ہی ایسا کیوں کرنے لگا!"

"وہ لیمی کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے.... تم نے لیمی کی جگہ لی ہے نا اور اس سے زیادہ مقبول ہو رہے ہو! ہو سکتا ہے اسے یہ چیز گراں گذر رہی ہو۔"

"لیکن پھر میریلین کو کس نے مارا....؟"

"کیا یہ ضروری ہے جس نے میریلین کو مارا ہو وہی تم پر بھی حملے کر رہا ہو!"

"کیوں نہیں! کیا میں میریلین سے کم حسین ہوں! میں بھی تو پھولوں کی طرح تگڑا.... ارر ہپ اسے کیا کہتے ہیں.... اوں.... نازک نازک.... میں بھی تو پھولوں کی طرح نازک اور گلابی ہوں!"

"تم ڈفر ہو!.... پہلے پہل تم نے کافی ذہانت کا ثبوت دیا تھا! اور مجھے یہ بات سجھائی تھی کہ وہ شہنائی کی شکل کے کسی بلو پائپ کے ذریعے قتل کی گئی ہو گی! مگر اب تم بالکل گدھوں کی سی باتیں کر رہے ہو!"

"چاند گھٹ رہا ہے نا....!" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "چاند کے ساتھ ہی میری عقل بھی گھٹنے لگی ہے! میری ہتھیلی میں لیونین ہے!"

"آہا پامسٹری میں بھی دخل ہے تمہیں! رفعت بھی بڑا اچھا پامسٹ ہے! اس نے میریلین کو ایک بار میری موجودگی میں ہی بتایا تھا کہ اس کی موت حیرت انگیز ہو گی۔"

"آہا! اس پر وہ بے حد مغموم ہو گئی ہو گی۔"

"نہیں اس نے دل کھول کر رفعت اور اس کی پامسٹری کا مضحکہ اڑایا تھا۔"

"کیا رفعت نے خود ہی اس کا ہاتھ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"نہیں! وہ شاید برتھا کا ہاتھ دیکھ رہا تھا ہاں برتھا ہی تو تھی! میریلین نے خود اپنا ہاتھ پیش کر دیا تھا اور اس نے یہی معلوم کرنا چاہا تھا کہ وہ کب اور کن حالات میں مرے گی! میرا خیال ہے کہ وہ اس کا مضحکہ ہی اڑانا چاہتی تھی۔"

"رفعت کو اس پر بڑا غصہ آیا ہو گا۔"

"چہرے سے تو غصہ ہی ظاہر ہو رہا تھا۔ مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا اور پھر وہ وہاں ٹھہرا بھی نہیں تھا۔"

"وہ اکثر اس طرح رفعت کو غصہ دلاتی رہی ہوگی۔"

"ہاں میرا خیال ہے کہ ایسا ہی تھا۔ لیکن شاید رفعت اس لئے زبان بند کر لیتا ہوگا کہ وہ لیمی کی کزن تھی۔ نہیں اس کی موت میں رفعت کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ ویسے بہت ممکن ہے کہ وہ تمہیں ہی میریلین کی موت کی وجہ سمجھتا ہو۔"

"ہائیں! مجھے کیوں؟"

"تب پھر وہ میرا بھی دشمن ہوگا۔" پیکسی اس کے سوال پر دھیان دیئے بغیر بڑبڑائی۔ عمران نے محسوس کیا کہ اس کا چہرہ اتر گیا ہے۔ پھر دفعتاً وہ چونک کر عمران کو اس طرح گھورنے لگی جیسے سچ مچ وہی میریلین کا قاتل ہو!

"میں کہتی ہوں! جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ رفعت یہی سمجھتا ہے۔ اسے یقین ہو گیا ہے کہ میریلین کو قتل کر کے لیمی کو جیل بھجوانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔"

"آخر میں ایسا کیوں کرنے لگا۔"

"تاکہ لیمی کی جگہ لے لو!"

"اور تم میریلین کی جگہ لے سکو! کیونکہ تم اس سے زیادہ مقبول ہو رہی ہو۔ آہا کیا تم نے ہی مجھے میریلین کے قتل پر نہیں اکسایا تھا۔"

"کیا بکتے ہو! میں بے تکے مذاق نہیں پسند کرتی۔"

"کل صبح تک میں اس کا اعلان کر دوں گا کہ تم نے ہی میریلین کے قتل پر مجھے اکسایا تھا۔ چاند گھٹ رہا ہے اور دماغ روز بروز خراب ہوتا جا رہا ہے.... اس روز روز کی مصیبت سے تو یہی بہتر ہے کہ میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے.... اگر میں نے میریلین کو نہیں قتل کیا تب بھی میں اقرار کر لوں گا یقینی طور پر مجھے پھانسی ہو جائے گی.... تمہارا جو بھی حشر ہو!"

"میں کہتی ہوں مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تمہیں پھانسی ہو جائے۔ آخر زندہ رہ کر کیا کرو گی۔ ایک دن تو مرنا ہی ہے بوڑھی ہو کر مریں تو خواہ مخواہ قلق ہوگا کہ اب کوئی پوچھتا بھی نہیں جوانی میں مرو گی تو شاید

خوشی بھی ہو کہ دو چار رو رہے ہیں تمہارے لئے....!"

"جاؤ.... نکلو.... یہاں سے.... فوراً نکل جاؤ....!"

"اچھی بات ہے! صبح بستر سے نکل کر ہتھکڑیوں کا انتظار کرنا!"

پیکسی خاموش ہو گئی۔ وہ بے بسی سے عمران کو دیکھ رہی تھی۔

"بچت کی صرف ایک ہی صورت ہے!"

"کیا؟" غیر ارادی طور پر پیکسی کی زبان سے نکل گیا۔

"مجھے بتاؤ کہ میریلین تمہیں ناپسند کیوں کرتی تھی!"

"میں کہتی ہوں تمہارا دماغ چل گیا ہے کس گدھے کے بچے نے کہا ہے کہ وہ مجھے ناپسند کرتی تھی۔"

"میں نے سنا ہے۔!"

"تم نے غلط سنا ہے! کسی سے بھی پوچھ لو۔ سب جانتے ہیں کہ ہم دونوں گہرے دوست تھے۔!"

"اس کے باوجود بھی تمہیں علم نہیں ہے کہ لیمی اس سے شادی کرنا چاہتا تھا!"

"یہ بھی قطعی بکواس ہے۔ یقیناً کسی نے تمہیں غلط باتیں بتائی ہیں۔"

"اگر یہ حقیقت بھی رہی ہوگی تو تمہیں اس کا علم کیونکر ہوتا۔"

"یقیناً ہوتا! ہمارے تعلقات اتنے قریبی تھے کہ ہم ایک دوسرے سے اپنی کوئی بات چھپاتے نہیں تھے۔"

"ہشت! میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"تم جہنم میں جاؤ!" پیکسی پھر جھلا گئی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا! تمہیں اس کا بھی علم نہ ہوگا کہ میریلین کو تصاویر جمع کرنے کا خبط تھا۔"

"اب میں کہوں گی کہ تم بالکل ہی ڈفر ہو! یہاں کون نہیں جانتا کہ اسے تصاویر جمع کرنے کا شوق تھا۔ سرکس کا شاید ہی کوئی فرد ہو جس کی تصویر اس کے پاس نہ رہی ہو!"

"اب تم یہ بھی کہو گی کہ جب بھی اسے کہیں سے کوئی تصویر ملتی تھی تمہیں ضرور دکھاتی تھی۔"

"یقیناً دکھاتی تھی! بلکہ شاید سب سے پہلے مجھے ہی دکھاتی تھی۔"

"اچھا تو پھر یہی بتا دو کہ لیمی نے اسے اپنی ایک کالی تصویر کیوں دی تھی۔"

"تم کیا جانو!" پیکسی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میں کیا نہیں جانتا! کیونکہ میں میریلین کا قاتل ہوں اور تم ہی نے مجھے اس قتل پر اکسایا تھا۔ تم نہیں چاہتی تھیں کہ لیمی اس سے شادی کرے۔ میریلین کی جگہ تم خود لینا چاہتی تھیں۔"

"میں کہتی ہوں کہ اب یہ بکواس ختم کرو۔ ورنہ میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی۔ خود میریلین کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ وہ کالی تصویر اس کے مجموعے میں کہاں سے آئی تھی۔"

"اگر اس نے تمہیں یہی بتایا تھا تو وہ جھوٹی تھی۔"

"میں کہتی ہوں! اگر اسے جھوٹ ہی بولنا تھا تو اس نے اس تصویر کا تذکرہ مجھ سے کیوں کیا تھا۔ مجھے اس کے متعلق کچھ بتانا ضروری تو نہیں تھا۔"

"تم نے اس تصویر کو اچھی طرح دیکھا تھا۔"

"کیوں نہیں! مجھے خود بھی اس پر حیرت تھی کہ آخر وہ میریلین کے مجموعے میں کیسے پہنچی؟"

"وہ تصویر لیمی ہی کی تھی!"

"یقیناً اس کی ہی ہوگی۔ کیونکہ اس کے علاوہ یہاں کسی کو بھی کالی تصویریں کھنچوانے کا خبط نہیں ہے۔"

"اچھا میں سمجھ گیا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ خواہش میریلین ہی کی رہی ہوگی کہ اس کی شادی لیمی سے ہو جائے۔"

"اس نے کبھی کوئی ایسی خواہش مجھ پر نہیں ظاہر کی!"

"ارے۔ کیا تم عاشقوں کی ٹھیکیدار ہو کہ وہ سب کچھ تمہیں بتاتے پھریں! اب کیا میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس کی ایک آنکھ غائب ہے۔"

"میریلین مجھے ضرور بتاتی۔"

"پھر وہ تصویر اس کے مجموعے میں کیسے پہنچی۔ تمہارا کہنا ہے کہ لیمی اس قسم کی تصویریں صرف ان لڑکیوں کو بھیجتا تھا جو اسے عشقیہ خطوط لکھتی تھیں اور اس سے تصویریں مانگتی تھیں۔"

"میں نہیں جانتی!" پیکسی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "بہت اکتا گئی ہوں لہٰذا اب یہ تذکرہ ختم کردو۔"

"یقیناً تمہیں یہ تذکرہ گراں گزرا ہوگا! میں سب سمجھتا ہوں۔"

"کیا سمجھتے ہو۔"

"تم میریلین کی رازدار تھیں! وہ لیمی سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ خود بھی اس کا فیصلہ

نہیں کر سکی تھی کہ لیمی سے اس کے تعلقات کس قسم کے ہیں اس نے تمہیں بتایا بھی تھا کہ وہ ایسی الجھن میں ہے۔ تم بھی اندازہ نہیں کر پائی تھیں کہ دونوں کے تعلقات شادی کی حد تک پہنچ سکتے ہیں یا نہیں! لہٰذا تم نے حقیقت جاننے کے لئے ایک تدبیر سوچی! وہ تدبیر ایسی تھی جس کی وجہ سے لیمی اور میریلین اس مسئلے پر صاف صاف گفتگو کر سکتے۔ تدبیر یہ تھی کہ تم لیمی کی ایک تصویر اڑا کر میریلین کے مجموعے میں شامل کر دو!"

"یہ بالکل بکواس ہے!" پیکسی دانت پیس کر بولی۔

"یہ حقیقت ہے!" عمران نے کسی ضدی بچے کے سے انداز میں کہا۔ "جب میریلین کو وہ تصویر اپنے مجموعے میں ملی تو اس نے اس کا تذکرہ لیمی سے کیا! لیمی نے لاعلمی ظاہر کی۔ بلکہ اس نے تو شاید یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ تصویر اس کی تھی ہی نہیں! بات پھر جہاں تہاں رہ گئی۔ نہ میریلین کی تشفی ہو سکی اور نہ تم ہی دونوں کے تعلقات کا اندازہ کر سکیں۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ تم خود ہی لیمی سے شادی کرنا چاہتی تھیں اور آخر کار اسی چکر میں تم نے میریلین کا خاتمہ کرا دیا۔"

"خدا کے لئے جاؤ.... یہاں سے!" وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔

"بس ثابت ہو گیا۔"

"کیا ثابت ہو گیا؟"

"میریلین کی موت کا باعث تم ہی بنی تھیں۔ لہٰذا اب میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلو تاکہ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔ کسی نہ کسی کو تو پھانسی ہونی چاہئے۔"

"اچھی بات ہے! چلو مگر پولیس اسٹیشن جانے سے پہلے تمہیں یہ ساری باتیں ماسٹر ڈینی کے سامنے دہرانی پڑیں گی۔"

"میں اسے بھی قاتل ثابت کر سکتا ہوں۔ چٹکی بجاتے لیکن ڈینی کو بور کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اور پھر مردوں کا غصہ تو بالکل واہیات ہوتا ہے کیونکہ غصے کے عالم میں وہ بوڑھے بکرے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ لڑکیوں کے غصے کی اور بات ہے وہ تو گلاب ہوئیں تو زیادہ سے زیادہ چقندر ہو جائیں گی۔"

"اب جاؤ....!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "ورنہ میں اپنا سر پھوڑ لوں گی۔"

"لیمی کی تصویر تمہیں نے اس کے مجموعے میں رکھ دی تھی۔ بلکہ تم نے اس کی پشت پر کچھ

لکھ بھی دیا تھا۔"

"تب تو بالکل ٹھیک ہے!" پیکسی سر ہلا کر بولی۔

"کیا ٹھیک ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"بس کچھ نہیں جاؤ؟.... تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں!"

"یقیناً.... ہیں!"

"تم جھک مار رہے ہو!" پیکسی ہنس پڑی۔ "اس تصویر پر کسی قسم کی تحریر نہیں تھی! میرا خیال ہے کہ اس کے سامان پر پولیس نے قبضہ کر لیا تھا۔ مجموعہ بھی پولیس کے پاس ہوگا۔ جا کر دیکھ لو میں نے اس پر کیا لکھا تھا۔"

"خیر....!" عمران نے ایک طویل سانس لی۔ "مگر آخر تم میری دشمن کیوں ہو گئی ہو! میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"

"ہاں! یہ دشمنی ہی تو تھی کہ ابھی ابھی میں نے تمہارے زخم کی ڈریسنگ کی ہے۔" پیکسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم حقیقتاً کیا چاہتے ہو!"

"میں کچھ نہیں چاہتا!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "مین پہلے ہی تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں لیمی کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں اس کا پرانا دوست ہوں کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کالی تصویر کی پشت پر کچھ بھی تحریر نہیں تھا جو میریلین کو اپنے مجموعے میں ملی تھی!"

"اگر اس پر کچھ تحریر ہوتا تو میں اسے بھلا نہ سکتی! کیونکہ وہ تصویر میریلین کے بیان کے بعد میرے لئے حیرت انگیز ہو گئی تھی۔"

"اس تصویر کی پشت پر مجھے ملی ہوئی اطلاع کے مطابق تحریر تھا اسے ہمیشہ یاد رکھنا میری محبت اتنی شدید نہیں ہوتی کہ میں اسے اپنی آن پر ترجیح دے سکوں!"

"یہ تحریر تھا اس پر....!" پیکسی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے یہی معلوم ہوا ہے۔"

"کیا تم کوئی سرکاری سراغ رساں ہو!"

"یقین کرو کہ اس سے پہلے میں شاداب نگر میں ترکاریوں کا بزنس کرتا تھا۔"

"پھر تمہیں یہ ساری اطلاعات کہاں سے مل جاتی ہیں۔"

"میری خالہ کے داماد کا چھوٹا بہنوئی تھانیدار ہے! اس نے یہ ساری باتیں مجھے بتائی ہیں اور وہ بھی کوشش کر رہا ہے کہ لیمی میرا دوست رہا ہو جائے۔"

"تمہارے کسی بیان پر بھی یقین کر لینے کو دل نہیں چاہتا۔"

"مت یقین کرو مگر اس تحریر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یہ تو میریلین ہی کا ایک پسندیدہ جملہ ہے! اکثر اس کی زبان سے سنا گیا ہے! اس نے یہ کسی فلم میں ہیروئن کی زبان سے سنا تھا۔ وہ اکثر یہی جملہ لکھتی رہتی تھی۔ عادت ہوتی ہے بعض لوگوں کی.... یونہی بیٹھے بیٹھے اگر تمہارے ہاتھ میں کاغذ اور پنسل آجائے تو تم کچھ نہ کچھ ضرور لکھو گے بعض لوگ اپنے دستخط بنانے لگتے ہیں، بعض لوگ تصویریں بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض لوگ اپنے پسندیدہ اشعار یا اقوال لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح مریلین بھی عموماً یہی جملہ لکھ دیا کرتی تھی.... بعض اوقات تو میں نے پورے پورے صفحات اسی ایک جملے سے بھرے ہوئے دیکھے ہیں!"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور منہ چلانے لگا.... پھر کلائی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اب تو میرا دل چاہتا ہے کہ ہم دونوں کسی فلم کے ہیرو ہیروئن کی طرح کام کریں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایڈونچر....!" عمران نے بچکانہ انداز میں کہہ کر پلکیں جھپکائیں۔ "ہم باقاعدہ سراغ رسانی کریں! مگر اس کے لئے ہمیں یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔ اس طرح کہ ڈینی ولسن کو ہمارے خلاف رپورٹ درج کرانی پڑے....!"

"میں نہیں سمجھی....!"

"سرکس کا کچھ سامان چرا کر بھاگیں گے.... تاکہ اخبارات میں بھی سرخیاں جمائی جا سکیں۔ ہم دونوں شہر میں کافی مشہور ہو چکے ہیں۔"

پیکسی نے اس پر احتجاج کیا۔ مگر وہ بہرحال عمران تھا۔ آخر کار نہ صرف وہ اس پر آمادہ ہو گئی بلکہ اس کے چہرے سے دبے ہوئے جوش کا اظہار بھی ہونے لگا۔ لیکن وہ ڈر بھی رہی تھی کیونکہ عمران نے ڈینی کے آفس سے کچھ اہم چیزیں اڑا دینے کی تجویز پیش کی تھی۔

"اور پھر کل تم اخبارات میں پڑھو گی کہ قزل بوغا پیکسی کو بھگا لے گیا! اور وہ اپنے ساتھ ڈینی کے کچھ اہم کاغذات بھی لے گیا ہے....!" عمران نے کہا.... "! پبلک اسے قزل بوغا ہی کے نام

سے جانتی تھی۔"

"لیکن اگر ہم پکڑے گئے تو....!"

"تو صرف مجھے پھانسی ہو گی تمہیں میں بچالوں گا۔ مطمئن رہو۔" عمران نے کہا۔

دوسری صبح وہ اس انداز سے شہر کے ایک ہوٹل میں داخل ہوئے جیسے کہیں باہر سے آئے ہوں اور ریلوے اسٹیشن سے سیدھے ہوٹل ہی کا رخ کیا ہو۔

دونوں کی شکلیں بدلی ہوئی تھیں۔ عمران نے میک اپ کا سارا زور پیکسی کے چہرے پر صرف کر دیا تھا اور اپنے چہرے میں یونہی معمولی سی تبدیلی کی تھی۔

ہوٹل کے رجسٹر میں انہوں نے اپنے نام مسٹر اور مسز ساؤتھ لکھوائے.... یہ ایک متوسط درجے کا ایک آرام دہ ہوٹل تھا.... زیادہ تر یہاں شرفاء ہی نظر آتے تھے.... باہر سے آنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی! انہیں جو کمرہ ملا اچھا خاصا تھا۔

"واقعی ایڈونچر ہے.... سوفیصدی ایڈونچر.... میرے خدا....!" پیکسی ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔

"ابھی تم نے کیا دیکھا ہے!"

"مگر....! وہی پولیس کا خوف.... تم نے ڈینی کے کاغذات اڑائے ہیں! وہ رپورٹ ضرور درج کرائے گا۔"

"اس کی پرواہ نہ کرو۔ مجھے بھی نہیں ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بہت زیادہ بیوقوف آدمی ہو یا بہت زیادہ عقلمند....!"

"پھر تم نے مجھے بیوقوف کہا۔ اب میں بُرا مان جاؤں گا۔"

"شام کے اخبارات میں پیکاک سرکس کے اداکاروں قزل بوغا اور پیکسی کے فرار کی خبر شائع ہو گئی یہ بھی بتایا گیا کہ آفس کے بعض اہم کاغذات بھی چرائے گئے ہیں ڈینی کے بیان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس واقعے کا ذمہ دار بھی جرہارڈی ہی کو سمجھتا ہے.... ڈھکے چھپے الفاظ میں اس نے اپنا شبہ گلوب سرکس والوں پر ظاہر کیا تھا۔"

"مگر میرا خیال اب بدل گیا ہے۔" پیکسی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میریلین کے قتل

میں جرہارڈی کا ہاتھ نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیوں؟"

"اگر اسی کا ہاتھ ہے تو رفعت بیچ میں کیوں آ کودا....؟ وہ تو لیمی کا پرستار ہے! اور اسے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ لیمی ہی نے اسے قتل کیا یا کرایا ہو گا۔"

"پرواہ نہ کرو....! یہ سب ہم بعد میں دیکھیں گے! فی الحال ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ ہمارے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے۔ میں تو بالکل پھکڑ ہوں رات تم سے دس روپے ادھار مانگ رہا تھا۔"

"کیش تو میرے پاس بھی زیادہ نہیں ہے۔!" پیکسی نے کہا۔

"تمہارے روپے تو میں صرف بھی نہیں کرانا چاہتا.... ویسے اگر وقتی طور پر تم نے ہوٹل کے بل وغیرہ ادا کر دیئے تو یہ مجھ پر ادھار رہے گا۔ دیکھو میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے!"

"کیا....!"

"ہم جرہارڈی کے سرکس میں ملازمت کرنے کی کوشش کریں!" عمران نے کہا۔ "میں اسے اپنے دوسرے کمالات دکھاؤں گا۔"

"نہیں.... یہ ناممکن ہے۔ ڈینی کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔"

"وہ تو ویسے بھی ہو گا کیونکہ ہم وہاں سے چلے آئے ہیں۔"

"اوہ.... مگر ایک مصیبت! ہم پہچان لیئے جائیں گے۔ میری چھینکیں....!"

"ارے باپ رے....!" عمران گڑبڑا کر سر کھجانے لگا۔

"ویسے اگر میں تھوڑی تھوڑی برانڈی برابر استعمال کرتی رہوں تو دورہ نہیں پڑتا۔ مگر میں اس سے بھی ڈرتی ہوں کہ شو کے دوران نشہ ہو جائے۔"

"ہو جائے پرواہ نہیں۔ اگر ایسا ہوا تو میں سنبھال لوں گا۔"

"تب پھر ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ مجھے اپنی چھینکوں سے بڑی نفرت معلوم ہوتی ہے۔"

"لیکن.... وہی مجھے اچھی لگتی ہیں۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "جب تم چھینکنے لگتی ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بہت دور کسی مندر میں چاندی کی گھنٹیاں بج رہی ہوں، رات کی دیوی گنگنا رہی ہو! ستاروں کی محفل میں زہرہ کے گھنگرو چھنا کے بکھیر رہے ہوں.... چھینکو.... خدا کیلئے چھینکتی ہی چلی جاؤ.... تمہاری چھینکوں میں میری روح گنگنا اٹھتی ہے.... رقص کرنے لگتی ہے اور میرا

دل چاہتا ہے کہ تمہیں گود میں اٹھا کر کھوکھراپار کی طرف بھاگ نکلوں.... گم... مم... ہپ...!"

پیکسی نے دوہتھڑ اٹھایا اور عمران کی بکواس میں بریک لگ گئے۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی اور پھر پیکسی نے کہا۔ "مگر تمہیں شبہ کس پر ہے۔"

"جس پر تم شبہ کر رہی ہو!"

"مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ حرکت رفعت کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ جب تم نے بلو پائپ کے متعلق گفتگو کی تھی اسی وقت میں نے سوچا تھا! کیونکہ دنیا کے جن حصوں میں جان لینے کا یہ طریقہ اب بھی رائج ہے وہاں رفعت رہ چکا ہے اور اس کا دعویٰ بھی ہے کہ وہ بعض ایسے زہروں سے واقف ہے جن کا نام بھی ہم لوگوں نے نہ سنا ہوگا۔ پھر اس نے تم پر خنجر پھینکا اور رات کو اندھیرا تھا لیکن حملہ آوروں میں اس کے ڈیل ڈول کو پہچان لینا مشکل کام نہ تھا۔"

"ہاں ان میں ایک لمبا اور موٹا آدمی بھی تھا۔"

"تمہاری تدبیر بھی میری سمجھ میں آگئی ہے۔" پیکسی مسکرائی۔

"کیا....؟"

"رفعت سے دور رہ کر اس کی گردن پھنساؤ گے! غالباً اسے شبہ ہو گیا ہے تم میریلین کے قاتل کو بے نقاب کر دینے کی فکر میں ہو۔ اسی لئے وہ تم پر حملے بھی کر رہا ہے۔" عمران کچھ نہ بولا۔ وہ چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا۔

"اوہ قزل بوغا! مگر قزل بوغا کیوں؟ تم نے مجھے تو اپنا اصلی نام ہی نہیں بتایا تھا۔ آخر تم نے مجھے.... اپنا اصل نام کیوں نہیں بتا دیا تھا۔"

"کیونکہ تم بہت خوبصورتی سے چھینکتی ہو اور چھینکتی ہی چلی جاتی ہو۔"

"میرا مذاق مت اڑاؤ، ورنہ تھپڑ ماروں گی۔"

"چھینکو! خدا کے لئے اس وقت بھی چھینکو! اگر چھینک سکو۔ تمہاری چھینکیں مجھے حوصلہ بخشتی ہیں۔ میرے دل میں دلیری پیدا کرتی ہیں۔ مجھے پیغام دیتی ہیں کہ میں ایک نڈر سپاہی کی طرح ملک و قوم کے کام آؤں.... چھینکو۔ اگر چھینک سکتی ہو.... چھینکتی رہو.... اس وقت تک چھینکتی جاؤ جب تک کہ میں دنیا کا نقشہ نہ بدل دوں۔ دنیا کی پچھلی تاریخ نہ بدل دوں تاکہ ہسٹری کے طلباء کو از سر نو پیٹنا پڑے.... اور جغرافیہ کے طلباء جغرافیہ چھوڑ کر ڈومیسٹک سائنس لے لیں!"

پیکسی نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ اس کے ہونٹ سکڑے ہوئے تھے۔

جرہارڈی کے سرکس میں انہیں ملازمت مل گئی۔ پیکسی کو اس پر بڑی حیرت تھی! گفتگو عمران نے ہی کی تھی۔ پیکسی کو وہ آفس کے باہر ہی چھوڑ گیا تھا اور وہ اس وقت دفتر میں بلوائی گئی جب ساری باتیں ہو گئی تھیں۔ عمران نے اس کا جرہارڈی سے تعارف کرایا تھا۔

"مسز ساؤتھ پلیز....!"

"بہت خوشی ہوئی۔" جرہارڈی نے اسے بھوکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "مجھے بے حد خوشی ہوگی اگر تم لوگ اپنے لئے کوئی نمایاں مقام پیدا کر سکو! ویسے تم دونوں ہی موزوں اور مناسب معلوم ہوتے ہو۔ مسز ساؤتھ خوبصورت جسم کی مالک ہیں.... تماشائی صرف یہی دیکھتے ہیں۔ انہیں فن کے مظاہروں سے زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی.... پیاک کی میریلین کا جسم ہی گیلریاں بھر دیا کرتا تھا۔ پھر وہ لڑکی بھی اچھا خاصا جسم رکھتی تھی جو قزل بوغا کے ساتھ بھاگ گئی اور وہ قزل بوغا یقیناً کمال کا آدمی تھا.... مجھے ایسا کوئی آدمی نہیں ملتا۔ کچھ بھی ہو ڈینی کتے کا پلا ہے۔ آخر اس معاملے میں بھی اسے چوٹ ہوئی وہ جانتا ہی نہیں کہ آرٹسٹوں کو کیسے رکھا جاتا ہے، ارے یہ تو بادشاہ ہی ہوتے ہیں۔ ان کی ناز برداری کرنی پڑتی ہے۔ نخرے سہنے پڑتے ہیں.... تب یہ لوگ قابو میں رہتے ہیں اور پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ تمہارے لئے کون کتنا کرتا ہے.... ڈینی اپنے کسی آرٹسٹ کو پانچ سو سے زیادہ تنخواہ نہیں دیتا۔ میرے آرٹسٹ ایک ایک ہزار لے رہے ہیں لیکن یہ سور کا بچہ یہی سمجھتا ہے اور دوسروں سے بھی یہی کہتا پھرتا ہے کہ اس کی دشواریوں کا باعث میں ہی ہوں۔ تم لوگوں نے قزل بوغا اور پیکسی کے فرار کی خبر پڑھی ہوگی۔ ڈینی نے ڈھکے چھپے الفاظ میں مجھے ہی اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ خیر کبھی نہ کبھی میں دیکھ ہی لوں گا۔ میریلین کا قتل بھی وہ میرے ہی سر تھوپنا چاہتا ہے۔ خدا اسے غارت کرے.... کیا تم لوگ پہلے وہیں گئے تھے۔"

"ہرگز نہیں۔" عمران گردن جھٹک کر بولا۔ "ہم سیدھے یہیں آئے ہیں۔ ہمیں شاداب نگر ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بہت اچھے مالک ثابت ہوں گے آپ کے یہاں آرٹسٹوں کو اچھی تنخواہیں ملتی ہیں۔ ڈینی کے متعلق یہی سنا تھا کہ وہ مکھی چوس ہے۔"

"مکھی چوس! ہاہاہا....!" جرہارڈی ہنسا تھا۔ "بہت مناسب الفاظ ہیں! بہت اچھے۔"

"اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ بعد میں جرہارڈی نے ان کے لئے بھی چھولداری

نصب کرانے کی تجویز پیش کی تھی لیکن عمران نے فی الحال ہوٹل ہی میں قیام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا.... جرہارڈی نے انہیں دو چار دن آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن عمران نے آج ہی کے شو میں حصہ لینے کی خواہش ظاہر کی اور اسی پر اڑا رہا۔ انہیں جرہارڈی کی طرف سے اطمینان دلایا گیا کہ ان کے لئے ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی جائے گی۔

پہلے ہی شو میں ان کے مظاہرے کافی کامیاب رہے.... مظاہروں کے دوران پیکسی تھوڑی تھوڑی دیر بعد برانڈی کی چسکیاں لیتی رہی تھی اس لئے اس پر چھینکوں کا دورہ پڑنے کے امکانات نہیں رہ گئے تھے۔ یہی ہوا بھی تھا۔ وہ شو کے دوران میں اور اسکے بعد بھی چھینکوں سے محفوظ رہی تھی۔

شو ختم ہونے کے بعد جب دوسرے آرٹسٹ مبارک باد دے رہے تھے جرہارڈی بھی نظر آیا اس نے انہیں الگ بلا کر کہا۔ "میں فی الحال تم دونوں کو ڈیڑھ ہزار ماہوار دے سکتا ہوں لیکن کچھ دنوں کے بعد یقینی طور پر اس میں اضافہ ہوگا۔ فی الحال یہ تین سو روپے امدادی رقم کی حیثیت سے قبول کریں کیونکہ تمہارا قیام ہوٹل میں ہے.... اور یہ آٹھ روپے ٹیکسی کے رکھو.... کونیس تم کو روزانہ ملے گا۔ مگر تم بھی یہاں آجاتے تو زیادہ بہتر تھا۔"

"ہم آجائیں گے۔" پیکسی نے کہا۔ "فی الحال ہمارے پاس مناسب سامان نہیں ہے۔ آپ سے کیا پردہ آپ تو اب مالک ہیں۔ ہم لوگ شاداب نگر میں بڑی عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔"

"پرواہ مت کرو۔" جرہارڈی ہاتھ ہلا کر بولا۔ "تمہارے لئے بہتر سے بہتر حالات پیدا کئے جائیں گے۔" وہ دونوں اس کا شکریہ ادا کر کے پنڈال سے باہر آئے.... سامنے ہی ایک ٹیکسی موجود تھی وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے کہ کہیں کوئی اور نہ جھٹک لے جائے"

"ہوٹل کراغال....!" عمران نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی چل پڑی.... اور پیکسی نے برانڈی کی چسکی لے کر کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے یہ مرحلہ تو طے ہوگیا۔"

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔" عمران نے جواب دیا۔

پیکسی نے پھر چسکی لی۔ وہ کئی چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں برانڈی لائی تھی۔

"اب بس کرو۔" عمران اس کے ہاتھ سے شیشی لیتا ہوا بولا۔ "میں نے کئی گھنٹے سے چھینکیں نہیں سنیں میرا دم اکھڑ رہا ہے۔"

"اچھا.... تم اڑاؤ میرا مذاق.... ایسا بدلہ لوں گی کہ زندگی بھر یاد کرو گے۔"

"میں ویسے بھی.... ارر ہپ....!" عمران یک بیک سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیوں.... کیا ہوا....!"

"کچھ نہیں....!" عمران نے کہا اور ناک سکوڑ کر کچھ اس طرح سانس لینے لگا جیسے کسی قسم کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

یک بیک وہ بو تیز ہوگئی۔ میٹھی میٹھی سی بو۔

"خاموش بیٹھے رہو....!" ڈرائیور غرایا۔ "اگر اپنی جگہ سے ہلے تو تمہیں ہر حال میں کسی حادثے سے دوچار ہونا پڑے گا.... پیچھے بھی ایک گاڑی ہے جس پر کافی آدمی موجود ہیں۔"

"کیا بات ہے....!" پیکسی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ عمران نے ڈرائیور کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھائے لیکن بس وہ پھیلے ہی رہ گئے۔ کیونکہ بو اب تک بہت تیز ہوگئی تھی اور ڈرائیور کے سر پر اسے گیس ماسک نظر آرہا تھا۔

"کباڑا ہوگیا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا اور پشت گاہ سے لگ گیا۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے کسی طرف سے بھی ہوا کا گذر نہیں تھا۔ کار کی ونڈ شیلڈ بھی پلین تھی۔ وہ دونوں ہی ذرا سی دیر میں بے حس و حرکت ہوگئے۔ ڈرائیور اب اگلی کھڑکیوں کے شیشے گرا رہا تھا۔

عمران کو پیکسی سے پہلے ہوش آیا اور وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ حالانکہ ابھی اس کا سر چکرا ہی رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے ہلکی سی دھند چھائی ہوئی تھی وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر تک گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھے رہنا پڑا۔ آہستہ آہستہ سر چکرانا بند ہوا۔

وہ ایک وسیع کمرے میں تھا جہاں معمولی سا فرنیچر نظر آرہا تھا۔

"پیکسی اس کے قریب ہی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اب اس کے پپوٹے بھی حرکت کرنے لگے تھے اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔ دفعتاً اس نے کروٹ بدلی اور دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے لگی ساتھ ہی بڑبڑاہٹ بھی جاری تھی۔ "خدا غارت کرے.... قزل بوغا.... بھی بالکل قزل بوغا ہی ہے۔"

"یقیناً ہوں.... پھر تم میرا کیا بگاڑ لوگی....!" عمران غصیلی آواز میں بولا۔ "میں تم سے زیادہ اچھا چھینک سکتا ہوں.... بہت زیادہ تیزی سے.... تمہاری حقیقت ہی کیا ہے۔"

پیکسی نے آنکھیں کھول دیں اور بڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی پھر اس کی نظر عمران کے چہرے پر جم گئی جو اس انداز میں ہونٹ سکوڑے اور اکڑوں بیٹھا ہوا تھا جیسے مداریوں کی طرح سیٹی بجا کر جیبوں سے شتر مرغ کے انڈے نکالے گا۔

"ہم کہاں ہیں!" پیکسی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ٹیکسی میں....!" عمران اُلوؤں کی طرح دیدے نچا کر بولا۔ "اور ٹیکسی ہمیں ڈونگہ بونگہ یا الاڈینو سانڈ لے جائے گی۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔ "ہم شاید کسی جال میں پھنس گئے ہیں.... کیوں؟"

"پتہ نہیں....!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "میں تو تمہاری شیشیوں کے متعلق سوچ رہا ہوں جو غالباً ٹیکسی ہی میں رہ گئی ہوں گی۔"

"جہنم میں جھونکو شیشیوں کو۔ آخر ہم ہیں کہاں!"

"اپنے ہوٹل میں تو ہرگز نہیں ہیں اس کے علاوہ کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا۔"

"تم چھینکو گی اور میں چھینکوں کے ساز پر رقص کروں گا۔"

"میں سمجھ گئی۔" دفعتاً پیکسی خوفزدہ لہجے میں بولی۔ "تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ وہ حرکت تمہاری ہے۔ میں پولیس سے بھی فریاد نہیں کر سکتی۔ اب جو کچھ تمہارا دل چاہے گا کرو گے۔"

"میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ سر کے بل کھڑا ہو کر پہلے تمہیں سو تک کی سیدھی گنتی سناؤں پھر الٹی۔ اس کے بعد اگر تمہارا دل چاہے تو ڈھائی کا پہاڑہ بھی سن لینا۔"

دفعتاً کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور ایک دروازہ کھلا پھر تین آدمی کمرے میں داخل ہوئے.... دروازہ دوبارہ بند کر دیا گیا۔

ان تینوں نے اپنے چہرے نقابوں میں چھپا رکھے تھے.... ان میں ایک کافی قد آور اور ضخیم شحیم تھا۔ پیکسی اسی کو گھور رہی تھی۔

"رفعت!" اس نے آہستہ سے کہا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت اس پر چھینکوں کا دورہ پڑ گیا۔

"ارے.... بب.... باپ رے....!" عمران یک بیک بوکھلا گیا۔ وہ پیکسی کے چاروں طرف اس طرح ناچ رہا تھا جیسے پیکسی کوئی مشین ہو اور وہ اس میں کوئی ایسا پرزہ تلاش کر رہا ہو جسے ہاتھ لگاتے ہی چھینکیں رک جائیں گی۔ آخر اس نے اس کا منہ دبانے کی کوشش کی لیکن پیکسی اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"ہٹو اُدھر.... چھیں.... آچھیں....!"

"خدا غارت کرے۔" عمران اپنا سر پیٹ کر بولا۔ "اب ہو جائے گی دونوں کو پھانسی۔" یکایک تینوں نقاب پوش ہنس پڑے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "تم دونوں چور پہچان لئے گئے ہو۔"

"تم خود.... چچ.... چور.... چھیں....!" پیکسی چھینکتی اور بڑبڑاتی رہی۔ اسکی آنکھوں سے جھلاہٹ جھانک رہی تھی اگر میک اپ میں نہ ہوتی تو چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت بھی صاف نظر آ جاتی۔

"اچھا چھینکو....!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ "اب میں مرنے کے بعد ایک جاسوسی ناول لکھوں گا جس کا نام ہوگا چھینکوں کا شکار....!"

"اے.... اُدھر دیکھو....!" دفعتاً ایک نقاب پوش غرایا۔ "تم کس چکر میں تھے تم یعنی قزل بوغا اور پیکسی....!"

"ہم اس لئے بھاگے تھے کہ اب ایک مرغی خانہ قائم کر کے بقیہ زندگی یادِ خدا میں گزاریں۔" عمران نے جواب دیا۔

"لیکن تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ ہم تمہیں یہاں بند کر کے پولیس کو اطلاع دیں گے کہ قزل بوغا اور پیکسی فلاں عمارت میں موجود ہیں۔"

"لیکن پولیس فلاں عمارت کو کہاں تلاش کرتی پھرے گی۔ تمہیں عمارت کا نام اور مقام بھی بتانا پڑے گا۔"

"بتا دیں گے....!" نقاب پوش نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا بتا دو گے....!" عمران نے پوچھا۔

"جیو! تم بہت چالاک معلوم ہوتے ہو۔ ہم تمہیں نام بتا دیں تاکہ تم اس عمارت کے محلِ وقوع سے واقف ہو جاؤ۔"

"نہ بتاؤ! میں تو معلوم ہی کر لوں گا۔"

"کوشش کرو.....!" جواب ملا۔

پیکسی کی چھینکیں رک گئیں تھی اور اب وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے ناک سے "شوں شوں" کر رہی تھی۔ اس نے عمران کے قریب کھسک کر کہا۔ "یہ رفعت بالکل خاموش ہے۔ ابھی تک ایک بار بھی نہیں بولا۔ جانتا ہے کہ اگر بولا تو پہچان لیا جاؤں گا۔ اب میں سمجھ گئی ہوں۔ یہ لوگ ضرور ہمیں گرفتار کرادیں گے۔ اس طرح رفعت مطمئن ہو جائے گا کہ جو لوگ میریلین کے قاتل کی تلاش میں تھے خود کسی جرم میں ماخوذ ہو گئے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ احمقانہ انداز میں اُن تینوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اور اب تم لوگ جرہارڈی کے ساتھ کوئی لمبا فراڈ کرنا چاہتے ہو۔" نقاب پوش نے کہا۔

عمران نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ شاید وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

پیکسی کا خیال بھی غلط نہیں تھا۔ قد آور نقاب پوش نے ابھی تک اپنی زبان نہیں کھولی تھی بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سچ مچ اسے پہچان لئے جانے کا خدشہ ہو۔ اسکے برخلاف دوسرے نقاب پوش کئی بار گفتگو کر چکے تھے۔ لیکن عمران نے دونوں ہی کی آوازوں میں اجنبیت سی محسوس کی تھی۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو۔" عمران نے مُردہ سی آواز میں پوچھا۔

"تمہیں جیل میں دیکھنا ہی ہماری سب سے بڑی خواہش ہو سکتی ہے۔"

"تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"ہر شہری کا فرض ہے کہ قانون کا ہاتھ مضبوط کرے۔"

"میں قانون ہوں۔" عمران اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "آؤ میرے ہاتھ مضبوط کرو۔"

"ہاتھ کیا ہم تمہارے پاؤں بھی توڑ کر رکھ دیں گے۔"

عمران انہیں کچھ دیر باتوں میں الجھائے رہا پھر یک بیک اس نے اس پر چھلانگ لگادی۔ پھر زمین پر پیر لگتے ہی اس کا گھونسہ ایک نقاب پوش کے جبڑے پر پڑا اور وہ کراہ کر دوسری طرف الٹ گیا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اس نے دوبارہ اٹھنے میں دیر نہ لگائی ہو۔

اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی تھی لیکن پیکسی حیرت سے دیکھ رہی تھی کہ عمران تینوں پر بھاری پڑ رہا تھا۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے اپنے جبڑے نہ سہلائے ہوں۔

پھر پیکسی نے تھوڑی دیر بعد محسوس کیا کہ وہ تینوں دم دبا کر بھاگنے کے لئے کوشاں ہیں عمران بڑھ بڑھ کر ان پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ دفعتاً دراز قد نقاب پوش نے ایک کرسی کے پائے سے الجھ کر نکلنے کی کوشش کی لیکن پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران اس کی طرف جھپٹا اور پیکسی چیخی۔ "ارے وہ..... دونوں نکل گئے۔"

لیکن عمران مڑ کر دیکھے بغیر دراز قد نقاب پوش پر ٹوٹ پڑا.... ویسے یہ اور بات ہے کہ اس بار وہ خود ہی دھوکہ کھا گیا ہو.... نقاب پوش بڑی پھرتی سے اچانک ایک طرف کھسک گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عمران کسی چھپکلی کی طرح پٹ سے زمین پر گرا ہوگا۔ مگر وہ دراز قد نقاب پوش عمران سے زیادہ پھرتیلا نہیں تھا کہ بھاگ کر کمرے سے نکل جاتا... عمران نے اسے دروازے کے قریب جا لیا اور اس کی کمر پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا پھر کمرے کے وسط میں جا گرا۔

"ان دونوں کو جہنم میں جانے دو بیٹے۔ تم آج نہیں جا سکو گے۔ اس رات کو بھی محض اتفاق ہی تھا کہ تم نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔" عمران نے ہنس کر کہا۔

مگر اس کی ہنسی پیکسی کو بڑی بھیانک معلوم ہوئی اور وہ دوسرے ہی لمحے میں چیخی۔ "عمران سنبھل کر یہ بہت طاقت ور ہے.... خدا کے لئے پاگل نہ بنو۔"

دراز قد نقاب پوش کسی ایسے مینڈک کی طرح جو اچھلنے کے لئے تیار ہو فرش پر دوزانو بیٹھا ہوا عمران کو گھور رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟" عمران نے پیکسی سے کہا۔

"رفعت.....!"

"ہاہا.....!" عمران نے قہقہہ لگایا۔ "تم غلطی پر ہو۔ یہ جرہارڈی ہے۔ ہمارا نیا مالک.....!"

دفعتاً نقاب پوش نے اسی طرح بیٹھے ہی بیٹھے عمران پر چھلانگ لگادی اور پیکسی کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی۔ یہ چمک نقاب پوش کے ہاتھ میں دبے ہوئے خنجر کی تھی۔

پیکسی کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔ لیکن اس نے پھر نقاب پوش کو فرش پر گرتے دیکھا۔ عمران تو اب بھی دور کھڑا ہنس رہا تھا۔

نقاب پوش پھر اٹھا لیکن اب وہ خاموش نہیں تھا۔ اس کے منہ سے گالیاں اُبل رہی تھیں اور پیکسی کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی کیونکہ اس نے اس کی آواز پہچان لی تھی۔ وہ رفعت نہیں

بلکہ سچ مچ جرہارڈی ہی تھا۔

اس بار حملہ شدید تھا مگر خنجر دیوار پر پڑا۔ عمران جو ایک جانب کھسک گیا۔ بڑی تیزی سے پیچھے ہٹا اور جرہارڈی کے مڑنے سے پہلے ہی اس کی کمر پر ایک لات رسید کر دی۔ جرہارڈی کسی بھوکے شیر کی طرح دہاڑ کر اس کی طرف لپکا.... مگر عمران شاید اسے صرف تھکانا چاہتا تھا۔ وہ پھر جھکائی دے کر نکل گیا اور نکلتے نکلتے اس کی ٹانگوں پر ٹانگ ماردی۔ جرہاردی کسی تناور درخت کی طرح ایک بار پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"ارے.... اب کیوں خاموش کھڑی ہو۔" عمران نے پیکسی کو مخاطب کیا۔ "تم بھی چھینکنا شروع کر دو۔ شاید تمہاری چھینکیں ہی اسے ختم کر دیں۔"

"سور کے بچے خاموش رہو۔" جرہارڈی اٹھ کر دہاڑا اور اس نے عمران پر چھلانگ لگائی لیکن اس بار عمران کا گھونسا اس کے جبڑے پر پڑا اور لڑکھڑاتا ہوا ادھر چلا جہاں پیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ پیکسی چیخ کر عمران کی طرف بھاگی۔

عمران نے محسوس کر لیا کہ جرہارڈی اب تھک گیا ہے اس لئے اس نے اسے سنبھلنے کا موقع دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کی پیٹھ پر لات جڑ دی اور وہ دیوار سے جا ٹکرایا.... اس کی چیخ بھی بڑی کریہہ تھی۔

وہ لہرا کر فرش پر گرا اور اس طرح ہاتھ پیر پٹخنے لگا جیسے اس کا دم نکل رہا ہو۔ پیکسی عمران کے بازو سے لپٹی کھڑی بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

جرہارڈی ہاتھ پیر پھیکتا رہا۔

"یہ سب کیا ہے....!" پیکسی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"یہ گدھا! اپنے دیئے ہوئے روپے اس طرح وصول کرنا چاہتا ہے۔"

"تم جھوٹے ہو!" پیکسی ہذیانی انداز میں چیخی۔ "مجھے بتاؤ.... مجھے بتاؤ....!"

"صرف ایڈونچر.... اس وقت میں کسی فلم کا ہیرو معلوم ہو رہا ہوں اور تم ہیروئن.... اور وہ ویلن ہے لیکن اس منظر کے بعد ہماری شادی نہیں ہو سکے گی۔"

پیکسی اسے دھکیل کر الگ ہٹ گئی.... جرہارڈی ساکت ہو گیا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے جانکنی سے نجات مل گئی ہو اور اب وہ قیامت تک نہ اٹھ سکے گا۔

عمران اسے دیکھنے کے لئے آگے بڑھا اور پھر جھک کر اس کے چہرے سے نقاب الگ کرنے لگا۔

ایک بار پھر پیکسی کے حلق سے چیخ نکلی کیونکہ جرہارڈی کے دونوں ہاتھ اٹھ کر عمران کی گردن سے لپٹ گئے تھے.... دونوں میں پھر جدوجہد ہونے لگی۔ عمران اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جرہارڈی نے شاید اپنی ساری طاقت صرف کر دی تھی۔

وہ دونوں گتھے رہے.... عمران کی گردن بُری طرح پھنس گئی تھی۔ وہ کافی قوت صرف کرنے کے باوجود بھی گردن چھڑانے میں ناکام رہا۔ پیکسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ عمران غفلت میں چوٹ کھا گیا ہے اور شاید اب جرہارڈی کے پنجے سے گلوخلاصی نہ ہو۔ ویسے بھی جرہارڈی عمران کے مقابلے میں دیو ہی تھا.... اور اب اس وقت پیکسی کو خیال آیا تھا کہ رفعت اور جرہارڈی ڈیل ڈول میں ایک ہی جیسے تھے۔ دفعتاً اس کی نظر اس خنجر پر پڑی جو جرہارڈی کے قریب ہی فرش پر پڑا ہوا تھا.... اس نے جھپٹ کر اسے اٹھا لیا اور پوری قوت سے جرہارڈی کے بازو پر ضرب لگائی۔

ایک کریہہ چیخ کے ساتھ جرہارڈی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی.... اور عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اس نے پھر جست لگائی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ جرہارڈی کے سینے پر سوار تھا۔

پھر وہ اس وقت تک اس کے چہرے پر مکے مارتا رہا جب تک کہ وہ سچ مچ ساکت نہیں ہو گیا۔

"اب تم نے رول ادا کیا ہے کسی ہیروئن کا۔" عمران نے پیکسی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

اب وہ بھی کسی تھکے ہوئے گدھے کی طرح ہانپ رہا تھا۔

"یہاں سے جلدی نکلو....!" پیکسی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"تم ذرا دیر اس کمرے میں ٹھہرو میں دیکھوں شاید اس عمارت میں فون بھی ہے۔"

"ڈرو نہیں! اب یہ حقیقتاً بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں ایک آدمی کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میریلین کا قاتل مل گیا ہے۔"

دوسری صبح وہ آدمی بھی ڈینی کے پیاک سرکس سے گرفتار کر لیا گیا جس نے جرہارڈی کے ایما پر میریلین کو قتل کیا تھا یہ سرکس کے مسخروں ہی میں سے تھا اور سو فیصدی جرہارڈی کا آدمی

تھا اور اس نے اسی طریقے سے میریلین کو قتل کیا تھا جس کے متعلق عمران اور پیکسی میں پہلے ہی گفتگو ہو چکی تھی۔ بلو پائپ جس کے ذریعے زہریلی سوئی میریلین کی طرف پھینکی گئی تھی شہنائی ہی کی شکل کا تھا۔ یہ گرفتاری جرہارڈی کے اقرار جرم کے بعد عمل میں آئی تھی۔

کیپٹن فیاض نے جرہارڈی پر تشدد کی انتہا کر دی تھی تب کہیں جا کر اس سے کچھ اگلوا لینے میں کامیاب ہوا تھا۔۔۔ اس قتل کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ ڈینی کا سرکس ویران ہو جائے۔ محض میریلین کی وجہ سے اس کی گیلریاں تماشائیوں سے بھری رہتی تھیں۔ سرکس کے مسخرے کو پولیس کے حوالے کر دینے کے بعد عمران اور فیاض ڈینی کے آفس میں آبیٹھے وہاں پیکسی بھی موجود تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے گہرا غم مترشح تھا۔

"دیکھا آپ نے۔۔۔!" ڈینی مسکرا کر بولا۔ "میری دونوں ہی باتیں صحیح نکلیں۔ یعنی لیمی بے قصور تھا اور یہ حرکت جرہارڈی ہی کی تھی۔"

"کالی تصویر نے غلط فہمی پھیلائی تھی۔" عمران بولا۔ "اگر وہ اس طرح میرے ہاتھ سے نہ چھنی جاتی تو۔۔۔ مگر سوپر فیاض۔۔۔ لیمی نے اس کے متعلق کیا بتایا تھا۔۔۔!"

"بھئی اس نے جو کچھ بھی بتایا تھا سچ ہی بتایا تھا لیکن مجھے یقین نہیں آیا تھا اس لئے میں نے اس کے علاوہ تمہیں اور کچھ نہیں بتایا تھا کہ تصویر کی پشت والی تحریر میریلین ہی کی تھی۔ ویسے تو لیمی پورا فلسفی ہے۔ پتہ نہیں وہ اس سرکس میں کیوں جھک مار رہا ہے۔ فلسفی اور سرکس بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔ وہ اپنی عاشق لڑکیوں کو کالی تصویریں بھیجتا تھا اور انہیں لکھتا تھا کہ وہی اس کا اصل روپ ہے۔ سڈول جسم اور خوبصورت خدوخال سب فریب ہیں! لہٰذا انہیں فریب سے محبت نہ ہونی چاہئے۔ لیکن جو اصلیت ہے اس سے بھی انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی کیونکہ خوبصورتی پر جان دینا آدمی کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے اور پتہ نہیں کیا کہا تھا اس نے مجھے یاد نہیں۔"

"بہر حال پروگرام یہ تھا کہ میریلین کو قتل کر کے ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ شبہ لیمی پر ہو اسی لئے اس واردات سے پہلے۔۔۔!" عمران نے رک کر سانس لی اور پھر بولا۔ "اس واردات سے پہلے میریلین کے تصویروں کے مجموعے میں ایک کالی تصویر رکھ دی گئی! شاید میریلین کو بھی علم تھا کہ لیمی اپنے مداحوں کو کالی تصویریں بھیجتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس تصویر کو اپنے مجموعے میں دیکھ کر الجھن میں پڑ گئی ہو گی۔ لیکن اس نے لیمی سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھا البتہ اس

نے وہ جملہ اس تصویر کے اوپر لیمی کے سامنے ہی لکھا تھا چونکہ تصویر لیمی کی نہیں تھی اس لئے لیمی نے اس سے اس کے متعلق کچھ پوچھا بھی نہیں یا ممکن ہے پوچھا بھی ہو۔"

"اس نے پوچھا تھا۔" فیاض بولا۔ "لیکن اسے کوئی تشفی بخش جواب نہیں ملا تھا ملتا بھی کیسے جب کہ میریلین اسے لیمی ہی کی تصویر سمجھتی تھی بلکہ اسے تو لیمی کے استفسار پر غصہ آ گیا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔!" عمران نے کہا۔ "اور اس تحریر کے متعلق بھی لیمی کو تشویش نہ ہوئی ہو گی کیونکہ وہ میریلین کا ایک پسندیدہ جملہ تھا جسے وہ اکثر زبان سے بھی دہراتی رہتی تھی۔ وہ اس نے کسی فلم میں سنا تھا۔ بہر حال وہ تصویر اس کے مجموعے میں اسی لئے رکھی گئی تھی کہ اس کی موت کے بعد پولیس لیمی کے خلاف شبہات میں مبتلا رہے۔۔۔ ادھر اس کا دم نکلا تھا اور ادھر ساری تصویریں اس کے صندوق سے نکال کر اس انداز میں بکھیر دی گئیں کہ خواہ مخواہ ان پر نظر پڑے۔۔۔ پھر وہ کالی تصویر اس طرح اچک لی گئی! لامحالہ یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اس کالی تصویر کا تعلق اس قتل سے یقینی طور پر ہو گا ورنہ وہ اس طرح اتنی دیدہ دلیری سے کیسے اڑا لی جاتی۔ مجرم چونکہ اس سرکس سے متعلق تھا اس لئے وہ مجھے اچھی طرح پہچانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ میں نے یہاں یہ ڈھونگ اس لئے پھیلایا ہے! وہ میری اور پیکسی کی گفتگو بھی سنتا رہا تھا۔ اسی لئے اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں رفعت پر بھی شبہ کر رہا ہوں یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں نے رفعت کے گرد جال بننا شروع کر دیا۔۔۔ مجھ پر اس وقت خنجر پھینکا گیا جب رفعت بھی پنڈال میں موجود تھا اور پیکسی نے نہ صرف اسے دیکھ لیا تھا بلکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ خنجر رفعت کے علاوہ اور کسی نے نہیں پھینکا۔ وہ خنجر میں نے نشانات کے لئے تم تک پہنچایا۔۔۔ لیکن اس پر کسی قسم کے نشانات نہیں ملے! نوٹ پر رفعت کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔۔۔ اس کے بعد سے باقاعدہ طور پر میری نگرانی ہونے لگی۔ پھر ایک رات ان لوگوں نے مجھے درندوں کے کٹہرے کے قریب گھیر لیا۔ ان میں ایک آدمی رفعت ہی کے ڈیل ڈول والا تھا! پیکسی بھی یہی سمجھتی تھی کہ وہ رفعت ہی ہے۔۔۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اندھیرے میں اس کے ہیولا پر نظر پڑتے ہی میں نے بھی یہی سمجھا تھا لیکن جب وہ لوگ لڑتے لڑتے خواہ مخواہ بھاگ نکلے تو مجھے سوچنا پڑا۔۔۔ اگر وہ لوگ چاہتے تو اس وقت میری چٹنی بنا ڈالتے کیونکہ وہ حملہ میرے لئے غیر متوقع تھا اور میں بُری طرح بوکھلا گیا تھا اگر وہ چاہتے تو میں حقیقتاً بُری طرح پٹ جاتا مگر وہ لوگ یک بیک بھاگ نکلے۔۔۔ جرہارڈی بذات خود اس مہم میں

شریک ہوا تھا اور اسی لئے شریک ہوا تھا کہ اس پر رفعت کا دھوکا ہو۔

رفعت اس لئے اس معاملے میں گھسیٹا جا رہا تھا کہ میں اسے وہی آدمی سمجھوں جس نے میرے ہاتھ سے کالی تصویر چھینی تھی.... رفعت لیمی کا عقیدت مند ہے اس لئے مجھے یقین ہو سکتا تھا کہ اس نے لیمی کی جان بچانے کے لئے وہ کالی تصویر پولیس کے ہاتھوں میں نہیں جانے دی تھی.... میں یہی سوچتا مگر مجرم حماقتوں پر حماقتیں کرتے چلے گئے۔ انہوں نے مجھے گھیرا اور خواہ مخواہ بھاگ نکلے اسی جگہ سے میں نے جرہارڈی کی فکر شروع کر دی۔ میں نے اسی رات کو پیکسی کی چھولداری میں بیٹھ کر بہ آواز بلند ایک پروگرام مرتب کیا آواز اس لئے اونچی رکھی تھی کہ باہر سے سننے والوں کو ہماری گفتگو لفظ بلفظ سنائی دے.... یہی ہوا.... اور پھر کل ہم دونوں جرہارڈی کی سرکس میں جا پہنچے۔ چونکہ جرہارڈی سب کچھ سن چکا تھا اس لئے اس نے فوراً ہی ملازمت دے دی۔ اور وہ اتنا بے صبرا ہو رہا تھا کہ پچھلی رات کے بعد ہی اس نے ہمیں پھر خواہ مخواہ چھیڑا....

اور اس وقت بھی اس کا یہی ارادہ تھا کہ کچھ دیر دھول دھپا کرنے کے بعد بھاگ کھڑا ہو گا۔ اس کے ساتھی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق اس سے پہلے ہی بھاگ گئے لیکن میں نے جرہارڈی کو الجھا دیا اور اطمینان سے اس کی مرمت کرتا رہا۔ اس وقت ہم تینوں کے علاوہ اس عمارت میں اور کوئی موجود نہیں تھا اس لئے مجھے اور بھی آسانی ہو گئی۔ اس کے ساتھی تو یہ سمجھ کر کہ اسکیم کے مطابق جرہارڈی پیچھے رہ گیا تھا لیکن وہ اپنی دانست میں مجھے کھلا رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ دیر بعد میرے ایک آدھ زوردار قسم کا ہاتھ رسید کر کے نکل جائے گا۔ لیکن جب میں نے اس کے نام سے للکارا تو وہ خونخوار ہو گیا.... اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس سے تم بھی واقف ہو۔"

عمران خاموش ہو گیا.... اور پھر ڈینی ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"ماسٹر عمران میں آپ کو کبھی نہ بھلا سکوں گا۔ آپ واقعی عجیب ہیں.... گریٹ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ یہی پیشہ اختیار کر لیں تو کیا حرج ہے۔"

"میں گڑ کی جلیبیاں بھی نہایت نفیس بنا سکتا ہوں مسٹر پیکاک.... لیکن آج تک کسی حلوائی نے لفٹ نہیں دی۔"

"میں نہیں سمجھا جناب....!"

"گڑ کی جلیبیاں کھائی جاتی ہیں! سمجھی نہیں جاتیں! اچھا ٹاٹا.... سوپر فیاض....!" عمران اٹھ گیا۔

لیکن ابھی اس نے میدان بھی پار نہیں کیا تھا کہ اسے پیکسی کی آواز سنائی دی اور وہ رک کر ٹھہرا... پیکسی بے تحاشا دوڑتی ہوئی اسکی طرف چلی آ رہی تھی اس کے ہاتھ میں ایک نوٹ بک تھی۔

"یہ میری آٹوگراف بک ہے۔" اس نے قریب آکر دردناک لہجے میں کہا۔ "اس پر کچھ لکھ کر اپنے دستخط بنا دیجئے جناب۔"

عمران نے نوٹ بک اس کے ہاتھ سے لے کر لکھنے لگا۔

"آدمی سنجیدہ ہو کر کیا کرے جب کہ وہ جانتا ہے کہ ایک دن اسے اپنی سنجیدگی سمیت دفن ہو جانا پڑے گا۔"

"ٹپ....!" ایک موٹا سا قطرہ آٹوگراف بک پر گرا.... عمران نے سر اٹھا کر پیکسی کی طرف دیکھا وہ رو رہی تھی۔

"کیوں؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں یہ سمجھی تھی کہ تم میرے ہی ہم پیشہ ہو۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "اس لئے میں نے سوچا تھا کہ ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ لیکن.... لیکن....!"

وہ پھوٹ پڑی.... اور پھر اس کے ہاتھ سے آٹوگراف بک چھین کر بھاگتی چلی گئی۔ عمران اسے دیکھتا رہا.... جب وہ پنڈال میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف مڑ گیا۔

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 27

سوالیہ نشان

(مکمل ناول)

پیشرس

اس کہانی کی شروعات ہی سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے! اور سوالیہ نشان اس وقت تک ذہن میں چکراتا رہتا ہے جب تک کہ سچ مچ ایک سوالیہ نشان کہانی میں داخل نہیں ہو جاتا۔ اس بار عمران ایک ایسے آدمی سے ٹکرایا ہے جو خود اسی کی طرح پُر اسرار تھا۔ یعنی خود اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی شکل نہیں دیکھی تھی! اس کا طریق کار بھی عمران ہی کا سا تھا۔ اس کہانی میں آپ کو روشی بھی ملے گی۔ عمران سیریز کے سلور جوبلی نمبر میں اسی کی کمی بہت شدت سے محسوس کی گئی تھی۔ مگر اس کہانی میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکل سکی تھی۔

بعض احباب کچھ کرداروں کے لئے مصر ہوتے ہیں کہ انہیں اکثر لایا جائے، میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسا ہو سکے لیکن بعض کہانیوں میں یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کرداروں کو ان میں کھپانے کے لئے کسی معقول جواز کی بھی ضرورت پیش آتی ہے.... اور جواز مجھے نہیں ملتا۔ اسی لئے بعض اوقات میں اکثر فرمائشات پوری کرنے سے قاصر رہتا ہوں.... پھر بھی کوشش یہی کرتا ہوں کہ پڑھنے والوں کے زیادہ سے زیادہ مطالبات پورے کر سکوں؟

آپ نقالوں کے سلسلے میں بھی مجھے بور کرتے ہیں! یہ آپ کی زیادتی ہے.... ارے بھئی اگر کسی نے میرے کرداروں مثلاً فریدی، حمید، قاسم اور عمران کے نام اپنا کر ناول لکھنے شروع کر دیئے ہیں تو اس سلسلے میں میں کیا کر سکتا ہوں! مجھے تو اپنے ان "کماؤ پوتوں" پر فخر ہے جو دوسروں کا ذریعہ معاش بن کر بھی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں....! مجھے اس پر ذرا بھی غصہ نہیں آتا! بس صرف اتنی سی بات گراں گزرتی ہے کہ لکھنے والے اپنے باپ کا نام بتانے کی بجائے میرے ہی باپ کا نام بتانے لگتے ہیں! وہ بھی اس انداز میں کہ میں ہی معلوم ہوں اور وہ ایک آدھ نقطے کے فرق سے کتابیں خریدنے والوں کو دھوکا دے نکلیں۔

ویسے آیئے میں آج آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں!.... وہ یہ کہ باپ کا نام بتائے

بغیر کوئی جاسوسی ناول نویس کامیاب ہو ہی نہیں سکتا.... مگر شرط یہ ہے کہ نام میرے ہی باپ کا بتایا جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آج کل پھر نجی قسم کے خطوط کا زور بڑھنے لگا ہے۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ مجھے ذاتی خطوط کے جوابات لکھنے کا وقت نہیں ملتا.... آپ کو جواب نہیں ملتا تو آپ بے حد خفا ہوکر دوسرا خط لکھ دیتے ہیں.... میں آپ کی محبت اور خلوص کا بے حد مشکور ہوں! اس وقت اور زیادہ مشکور ہوں گا جب آپ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے جواب پر مصر نہ ہوں گے۔

بعض مقامی احباب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ وہ مجھ سے میری کتابوں ہی میں ملا کریں! کتابوں کے باہر میں بے حد بور نظر آؤں گا۔ اتنا کہ شائد پھر آپ میری کتابیں ہی پڑھنا چھوڑ دیں۔

آپ ملیں گے.... اور جتنی دیر بھی یہ ملاقات جاری رہے گی میں آپ کو بازار کے نرخوں کے اتار چڑھاؤ پر بور کرتا رہوں گا اور آپ میرے متعلق ایسی لغو رائے قائم کر کے اٹھیں گے کہ بس....!

اب میں کیا کروں عادت ہی ہے میری علیک سلیک کے بعد سب سے پہلے یہی عرض کروں گا کہ مسور کی دال کے دام بہت چڑھ گئے ہیں! ہلدی بہت واہیات آرہی ہے.... ارے صاحب آخر کوئی کیونکر جئے جب کہ چار چار دن کا سیکنڈ ہینڈ گوشت بھی اتنا گراں ملتا ہے۔

آپ میری شکل دیکھ کر سوچیں گے کہ شائد ریزر بلیڈ کے دام بھی بہت زیادہ چڑھ گئے ہیں۔

ابنِ صفی

۲۹ر جنوری ۱۹۵۸ء

صفدر نے بائیں پیر کی ایڑی پر گھوم کر پیچھے آنے والے کے گال پر تڑاخ سے ایک تھپڑ رسید کیا اور فٹ پاتھ کی بھیڑ کائی کی طرح پھٹ گئی۔ جس کے گال پر تھپڑ پڑا تھا یہ ایک خوش پوش اور صحت مند جوان تھا.... وہ ششدر رہ گیا۔ صفدر حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ "تم کمینے ہو!.... پچھلے سال تم نے میری مرغی کے بچے چرالئے تھے اور آج بکری کے بچے کی ٹانگ توڑ دی.... سور کے بچے نہیں تو....

آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو غصہ آگیا تھا اور انمیں سے کئی بیک وقت صفدر پر ٹوٹ پڑے۔

جس شریف آدمی کے گال پر تھپڑ پڑا تھا اس نے شائد اسی میں عافیت سمجھی تھی کہ چپ چاپ وہاں سے کھسک ہی جائے.... خواہ مخواہ بھرے مجمع میں اس کی توہین ہوئی تھی۔

صفدر پر چاروں طرف سے ہاتھ ہی ہاتھ پڑ رہے تھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی بدولت کم سے کم مار کھاتا ہوا چیخ رہا تھا۔ "تم سب چور ہو!.... مرغی چور.... بکری چور....!"

"پاگل ہے.... ارے.... پاگل ہے.... چھوڑو.... ہٹو....!" کسی نے کہا۔

لیکن فوری طور پر اُسے نہیں چھوڑا گیا۔ ایک آدھ ہاتھ پڑتے ہی رہے!.... پھر اس کے گرد ایک حلقہ سا بن گیا.... لوگ وہیں کھڑے رہے اور صفدر اس طرح اچھلتا کودتا رہا جیسے کسی نادیدہ دشمن پر لاٹھیاں برسا رہا ہو۔

اُس کے گرد بھیڑ بڑھتی گئی اور فٹ پاتھ کا وہ ٹکڑا جہاں صفدر اپنے پاگل پن کا مظاہرہ کر رہا تھا راہ گیروں سے بھر گیا۔ تب دو تین ڈیوٹی کانسٹیبل لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔

مجمع ہٹانے میں انہیں کافی دشواریاں پیش آئیں لیکن بہر حال وہ فٹ پاتھ کے اُس ٹکڑے کو خالی کرانے میں کامیاب ہو ہی گئے اب وہاں صفدر کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن وہ اب بھی اُسی طرح اچھل کود رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے ہوش ہی نہ ہو۔

بدقت تمام کانسٹیبلوں نے اسے قابو میں کیا۔

"تم کون ہو!" ایک نے اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے پوچھا۔

"میں انار کلی کا بھتیجا ہوں.... اور پھر تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔ جاؤ اپنا راستہ لو.... میں اس وقت غصے میں ہوں۔"

"ارے پاگل ہے۔" ایک نے دوسرے سے کہا۔

"چلو پاگل ہی سہی....! تمہارے گھر تو کچھ مانگنے نہیں جاتا۔" صفدر نے اکڑ کر کہا۔

"اپنا راستہ لو.... ورنہ مار مار کر بھس بھر دوں گا۔"

"تم مار پیٹ کر رہے تھے....!" ایک دہاڑا۔

"تمہیں تو نہیں مار اپیٹا.... کھسکو یہاں سے ورنہ....!"

"لے چلو! سالے کو.... خطرناک معلوم ہوتا ہے۔" دوسرے نے کہا۔

"ہٹ جاؤ.... بھاگ جاؤ" صفدر ان کی طرف جھپٹا اور پھر وہ چاروں طرف سے اس پر پل پڑے..... تھوڑی ہی دیر بعد صفدر نیچے تھا اور دو کانسٹیبل اُسے دبوچے ہوئے تھے۔

قریب کے کچھ دوکان داروں کی مدد سے وہ اس کے ہاتھ پیر باندھنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر شائد تھانے سے ٹرک طلب کرنے کے لئے ان میں ایک فون کرنے چلا گیا۔

❂

جولیانا فنٹر واٹر نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے! دوسری طرف سے توقع کے مطابق جواب ملنے میں دیر نہیں لگی! ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"یس....!"

"جولیانا سر....!"

"کیا خبر ہے۔!"

"صفدر پاگل خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"گڈ....! اُسے جو کام بھی سونپا جاتا ہے بحسن و خوبی انجام پاتا ہے۔!"

"مگر جناب! یہ قصہ کیا ہے۔"

جواب ملنے کی بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور جولیا بُرا سامنہ بنا کر رہ گئی۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر تنویر کے نمبر ڈائیل کئے۔

"آہا.. زہے نصیب...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تو یہ تم ہو! کانوں پر یقین نہیں آرہا..!"

"جس چیز پر یقین نہ ہو اُسے پاس رکھنا ہی فضول ہے۔ اس لئے اپنے کان اکھڑوا دو۔" جولیا نے بھی خوش مزاجی ہی ظاہر کی۔

"کیا....! مجھے کہیں دھکے کھلوانے کا خیال ہے۔" تنویر نے ہنس کر پوچھا۔

"نہیں....! بس یونہی خیال آیا کہ کئی دن سے تمہاری خیریت نہیں معلوم ہوئی۔"

"اور حقیقت ہے کہ خیریت تھی ہی نہیں!" تنویر نے کہا۔ "ادھر آج کل وہ مجھے براہِ راست احکامات دے رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔"

"آہا.... کیا تم ایکس ٹو کے متعلق کچھ کہہ رہے ہو....!"

"ہاں.... اُسی کے متعلق.... کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے عجیب و غریب حرکتیں شروع کر دی ہیں۔"

"میں نہیں جانتی!" جولیا نے اپنی آواز میں تحیر پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"کل اگر میں نے تھوڑی عقل نہ صرف کی ہوتی تو میری ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلتا۔"

"کیوں؟"

"تیمور اسٹریٹ میں ایک شراب خانہ ہے۔ ایور گرین! وہاں مجھے اس لئے بھیجا تھا کہ میں اس کے مالک کے سر پر ایک زور دار چپت رسید کر کے بھاگ آؤں۔"

"نہیں....!"

"یقین کرو....!"

"پھر تم نے کیا کیا؟"

"پہلے تو میں نے انکار کر دیا تھا! مگر پھر مجبوراً....؟"

"کیوں؟ تم تو ایکس ٹو کو اپنے جوتے کی نوک کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔"

"مگر بے عزتی سے بھی تو ڈرتا ہوں۔ میں نے پہلے انکار ہی کر دیا تھا۔ لیکن اُس نے دھمکی دی کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میرے سر پر سر بازار چپتیں پڑا کریں گی۔"

جولیا بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اچھا۔ اچھا.... ہنس لو...!" تنویر غالباً چڑ کر بولا تھا۔ "جس دن تم بھی اُس کے پاگل پن کا شکار ہوئیں اسی طرح مزاج پوچھوں گا۔"

"خیر تم بتاؤ کہ تم نے پھر کیا کیا تھا۔"

"سب سے پہلے میں نے حالات کا جائزہ لیا! فی الحال اس کھوپڑی ہی کو حالات سمجھ لو جس پر چپت پڑنے والی تھی.... وہ کھوپڑی انڈے کی طرح چکنی اور شفاف تھی۔ مگر میں نے اسے مناسب نہ سمجھا کہ وہاں شراب خانے ہی میں اس کی کھوپڑی پر چپت آزمائی کروں! ایسی صورت میں میری چٹنی بن جاتی.... بھاگتے راستہ نہ ملتا۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ کسی طرح موٹے اور پستہ قد آدمی کو شراب خانے سے باہر نکالا جائے۔"

"یعنی صرف چپت ضروری تھی۔" جولیا نے پوچھا۔ "یہ شرط نہیں تھی کہ چپت شراب خانے کے اندر ہی پڑے۔"

"نہیں! ایکسٹو نے وضاحت نہیں کی تھی۔"

"اچھا پھر کیا ہوا....؟"

"میں نے اُسے ایک بچے کے ہاتھ ایک خط بھجوایا جس میں لکھا تھا کہ براہِ کرم مجھ سے چوتھی گلی کے موڑ پر فوراً مل لیجئے۔ میں آپ کے فائدے کی ایک بات بتاؤں گی.... میں نے سوچا خط کسی عورت ہی کی طرف سے ہونا چاہئے تاکہ وہ دوڑا آئے۔ یہی ہوا بھی.... وہ خط دیکھتے ہی روانہ ہو گیا تھا اور لڑکے نے اپنی راہ لی تھی جیسے ہی وہ تیمور اسٹریٹ کی تیسری گلی کے سرے پر پہنچا اس کی کھوپڑی بلبلا کر رہ گئی۔ مجھے بھی بس مزہ ہی آ گیا تھا۔ شاید پہلی بار میں نے اتنی فراخ دلی سے کسی کی کھوپڑی پر اپنا ہاتھ آزمایا تھا.... اور پھر کیا اب یہ بھی بتاؤں کہ اس کے بعد میں کس طرح سر پر پیر رکھ کر بھاگا.... کاش میں اس کا حلیہ دیکھنے کے لئے وہاں رک سکتا۔"

"اُس کے بعد کیا ہوا۔"

"ایکس ٹو نے خود ہی فون کر کے میری اس محنت کی داد دی۔"

"تم غپ تو نہیں ہانک رہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"غپ ہانکنے کی ضرورت ہی کیا....!"

"پتہ نہیں کیا معاملہ ہے! میں خود بھی حیرت میں ہوں۔" جولیا نے کہا۔

"کیوں! کیا تم بھی کسی چکر میں پڑ چکی ہو۔"

"نہیں میں تو ابھی تک محفوظ ہوں۔ مگر صفدر پاگل خانے میں پہنچ چکا ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"اُس نے صدر میں ایک آدمی کو چانٹا مار دیا تھا۔ پھر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور پاگلوں کی سی حرکتیں کرتا رہا۔ آخر کار اُس کا حشر یہ ہوا کہ اس وقت وہ پاگل خانے میں ہے۔"

"اوہ.... کیا سچ مچ ایکس ٹو پاگل ہو گیا ہے۔"

"نہیں! وہ تو پاگل نہیں ہو سکتا۔ البتہ ہم سب ضرور ہو جائیں گے۔"

"آخر مقصد کیا ہے؟"

"اگر ہمت ہو تو اُسی سے پوچھ لو....!" جولیا نے کہا۔ "ویسے میرا خیال ہے کہ شائد وہ تمہیں بھی پاگل خانے ہی بھجوانا چاہتا تھا۔"

"خدا جانے....؟"

"اچھا...!" جولیا نے ایک طویل سانس لی اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔

کیا ایکس ٹو سچ مچ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے؟ نہ ناممکن بھی نہیں تھا؟

جولیا نے سوچا کہ وہ ایک الگ تھلگ رہنے والا آدمی ہے اور پھر اُسے ذہنی محنت بھی بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ تفریحات کا دلدادہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے اس کا دماغ الٹ جانا حیرت انگیز بھی نہیں ہو سکتا۔

وہ تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر سوچتی رہی پھر یک بیک اُسے عمران یاد آ گیا۔ لہٰذا وہ دوسرے ہی لمحے فون پر اس کے نمبر ڈائیل کر رہی تھی۔

سلسلہ مل گیا لیکن دوسری طرف سے کھانسیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"ہیلو....!" جولیا نے کھانسنے والے کو مخاطب کیا۔

"بکری کا گوشت چار آنے سیر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

جولیا نے عمران کی آواز پہچان لی۔ لیکن اُس کی حرکت پر اُسے بڑا غصہ آیا۔

"کیا بات ہے.... تم بہت خوش معلوم ہو رہے ہو!" جولیا نے جلے کٹے لہجے میں کہا اور

دوسری طرف سے پھر آواز آئی "بکری کا گوشت چار آنے سیر....!"

"تم گدھے ہو....!" جولیا جھلا گئی۔ "بکواس بند کرو۔ تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"تم باتیں بھی کرتی رہو اور میں گوشت بھی بیچتا رہوں! ورنہ میری مٹی پلید ہو جائے گی۔"

"کیوں؟ کیا مطلب!"

"مطلب! اُسی چوہے ایکس ٹو سے پوچھو۔"

"یعنی....!"

"اس نے کہا ہے کہ اگر میں گوشت بیچنے سے ذرا بھی غافل ہوا تو مجھے بیچ سڑک پر مرغا بنا دیگا۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو یا میرا مضحکہ اڑانے کا ارادہ ہے۔"

"اگر میرے گوشت بیچنے میں تمہیں اپنا مضحکہ نظر آ رہا ہے تو تم نہ خریدنا مجھ سے.... بکری کا گوشت چار آنے سیر....!"

"صرف ایک منٹ کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"بیچ سڑک پر مرغا بننے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" عمران کی آواز کچھ خوفزدہ سی تھی۔

"کیا یہ حقیقت ہے....!"

"ہاں.... سو فیصدی حقیقت....!"

"کیا اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور پھر ہانک لگائی۔ "بکری کا گوشت چار آنے سیر۔ میں نے اُس سے پوچھا تھا کہ سیکرٹ سروس والوں نے یہ دھندا کیوں شروع کر دیا ہے لیکن اسکا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں سڑکوں پر بھی اسطرح چیختا پھرتا ہوں اور لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ صفدر پاگل خانے پہنچ گیا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں.... میرے سامنے ہی کی بات ہے۔ اُسے صدر میں پکڑا گیا تھا اور میں وہاں سے گوشت بیچتا ہوا سیدھا بندر روڈ کی طرف بھاگا تھا۔"

"میرے پیچھے درجنوں بچے تالیاں بجا رہے تھے۔"

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

"خدا کا غضب نازل ہو رہا ہے۔ ابھی اور ہوگا۔"

"لیکن اُس نے ابھی تک مجھے کوئی ایسا کام نہیں سونپا....!"

"تم سے سڑک پر جھاڑو دلوائے گا۔ ہو کس خیال میں....!"

"میں استعفیٰ دے دوں گی..... سمجھ میں نہیں آتا.... کیا کروں!"

"بس میرا مشورہ ہے کہ ابھی سے بطخ کی بولی بولنا شروع کر دو۔ شاید یہی کام اُسے پسند آجائے اور وہ تمہیں سڑک پر جھاڑو دینے کا حکم نہ دے؟"

"عمران سنجیدگی سے کچھ سوچو! اگر واقعی اُس کا دماغ خراب ہو گیا ہے تو ہم کسی سے فریاد بھی نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ ہمیں یہی نہیں معلوم کہ وہ خود کس کا ماتحت ہے؟"

"میں جانتا ہوں وہ کس کا ماتحت ہے۔"

"کس کا ماتحت ہے....!"

"ایکس ون کا....!"

"یہ کیا بلا ہے....!"

"پامیر نات میں ایک وادی ہے اس کا بادشاہ! جو نچلے دھڑ سے بلی اور اُوپری حصے سے گلفام معلوم ہوتا ہے.... کبھی میاؤں میاؤں بولتا ہے اور کبھی یہ شعر پڑھتا ہے۔

ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا"

"عمران....!"

"یس مائی ڈیئر فنٹر واٹر....! بکری کا گوشت....!"

"خاموش رہو۔"

"اگر یہ للکار ایکس ٹو نے سن لی تو فائدے میں نہ رہو گی۔"

"میں کہتی ہوں! سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کرو....!"

"میں تو صرف اس پر غور کرتا رہتا ہوں کہ بکری کا گوشت بہت سستا بیچ رہا ہوں کہیں کسی دن بکری کے میک اپ میں کتا نہ ذبح کرنا پڑے۔"

"تو میں یہ سمجھ لوں کہ اب تم بھی خود کو اس کے سامنے بے بس محسوس کرنے لگے ہو۔"

"کیا.... کیا جائے مجبوری ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ تو اندھیرے کا تیر ہے! پتہ نہیں کب اور کہاں آ لگے۔"

"اچھا تو یہی معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس کا مقصد کیا ہے۔"

"ضرورت کیا ہے۔ اسکا معاوضہ بھی اچھا خاصا ہی ملے گا۔ تم اگر معقول معاوضے پر مجھ سے مکھیوں کا اسٹاک کرانا چاہو تو میں اس پر بھی تیار ہو جاؤں گا کیونکہ آجکل میرا بنک بیلنس کم ہو رہا ہے۔"

"جہنم میں جاؤ....!" جولیا نے جھلا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کی الجھن اور زیادہ بڑھ گئی۔

عمران نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ "تمہیں میری طرف سے کیا حکم ملا تھا....!" عمران نے پوچھا۔

"حکم.... نہیں تو.... کچھ بھی نہیں.... جناب! آپ کس حکم کے متعلق کہہ رہے ہیں۔"

"اچھا مجھ سے وہیں ملو جہاں ہم ملا کرتے ہیں....!"

"بہت بہتر جناب....!"

عمران سلسلہ منقطع کر کے لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس نے بلیک زیرو کو اسی فون سے رنگ کیا تھا جس کے نمبر ٹیلی فون ڈائریکٹری میں موجود تھے۔

باہر آ کر اُسے اس علاقے تک پیدل جانا پڑا جہاں کرائے کے گیراج تھے۔ انہیں میں ایک میں عمران کی کار بھی رہتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا.... بلیک زیرو نے بھی وہاں پہنچنے میں جلدی ہی کی تھی۔

وہ ڈائننگ ہال میں ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔

"میں آپ کی اس کال کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ صفدر پاگل خانے پہنچ گیا ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ کب؟" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آج شام کا واقعہ ہے اور کیا تمہیں علم ہے کہ تنویر نے ایک شریف آدمی کے سر پر چپت رسید کی تھی اور وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔"

"میں اس کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"اچھا! اُدھر پچھلے ایک ہفتے کے اندر تمہیں میری طرف سے تو کوئی ایسا پیغام نہیں ملا جس پر تمہیں حیرت ہوتی۔"

"جی نہیں قطعی نہیں....!"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ "کوئی ایکس ٹو اور اس کے ساتھیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"یہ کیسے معلوم ہوا۔"

"ان دونوں کو ایکس ٹو ہی کی طرف سے ایسے پیغامات موصول ہوئے تھے۔"

"یقین کیجئے! میں نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔" بلیک زیرو بوکھلا گیا۔

"مجھے تم پر اعتماد ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ ممکن ہے کہ کسی نے ایکس ٹو کا پرائیویٹ فون ٹیپ کر کے اس کے چند ساتھیوں کے متعلق معلومات فراہم کر لی ہوں اور اس کی آواز کی نقل اتارنے کی مشق کر ڈالی ہو.... مگر یہ حرکتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ وہ ایکس ٹو یا اُس کے ساتھیوں کا صورت آشنا نہیں ہے! اُس نے فون ہی پر صفدر کو پاگل پن کا سوانگ رچانے کی ہدایت دی اور جگہ بتا دی جہاں اُسے ہنگامہ برپا کرنا تھا.... پھر از خود بھی وہیں پہنچ کر ہنگامہ برپا کرنے والے کو پہچان لیا کہ یہ صفدر ہے۔ اسی طرح تنویر کو بھی گھر سے نکال کر اس جگہ لے گیا جہاں اسے ایک آدمی کے سر پر چپت رسید کرنی تھی۔

چلو تنویر بھی نظر میں آ گیا.... جولیا پر بھی اس کی نظر عنایت ہو گئی ہے لیکن اُس سے ابھی تک اس قسم کا کوئی کام نہیں لیا گیا۔"

"مگر سنئے تو سہی....!" بلیک زیرو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "جو شخص بھی یہ حرکت کر رہا ہے یہ بھی سمجھتا ہو گا کہ آپ اس سے آگاہ ہو جائیں گے....!"

"کھلی ہوئی بات ہے۔" عمران نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"پھر میرا خیال ہے کہ اُس سے حماقت ہی سرزد ہوئی ہے....!"

"ممکن ہے۔!" عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"کیا بقیہ لوگ محفوظ ہیں!" بلیک زیرو نے کہا۔

"ابھی تک کی رپورٹ کے مطابق! ان تینوں کے علاوہ اور کسی کو اس قسم کے پیغامات نہیں ملے.... خیر بہر حال اب میں نے پرائیویٹ فون کا استعمال ترک کر دیا ہے.... غالباً اُسی نمبر پر کہیں اور بھی کالیں ریسیو کی جا رہی ہیں۔ ایسا ممکن ہے.... اب میں تمہیں عمران کے نمبروں سے پیغامات دیا کروں گا اور تم ایکس ٹو کی حیثیت سے اُنہیں دوسروں تک پہنچایا کرنا!"

"بہت بہتر! اب ایسا ہی ہو گا جناب!"

"مس جولیا اور تنویر کے علاوہ سبھوں کو مطلع کر چکا ہوں کہ اب وہ ایکس ٹو کے پرائیویٹ نمبروں پر رنگ کرنا ترک کر دیں! انہیں میں نے تمہارے نمبر دیئے ہیں اس لئے بہت زیادہ محتاط رہو! بس فی الحال مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔"

عمران اٹھ گیا۔

پھر کچھ دیر بعد اس کی کار جولیانا فنٹز واٹر کے مکان کے سامنے رکی! وہ اتر کر برآمدے میں آیا اور کال بل کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اندر سے قدموں کی آواز آئی۔

"کون ہے!" جولیا نے دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا۔

"بکری کا گوشت....!" عمران نے جواب دیا۔

دروازہ کھل گیا اور جولیا دونوں گھونسے اٹھا کر اس کی راہ میں حائل ہو گئی۔

"جاؤ.... بھاگ جاؤ....!" اس نے کہا۔

"کیا تم بھی صفدر ہی کے پاس پہنچنا چاہتی ہو۔"

"سوچتے سوچتے میرا ذہن تھک گیا ہے اس لئے اب میں صرف سونا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہارے لئے خواب آور گولیاں لایا ہوں! بکری کا گوشت....!"

"دفع ہو جاؤ.... خدا کے لئے بور نہ کرو۔"

"میں تمہیں ایک دلچسپ کہانی سناؤں گا.... پیچھے ہٹو ورنہ پھر تم ساری رات نہ سو سکو گی۔ بیوقوف کے عقل کہاں ہوتی ہے کہ وہ سوچے گا کہ رات آرام کے لئے بنائی گئی ہے۔"

جولیا پیچھے ہٹ گئی اور عمران نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا.... جولیا بڑبڑاتی ہوئی واپسی کے لئے مڑ گئی تھی۔

عمران اس کے پیچھے چلتا ہوا نشست کے کمرے میں پہنچا۔

"ہاں بور کرو۔" جولیا جھٹکے کے ساتھ کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"یہ کمرہ بہت سلیقے سے سجایا گیا ہے....!" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کہیں ایسا ہی ایک کمرہ دیکھ چکا ہوں....!"

"خدا کے لئے جو کچھ بھی کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو.... مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"تم سو جاؤ.... میں کہتا رہوں گا۔"

جولیا اُسے غصیلی نظروں سے گھورتی رہی.... عمران نے بڑے اطمینان سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور اُسے پھاڑنے لگا۔

"ارے تم خاموش ہو گئے....!" جولیا جھلا کر بولی۔ "میں سچ کہتی ہوں پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دوں گی۔"

"پرواہ مت کرو! اس طرح صفدر کی تنہائی بھی رفع ہو جائے گی ویسے کیا تمہیں بھی پاگل ہو جانے کا حکم ملا ہے.... بکری کا گوشت چار....!"

"خاموش رہو....!" جولیا برا سا منہ بنا کر بولی۔ "ایکس ٹو یقیناً پاگل ہو گیا ہے۔"

"کتنی بار یہی جملہ دہراؤ گی.... کیا تمہیں بھی!"

"ہاں.... مجھے بھی۔ لیکن میں اب اس کے متعلق نہیں سوچ رہی! مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تم نے سنجیدگی سے میرے سوالات کا جواب نہ دیا تو ہمیشہ کے لئے سو جاؤ گی۔"

"کیا مطلب....!"

"حالات ایسے ہی ہیں! ایکس ٹو کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ صفدر اور تنویر پر کیا گذری۔"

"صاف صاف بتاؤ....!"

"ایکس ٹو نے اس قسم کے احکامات نہیں جاری کئے تھے!"

"پھر تم بکری کا گوشت کیوں بیچتے پھرتے ہو۔" جولیا نے جلے کٹے لہجہ میں کہا۔

"میرے نصیبوں میں یہی ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن میں تمہیں ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں.... ایکس ٹو تو بیچارا کئی دنوں سے بیمار ہے۔ اُس نے پچھلے ہفتے سے اب تک میرے علاوہ اور کسی سے گفتگو نہیں کی۔"

"پھر....؟" جولیا یک بیک اچھل پڑی۔

"کوئی اس کا پرائیویٹ فون ٹیپ کرتا رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اُس نے ایکس ٹو بننے کی بھی کوشش کی ہے۔!" عمران نے کہا اور اس سلسلے میں وہ سارے نکتے بیان کر دیئے جن پر بلیک زیرو سے بھی گفتگو کر چکا تھا۔

"مگر اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"فی الحال ہمیں مقصد کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے۔ اب تم بتاؤ کہ اس نے تم سے کیا کہا ہے۔"

"ابھی تک تو وہ مجھ سے محض صفدر کے متعلق رپورٹیں لیتا رہا ہے۔ مگر شائد دو گھنٹے پہلے کی بات ہے کہ اس نے ایک کام مجھے بھی سونپا تھا۔ لیکن میں اس کی نوعیت کے متعلق چکرا رہی تھی۔"

"کیا کام تھا....!"

"بس اتنا کہ کل میں دس سے گیارہ بجے تک میونسپل ٹاور کے نیچے کھڑی رہوں۔ میرے ہاتھوں میں تازہ گلابوں کا ایک گلدستہ ہونا چاہئے۔"

"اوہ....!" عمران نے ایک طویل سانس لی۔

"کیوں کیا نتیجہ اخذ کیا تم نے....!" جولیا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی میں کوئی نتیجہ نہیں اخذ کر سکا لیکن تمہیں ایک مشورہ ضرور دوں گا۔"

"کیا؟"

"تم جانتی ہو! روشی کہاں رہتی ہے؟"

"ہاں جانتی ہوں!"

"تمہیں کچھ دن روشی کے فلیٹ میں قیام کرنا پڑے گا اور روشی تمہاری جگہ لے گی۔"

"یعنی وہ یہاں آکر رہے گی۔" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"یقیناً....! اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔"

"آخر کیوں؟"

"کیا میں نے ابھی نہیں کہا کہ اس طرح وہ نامعلوم آدمی ایکس ٹو کے ماتحتوں سے روشناس ہونا چاہتا ہے۔"

"پھر....! روشی سے بھی کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ وہ تم سے تعلق رکھتی ہے۔"

"میں کہتا ہوں مجھ سے بحث نہ کرو۔"

"میں ایکس ٹو کی اجازت حاصل کئے بغیر ایسا نہیں کر سکتی۔"

"اُسے تکلیف نہ دو وہ بیمار ہے....!"

"کچھ بھی ہو! زبان ہلانے سے مر نہیں جائے گا۔"

"اچھی بات ہے چلو وہاں اُس کمرے میں جہاں فون ہے۔"

"میں خود ہی جا کر معلوم کئے لیتی ہوں۔"

"کیا وہ اتنا احمق ہے کہ ٹیپ کئے جانے والے نمبروں پر اپنے کسی ماتحت سے گفتگو کرے گا۔"

"پھر....!"

"اُس نے مجھے دوسرے نمبر نوٹ کرا دیئے ہیں! لیکن اُس کی خواہش ہے کہ وہ مجھ تک ہی محدود رہیں! میں نمبر ڈائیل کروں گا۔ تم گفتگو کر لینا۔"

"چلو....!" جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ فون اس کی خواب گاہ میں تھا۔

عمران نے یہاں آکر اس طرح بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے کہ جولیا انہیں نوٹ نہ کر سکی۔ پھر اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "میں عمران بول رہا ہوں۔ جولیانا میری تجویز سے اتفاق نہیں رکھتی۔"

پھر وہ کچھ سنتا رہا اور اس کے بعد ریسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔ وہ کچھ مضمحل سی نظر آنے لگی تھی۔

"یس اٹ از جولیانا سر....!" جولیا نے ماؤتھ پیس میں کہا اور عمران کی تجویز دہرا کر دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سننے لگی، کئی بار اُس کے چہرے پر زردی سی نظر آئی تھی۔

آخر کار اس نے سلسلہ منقطع کر کے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیوں؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ تم پر اتنا اعتماد کیوں کرتا ہے۔"

"کیونکہ میری طرف سے بے اعتمادی اب تک بہتوں کو لے ڈوبی ہے۔"

"وہ کہتا ہے کہ میں بے چون و چرا تمہارے مشوروں پر عمل کروں!"

"تم بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"کچھ نہیں، میں وہی کروں گی جو ایکس ٹو کہے گا۔"

"بس تو تم ابھی اور اسی وقت روشی کے فلیٹ میں پہنچ جاؤ۔ میں اُسے فون پر سب کچھ سمجھا دوں گا۔"

"اگر میری کالیں بھی ٹیپ کی جاتی ہوں تو!" جولیا نے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہو رہا۔"

"مگر کس بناء پر خیال ہے۔"

"اس بناء پر کہ تم اس دوران میں کئی بار مجھ سے فون پر گفتگو کر چکی ہو! لہٰذا اگر یہی بات ہوتی تو مجھے بھی ایسی ہی کسی اوٹ پٹانگ حرکت پر مجبور کیا جاتا۔"

"پھر.... یہ بکرے کا گوشت....!"

"تمہاری تسکین کے لئے میں بجو کا گوشت بھی اسی ریٹ سے فروخت کر سکتا ہوں؟ بس اب تم جاؤ تمہیں دیر نہ کرنی چاہئے.... بقیہ میں دیکھ لوں گا۔"

دوسرے دن.... عمران میونسپل ٹاور کے سامنے والے ریستوران میں بیٹھا کسی خاص واقعے کا منتظر تھا۔ یہاں سے اُسے روشی صاف نظر آرہی تھی کیونکہ میونسپل ٹاور سے ریستوران کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔

روشی کے داہنے ہاتھ میں تازہ گلابوں کا گلدستہ تھا۔ اوپر ٹاور کی گھڑی پونے گیارہ بجا رہی تھی۔ عمران کی نظریں روشی ہی کی طرف تھیں۔

پندرہ منٹ بھی گذر گئے.... ٹاور نے گیارہ کے گھنٹے بجائے اور روشی وہاں سے چل پڑی.... وہ پیدل ہی چل رہی تھی۔

عمران ریستوران سے نکل آیا.... وہ روشی سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر چل رہا تھا لیکن یہ کہنا آسان نہیں تھا کہ وہ اس کا تعاقب ہی کر رہا تھا۔ عمران نے روشی کو پہلے ہی سے سمجھا دیا تھا کہ میونسپل ٹاور سے روانگی کے بعد وہ گلیوں اور کوچوں میں گھستی ہوئی جولیا کے گھر کی طرف واپس آئے۔

عمران کی اسکیم کے مطابق جولیا روشی کے فلیٹ میں چلی گئی تھی اور روشی جولیا کے گھر چلی آئی تھی اور اس وقت ایک کامیاب اداکارہ کی طرح اپنا رول ادا کر رہی تھی۔ وہ اس انداز میں سڑی بسی گلیوں میں داخل ہو رہی تھی جیسے جلد سے جلد گھر پہنچنے کے لئے مختصر راستہ اختیار کر رہی ہو اور یہ ایک پستہ قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی....! لباس کے استعمال کے معاملے میں باسلیقہ معلوم ہوتا تھا! چلنے کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دکھاوے اور تزک واحتشام کا بھی عادی ہے۔

کچھ دیر بعد روشی جولیا کے گھر میں داخل ہو گئی اور وہ آدمی آگے بڑھتا چلا گیا۔

اگلے چوراہے پر عمران نے اُسے رکتے دیکھا۔ عمران بھی ایک بک سٹال کے شوکیس پر جھک پڑا اور اس وقت چونکا جب ایک ٹیکسی اُس آدمی کے قریب رکی....

یہ ایک بوکھلا دینے والی سچویشن تھی۔ اگر وہ نکل جاتا تو عمران کی ساری محنت برباد ہو جاتی۔ اُس

نے بھی بڑی تیزی سے اُس طرف قدم بڑھا دیئے۔ ٹیکسی حرکت میں آگئی تھی۔ لیکن عمران بھی اُس سے پیچھے نہیں رہا۔ اُسے بھی فوراً ہی دوسری ٹیکسی مل گئی اور تعاقب کا سلسلہ منقطع نہ ہو سکا۔

کچھ دیر بعد اگلی ٹیکسی عالمگیر پارک کے پھاٹک پر رک گئی۔ یہ شہر کے بڑے پارکوں میں سے تھا اور یہاں عموماً ہر وقت ہی خاصی بھیڑ رہا کرتی تھی کیونکہ یہاں میونسپل چڑیا گھر بھی تھا۔

پستہ قد اجنبی ٹیکسی سے اتر کر پارک میں داخل ہو گیا۔ عمران نے بھی تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی چھوڑ دی اور پیدل ہی چلتا ہوا خود بھی پارک میں داخل ہوا.... پستہ قد آدمی ابھی تک اس کی نظروں ہی میں تھا۔ وہ ایک خالی بنچ پر بیٹھ گیا۔ انداز سے یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے کسی کا انتظار ہو۔ ویسے اُس نے جیب سے ایک اخبار نکال کر اُسے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ عمران بھی اُس کے قریب ہی ایک بنچ پر جا بیٹھا اور اس بنچ پر صرف ایک ہی آدمی کے لئے جگہ تھی کیونکہ پہلے ہی سے اس پر چار آدمی موجود تھے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا اور وہ آدمی اُسی طرح بیٹھا اخبار دیکھتا رہا عمران کو الجھن ہونے لگی۔

اُسے توقع تھی کہ وہ جولیانا کا گھر دیکھ لینے کے بعد اپنے ٹھکانے ہی پر واپس جائے گا۔

ایک گھنٹہ گذر جانے پر اُسے ایک خوبصورت سی یوریشین لڑکی نظر آئی جو اس آدمی کی بنچ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

جیسے ہی وہ قریب آئی وہ اخبار ایک طرف ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہونے کا انداز رسمی نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ شائد وہ احتراماً ہی اٹھا تھا۔ لڑکی بھی اُس بنچ پر بیٹھ گئی اور دونوں اتنی دھیمی آواز میں گفتگو کرنے لگے کہ عمران ان سے زیادہ دور نہ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ سن سکا۔ لیکن وہ لڑکی کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے اندازہ کر رہا تھا کہ وہ اُس کی گفتگو میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔

کچھ دیر بعد اُس آدمی نے جیب سے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس کا ایک ورق پھاڑ کر لڑکی کی طرف بڑھا دیا۔

عمران پھر الجھن میں پڑ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر دونوں کے راستے الگ الگ ہوئے تو وہ اُن میں سے کس کو ترجیح دے گا.... ویسے بادی النظر میں تو یہی معلوم ہوا تھا جیسے اُس آدمی نے لڑکی کو اب تک کی رپورٹ دی ہو۔ لیکن یہ اندازے کی غلطی بھی ہو سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ دونوں میں اس مسئلے پر گفتگو ہی نہ ہوئی ہو جس سے عمران کو دلچسپی تھی.... مگر اُس نے نوٹ بک سے ایک ورق پھاڑ کر اُسے کیوں دیا تھا.... لڑکی نے کاغذ کا وہ ٹکڑا تہہ کر کے اپنے وینٹی بیگ میں ڈال لیا۔

اس نکتے پر تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد عمران نے فیصلہ کیا کہ اگر اُن دونوں کی راہیں الگ

الگ ہوئیں تو وہ لڑکی کا تعاقب کرے گا۔

کچھ دیر بعد مرد اٹھ گیا لیکن لڑکی وہیں بیٹھی رہی.... عمران بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا تھا اس نے سوچا ہی تھا کہ اب کچھ شروع کرنا چاہئے کہ لڑکی خود ہی اٹھ گئی! وہ بندروں کے کٹہروں کی طرف جا رہی تھی۔ عمران بھی اٹھا لیکن اُس نے وہاں تک پہنچنے کے لئے دوسری راہ اختیار کی اور اسی کٹہرے پر پہنچ گیا جہاں لڑکی پہلے موجود تھی وہ بندروں کے لئے مونگ پھلیاں پھینک رہی تھی.... وہاں کئی اور لوگ تھے۔

عمران لڑکی کے قریب ہی تھا اور اس وقت اُس کے چہرے پر حماقت ہی حماقت طاری تھی۔ اس کے انہماک سے یہ معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ وہاں خود کو تنہا سمجھ رہا ہو۔

بندر اچھل کود رہے تھے.... دفعتاً ایک بندر نے عمران کی طرف دیکھ کر دانت نکالے اور عمران نے بھی جھلائے ہوئے انداز میں اُسے منہ چڑھا دیا.... پھر اس طرح بڑبڑانے لگا جیسے بندر کا دانت نکالنا اسے بے حد گراں گذرا ہو۔ بڑبڑاتے وقت ایک بار دانت پیس کر اُس نے بندر کو گھونسہ بھی دکھایا تھا۔

نہ صرف لڑکی بلکہ دوسرے لوگ بھی عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن عمران بظاہر اُن سے بے خبر اسی انداز میں بڑبڑاتا اور آنکھیں چمکاتا رہا۔

لیکن اُس وقت بُری طرح چونکا جب اس کے قریب ہی قہقہے بلند ہوئے۔ اب اُس نے بدحواسی اور جھینپ مٹانے کی ایکٹنگ شروع کر دی۔ اس سلسلے میں اُس کا سر دو ایک بار کٹہرے سے بھی ٹکرا گیا۔

یک بیک لڑکی اُس کے قریب آئی اور آہستہ سے بولی۔

"چلو جلدی یہاں سے ورنہ یہ لوگ تمہیں چھیڑیں گے۔"

عمران بدحواسی کا مظاہرہ کرتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔ اُس کی رفتار دوڑنے کی حد تک تیز تھی۔ لڑکی بھی اس کے پیچھے ہی چلتی رہی۔

پھر عمران پارک کے ایک ویران حصے میں پہنچ کر رکا۔ وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے کھڑا ہانپ رہا تھا اور لڑکی اس کے سامنے کھڑی ہنس رہی تھی۔

"یہ کیا.... مم.... مصیبت....!" عمران نے غصیلی آواز میں کہا اور پھر ہانپنے لگا۔

"بندروں پر غصہ آنے کا یہی انجام ہو سکتا ہے....!" لڑکی نے کہا۔ وہ بھی کوئی کھلنڈری ہی معلوم ہوتی تھی... عمران کے چہرے پر پھر زلزلے کے آثار نظر آئے اور اُسکی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"اُس اُلو کے پٹھے نے مجھ پر دانت کیوں نکالے تھے....!" اُس نے غصیلی آواز میں کہا۔

"بڑی آئیں بندروں کی طرف دار بن کر.... میری جاگیر میں ہوتا تو سسرے کی ٹانگیں چروا دیتا.... ہاں....!"

اور پھر وہ اس طرح ناک سے شوں شوں کرنے لگا جیسے غصے ہی کی وجہ سے نزلے کی تحریک شروع ہو گئی ہو۔

لڑکی ہنستی رہی.... اور عمران کا غصہ تیز ہوتا رہا۔

آخر لڑکی وہیں گھاس پر بیٹھ گئی اور عمران بُرا سا منہ بنائے ہوئے کھڑا رہا۔ حماقت اور غصے کے ملے جلے آثار اب بھی چہرے پر موجود تھے۔

"کیا تم یتیم ہو....!" یک بیک لڑکی نے پوچھا۔

"تم خود یتیم! تمہاری سات پشتیں.... یتیم.... اے.... میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا.... مجھے لاوارث سمجھتی ہو.... ابھی میرے دادا بھی زندہ ہیں۔"

"صورت سے تو یتیم ہی معلوم ہوتے ہو۔"

عمران کسی نک چڑھی لڑکی کی طرح بڑبڑاتا ہوا ایک طرف مڑ گیا۔

"ارے.... ٹھہرو.... سنو.... تمہارے فائدے کی بات ہے۔"

عمران رک گیا لیکن اس کی طرف نہیں مڑا....

"کیا ہے....!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو! میں اس شہر میں اجنبی ہوں! چند دنوں کے لئے آئی ہوں.... اگر ہم دونوں دوست ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔"

"بہت حرج ہے....!"

"کیا حرج ہے....!"

"تم مجھے بات بات پر غصہ دلاؤ گی اور میرا دل چاہے گا کہ اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ لوں! اب بتاؤ یہ بندر کیا تمہارے رشتہ دار لگتے ہیں.... دوڑ آئیں ان کی حمایت میں.... دانت دکھاتے ہیں سالے مجھے.... جیسے میں الو کا پٹھا ہوں۔"

"نائیں.... نائیں.... تم بہت پیارے ہو.... چلو غصہ تھوک دو۔ وہ بندر میرے رشتہ دار نہیں ہیں اور نہ ان کی حمایت میں دوڑی آئی تھی بس دل چاہا کہ تم سے گفتگو کروں۔ تم سے ملوں.... دوستی کروں.... میں اس شہر میں اجنبی ہوں.... آؤ.... کہیں بیٹھ کر باتیں کریں تم

مجھے اپنے متعلق بتاؤ۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گی۔"

عمران وہیں بھد سے بیٹھ گیا۔ لڑکی پھر ہنس پڑی کیونکہ وہ کسی وزنی تھیلے کی طرح زمین پر ٹپک پڑا تھا۔

اس کی ہنسی پر عمران نے پھر بُرا سامنہ بنایا۔

"یہاں.... نہیں.... پارک ریستوران میں بیٹھیں گے.... چلو....!" وہ جلدی سے بولی اور عمران اس کی ہنسی پر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

وہ ریستوران میں آئے۔ عمران بدستور بگڑے ہوئے موڈ کا مظاہرہ کرتا رہا۔

"کیا پیو گے....!" لڑکی نے عمران سے پوچھا۔

"میں صرف ان بندروں کا خون پینا چاہتا ہوں.... یعنی اَب چڑیا گھر کے بندر بھی میرے ساتھ اسی طرح پیش آئیں گے جیسے عام جنگلی بندر پیش آتے ہیں۔"

"یہ آخر بندروں کا کیا قصہ ہے....!"

"ارے یہ حرام زادے بچپن ہی سے مجھے چڑاتے آئے ہیں۔ تمہیں دیکھیں گے تو کچھ نہیں! جہاں مجھے دیکھا دانت نکال دیئے۔"

"ہمیشہ یہی ہوتا ہے.... آخر کیوں؟ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے.... میں نے کبھی کسی بندر کو ہشت بھی نہیں کہا!"

"آخر بتاؤ بھی تو کچھ....!"

"ہائیں تو کیا میں کتوں کی طرح بھونک رہا ہوں۔ بتا نہیں رہا اتنی دیر سے.... ارے یہ مجھے کہیں اور کسی حال میں نہ چھوڑیں گے۔ آج میں یہی سوچ کر یہاں آیا تھا کہ دیکھوں چڑیا گھر کے بندر تو مجھے فضول نہیں سمجھتے۔"

"لیکن اُن کی طرف سے بھی مایوسی ہوئی....!" لڑکی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یقیناً ہوئی....!" عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اور اب میں نے تہیہ کر لیا ہے ہر بندر کو اپنا دشمن سمجھوں گا خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں ہو....!"

"تمہارا نام کیا ہے....!"

"تفضّل....! کنور تفضّل سمجھتی ہونا! یعنی کہ پرنس....!"

"پرنس....!" لڑکی نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... ہاں.... پرنس.... میری ریاست بہت بڑی ہے.... اور ہم لوگ مرغی والے

نواب کہلاتے ہیں۔"

"مرغی والے کیوں؟"

"ہمارے محل میں پانچ ہزار مرغیاں ہیں! مرغیاں پالنا ہماری خاندانی ہابی ہے! سارے بزرگ شروع ہی سے مرغیاں پالتے چلے آئے ہیں۔"

"بڑی گندی ہابی ہے۔"

"اے.... خبردار.... زبان سنبھال کر.... ہماری مرغیاں مخمل پر چلتی ہیں! کبھی خواب میں بھی تم نے شاہی مرغیاں نہ دیکھی ہوں گی۔"

"مجھے خواب سے بھی نفرت ہو جائے اگر مرغیاں نظر آجائیں۔"

"تب ہم کبھی دوست نہ بن سکیں گے۔" عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ "مجھے ایسے لوگ پسند نہیں ہیں جن کے خیالات سے مرغی پسندوں کے جذبات کو ٹھیس لگے۔"

"ختم کرو.... میں نے یہ پوچھا تھا کہ چائے پیو گے یا کافی۔"

"چائے....!"

"لڑکی نے ویٹر سے چائے کے لئے کہا اور پھر عمران سے پوچھا۔

"تم کہاں رہتے ہو۔"

"گرینڈ ہوٹل میں....!"

"مستقل قیام اسی شہر میں رہتا ہے۔"

"جب تک کالج نہ بند ہو جائیں یہیں رہنا پڑے گا۔"

"پڑھتے ہو....!"

"لعنت ہے پڑھنے پر میرا دل نہیں لگتا۔ اسی لئے ہاسٹل چھوڑ کر گرینڈ میں چلا آیا ہوں۔ کلاسوں میں پراکسی ہو جاتی ہے۔ پراکسی کرنے والوں کو دو سو روپے ماہوار دینے پڑتے ہیں۔"

"اس سے کیا فائدہ پڑھنے میں دل نہیں لگتا تو گھر واپس چلے جاؤ۔"

"وہ اور زیادہ بڑی مصیبت ثابت ہوگی۔ ریاست کا کام دیکھنا پڑے گا۔"

"ہوں! تو تم کاہل بھی ہو....!"

"کیا....!" عمران کو پھر غصہ آگیا اور تھوڑی دیر تک گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ "تم یقیناً ان بندروں کی رشتہ دار ہو.... میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔"

"ارے نہیں! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ آخر تعلیم سے کیوں بھاگتے ہو۔"

"ارے یہ تعلیم ہے۔" عمران نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کہ دوسروں کی بے تکی بکواس پڑھو.... اور یاد رکھو.... پھر امتحان دو.... اور وہ بے تکی بکواس یاد نہ آئے تو فیل ہو جاؤ.... نکو بنو.... لعنت ہے۔"

"بے تکی بکواس....!" لڑکی نے حیرت سے کہا۔

"یہ بکواس نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ جب کوئل کوکتی ہے تو میرا دل ناچنے لگتا ہے.... دل ناچنے لگتا ہے.... ہاہا۔ دل اگر ناچنے لگے تو رستم کے بھتیجے کا بھی ہارٹ فیل ہو جائے.... اور کیا.... واہ.... دوسرے صاحب فرماتے ہیں.... چاروں طرف چٹکی ہوئی چاندنی.... کیا تھا.... لو بھئی بھول گیا۔ بہرحال ایسی ہی اوٹ پٹانگ باتیں ہوتی ہیں.... ارے ہاں.... مثلاً یہ سنو.... وہ ہیں نا بہت بڑے شاعر انگریزی کے جناب آکسفورڈ صاحب....!"

"آکسفورڈ....!" لڑکی نے حیرت سے دہرایا۔ "شاعروں میں یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔"

"نیا ہی ہوگا۔" عمران نے لاپروائی سے ہاتھ ہلا کر بولا "یہ صاحب نیچر کی دم میں نمدہ کسے رہتے ہیں.... اور بعض اوقات اس طرح سنک جاتے ہیں کہ ان سے دریا پہاڑ درخت.... چاند ستارے سبھی انگریزی میں باتیں کرنے لگتے ہیں۔"

"نیچر.... ارے.... ورڈز ورتھ تو نہیں....!" لڑکی نے کہا۔

"ہاں.... وہی.... وہی.... مجھے آکسفورڈ یاد آرہا تھا.... آکسفورڈ تو لندن کے ایک چھاپے خانے کا نام ہے شائد.... جس میں ڈکشنریاں چھپتی ہیں۔"

"یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم ورڈز ورتھ کو نہیں سمجھ سکے۔"

"ارے تو ہوا کیا.... میرے والد صاحب تو سمجھتے ہی ہوں گے۔ پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں بھی اپنی ٹانگ اڑادوں۔"

"نہیں ورڈز ورتھ جیسے شاعروں کو سمجھنا اور پسند کرنا سیکھو....!"

"ارے جاؤ! مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے کیا کہ خواہ مخواہ اپنا دماغ خراب کروں گا.... یہ ورڈز ورتھ کوئی پاگل آدمی تھا.... زندگی بھر کوئلوں بلبلوں اور چکوروں کی باتیں کرتا رہا اس کی بجائے اگر صابن بنا کر بیچتا تو اس کی اولادیں بھی ہنری فورڈ کی اولادوں کی طرح مزے کرتیں۔ ارے اگر تمہیں کوئلیں پپیہے پسند ہیں تو دوسروں کو بور کرنے سے کیا فائدہ۔ چھوڑو.... ختم کرو! تم نے فضول باتیں چھیڑ دیں۔ مجھے اُن بندروں کے متعلق سوچنے دو جنہوں نے آج میری بقیہ زندگی بھی برباد کر کے رکھ دی۔"

لڑکی ہنس پڑی اور عمران پھر اُسے غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو....!" اُس نے کہا۔

"دوستی! میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں.... تم بے حد دلچسپ آدمی ہو۔"

"آدمی نہیں پرنس....!" عمران اکڑ کر بولا۔ "میری توہین نہ کرو۔ ورنہ میرا دماغ خراب ہو جائے گا۔ اور وہ کم بخت محفوظ ہی رہیں گے۔"

"کون...."

"بندر....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "ابھی تک جس بندر نے بھی مجھے دیکھ کر دانت نکالے ہیں زندہ نہیں رہا۔ میں ایسے بندروں کو فوراً گولی مار دیتا ہوں۔ مگر سرکاری بندروں سے کیسے نپٹا جائے۔"

"سوچو کوئی تدبیر....!" لڑکی چائے انڈیلتی ہوئی بولی۔

"زہر....!" دفعتاً عمران کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "کل میں اپنے ساتھ زہریلے سیب لاؤں گا.... گڈ.... ویری فائن کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔"

"رحم نہ آئے گا تمہیں اُن بے زبانوں پر....!"

"ہرگز نہیں.... انہیں عقل کیوں نہیں آتی.... کیوں دانت نکالتے ہیں مجھے دیکھ کر۔ گویا میری کوئی وقعت ہی نہیں ہے اُن کی نظروں میں! نہیں میں ان کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہ سن سکوں گا۔ براہِ مہربانی خاموش رہو۔"

"سنو....! میرا قیام رونیک میں ہے۔ اٹھائیسواں کمرہ اور میرا نام ہلینا ہے۔"

"ہلینا یہ بہت واہیات نام ہے۔ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔"

"کیا مطلب....!"

"مطلب یہ کہ تمہارا نام پودینہ کیوں نہیں ہے۔ تم بالکل پودینہ معلوم ہوتی ہو۔"

"پودینہ کیا؟"

"فارسی میں گلاب کے پھول کو کہتے ہیں۔"

"بڑے شریر ہو تم....!" لڑکی ہنس پڑی۔ "خیر یہ بتاؤ کہ گرینڈ میں تمہارے کمرے کا کیا نمبر ہے۔"

"نمبر میرے سیکریٹری کو معلوم ہوگا.... میں تو صرف وہاں سوتا ہوں.... ویسے تم وہاں کسی کو بھی پرنس تفضّل کا حوالہ دے کر میرے کمرے کا نمبر معلوم کر سکو گی۔"

"تم سچ مچ عجیب ہو۔ کیا سارے شہزادے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"نہیں اکثر مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں۔"

"میں خوبصورتی کی بات نہیں کر رہی....!" لڑکی چڑ گئی۔

"پھر....!"

"کچھ نہیں! فی الحال خاموشی سے چائے پیو....!"

عمران خاموش ہو گیا.... اُس کی چہرے پر اب بھی حماقت ہی طاری تھی۔ لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میں کچھ دن یہاں ٹھہروں گی۔ کیوں نہ ہم روز ملتے رہیں!"

"بہت مشکل ہے۔ کیونکہ میں ایک مشغول آدمی ہوں۔"

"کیا مشغولیت رہتی ہے....!"

"ارے.... واہ.... یہ سب کچھ تمہیں کیسے بتادوں۔"

"ہم دوست ہیں نا....!"

"نہیں.... ابھی نہیں.... اتنی جلدی دوستی کیسے ہو سکتی ہے۔"

"پھر ہم دونوں یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

عمران نے پیالی ہاتھ سے رکھ دی چند لمحے اسے غصیلی نظروں سے دیکھتا رہا اور پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "کیا میں نے کہا تھا کہ میرے ساتھ بیٹھو.... تم بڑی دیر سے میری توہین کئے جا رہی ہو.... لعنت ہے....!"

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا.... لڑکی بھی چائے چھوڑ کر اٹھ گئی اس نے جلدی جلدی کاؤنٹر پر چائے کی قیمت ادا کی اور عمران کے پیچھے دوڑنے لگی جو کافی دور نکل گیا تھا۔

"ٹھفرل.... ٹھفرل.... ٹھہر.... ٹھہرو.... پرنس.... پرنس....!" اُس نے آواز دی۔

ٹھفرل رک گیا.... رکنا ہی تھا۔

"نہیں جاؤ....!" وہ مڑ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "چلی جاؤ۔ میرا مذاق نہ اڑاؤ.... سب مجھے الو سمجھتے ہیں.... کسی نے بھی مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں ڈیئر....!" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چمکارتی ہوئی بولی۔ "میں تمہیں سمجھنے کی کوشش کروں گی۔ غصہ تھوک دو.... ٹھفرل ڈیئر!"

"ہاں ٹھفرل.... یہ کیا ہے۔"

"تمہارا نام....!"

"تفضّل.... میرا نام تفضّل ہے اور میں اپنے نام کے سلسلے میں بھی بہت جذباتی ہوں۔"

"مجھ سے نہیں بنتا۔" لڑکی نے بے بسی سے کہا۔ "کوئی فرانسیسی لڑکی ہی تمہارا نام صحیح لے سکتی ہے۔ میں انگریز ہوں۔"

"میں تو یوریشین سمجھا تھا۔"

"نہیں.... میں خالص انگریز ہوں....!"

"خالص انگریز اور خالص السیشین کتے مجھے بہت پسند ہیں۔"

"کیا مطلب! کیا اب تم میری توہین کرو گے۔"

"نہیں تو....!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی۔"

"اچھا.... ختم کرو.... میرے ساتھ میرے ہوٹل میں چلو۔"

"چلو....!" عمران ہاتھ جھلا کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ پارک کے پھاٹک پر پہنچے اور پھر پیدل ہی چلتے رہے۔ بس لڑکی جدھر جا رہی تھی اُدھر ہی عمران بھی چل رہا.... وہ اُسے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب لائی۔

"مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔" اُس نے عمران سے کہا۔ "تم دو منٹ کیلئے ٹھہر جاؤ۔"

لڑکی اندر چلی گئی اور عمران بوتھ کے قریب کھسک گیا بوتھ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے عمران اُس کی آواز صاف سن سکتا تھا۔

"سرخ گلاب....!" اُس نے شائد دوسری طرف سے استفسار کے جواب میں کہا تھا۔ پھر عمران نے اُسے جولیانافٹز واٹر کا پتہ دہراتے ہوئے سنا۔

اُس نے ایک طویل سانس لی کیونکہ یہ اُس کے نظریہ کی تائید تھی۔ یعنی اس سازش کی پشت پر جو کوئی بھی تھا ابھی تک صرف ٹیلی فون ہی ٹیپ کرتا رہا تھا اور ایکس ٹو کے ساتھیوں کو پہچاننے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کی تھیں.... تو پھر اس نے جو نتائج اخذ کئے تھے وہ بھی درست ہو سکتے تھے یعنی جولیا، صفدر اور تنویر کے علاوہ.... وہ ابھی تک کسی چوتھے آدمی کا نہ تو فون نمبر معلوم کر سکا تھا اور نہ پتہ.... مگر وہ اس خیال پر قائم نہ رہ سکا کیونکہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ اُس کے ماتحتوں میں صرف یہی تین ایسے رہ گئے ہوں جن کا پتہ اُس نامعلوم آدمی نے اب لگایا ہو بقیہ لوگ پہلے ہی اس کی نظر میں آ چکے تھے....

"آؤ.... اب چلیں!" وہ بوتھ سے نکل کر بولی.... اور عمران پھر اُس کے ساتھ چلنے لگا۔

عمران ہلینا کے ساتھ رونیک میں اُس کا کمرہ بھی دیکھ آیا اور اب اُسے فکر تھی کہ کسی طرح گرینڈ میں اُسے بھی دو کمرے ملنے چاہئیں۔ ایک سیکریٹری کا انتظام کرنا بھی ضروری تھا۔ مگر سیکریٹری کے فرائض کون انجام دیتا۔ خاور نعمانی اور صدیقی کی پوزیشن مشتبہ تھی۔ اُن کے متعلق اُس نے پہلے ہی سوچا تھا کہ ممکن ہے وہ تینوں اس نامعلوم اور پُر اسرار آدمی کی نظروں میں آچکے ہوں.... بلیک زیرو کو وہ الگ ہی رکھنا چاہتا تھا۔ روشی بحیثیت جولیانافٹنر واٹر اُس کے مکان میں مقیم تھی.... اور اب جولیا کا رول اُسے ہی ادا کرنا تھا۔

جولیا کے متعلق اُسے یقین تو ہو گیا تھا کہ وہ صرف اُس آدمی کے احکامات یا پیغامات ہی فون پر ریسیو کرتی رہی تھی۔ اُس کی نظروں میں نہیں آئی تھی۔ مگر عمران اُسے اپنی سیکریٹری کی حیثیت سے گرینڈ میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اسکیم کے مطابق اُسے کسی مرد کی تلاش تھی۔

گرینڈ میں اُسے دو کمرے مل گئے۔ لیکن سیکریٹری کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔

اُسی شام کو اُس نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے اُسے ہدایت دی کہ وہ رونیک میں ہلینا پر نظر رکھے.... کیونکہ فی الحال وہی ایک ایسی ہستی نظروں میں تھی جس کے ذریعہ اُس پُر اسرار آدمی تک پہنچنے کے امکانات تھے جو ایکس ٹو اور اس کے ساتھیوں کو بے نقاب کر دینے کی فکر میں تھا۔

روشی کو تو اُس نے سب کچھ سمجھا ہی دیا تھا اور وہ خود بھی اتنی ذہین تو تھی ہی کہ اپنے دماغ سے بھی کچھ کام لے سکتی۔

اُس رات عمران صرف ٹیلی فون ہی کے ذریعے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔

اُس نے سلیمان کو بھی فون پر ہدایت دی تھی کہ اگر اُسے روشی کی طرف سے کوئی پیغام ملے تو وہ گرینڈ ہوٹل تک پہنچا دیا جائے۔ لہٰذا صبح ہی صبح سلیمان ایک لفافہ لے کر گرینڈ آ پہنچا۔ لفافہ روشی ہی کی طرف سے تھا۔

روشی نے خط لکھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ صدیقی نعمانی اور خاور اُس کی نظروں میں ابھی تک نہیں آئے کیونکہ اُس نے پچھلی رات مجھ سے فون پر اُن کے متعلق کہا تھا کہ بقیہ آدمی کہاں مر گئے۔ میں انہیں برابر فون کر رہا ہوں لیکن جواب نہیں ملتا۔ میں نے کہا کہ یہی حال میرا بھی ہے۔ میں نے ایک نجی ضرورت کے تحت اُن میں سے ایک کو فون کیا تھا لیکن جواب نہیں ملا۔ اس پر اُس نے کہا کہ ابھی اور اسی وقت ان کے گھروں پر جا کر پتہ لگاؤ۔ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے کیا آپ میری آواز کے بھاری پن سے اندازہ نہیں کر سکتے۔ مجھے بہت شدید زکام ہو گیا ہے اور ہلکا سا بخار بھی ہے۔ میں کل صبح نو بجے اس مہم پر نکلوں گی.... اُس نے اُسے منظور کر لیا ہے۔ واقعی عمران تم بروقت چونکے اور اس سازش سے آگاہ ہو گئے اگر تم جولیا کو یہاں سے نہ ہٹاتے تو میرا خیال ہے کہ وہ سب کے سب اُس نامعلوم آدمی کی نظروں میں آ گئے ہوتے جو تمہاری ہی طرح پُراسرار معلوم ہوتا ہے۔ اب تمہیں جو کچھ بھی کرنا ہے نو بجے سے پہلے کر ڈالو۔ میرا خیال ہے کہ مجھے اُن تینوں کے گھروں کی طرف ضرور جانا چاہئے۔ لیکن اس سے قبل ہی اُن تینوں کا وہاں سے غائب ہو جانا لازمی ہے۔ بعد کی باتیں پھر سوچیں گے۔"

عمران نے خط ختم کر کے سر ہلایا۔ وہ روشی کی تجویز سے متفق تھا۔ اگر وہ اس کا مشورہ نہ دیتی تب بھی عمران یہی کرتا۔ لیکن اُسے خوشی تھی کہ روشی ہی نے اپنی ذہانت سے کام لے کر خود بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔

عمران نے آٹھ ہی بجے تک خاور صدیقی اور نعمانی کو گرینڈ میں طلب کر کے سارے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایکس ٹو نے یہ مہم میرے سپرد کی ہے۔"

"آپ کے علاوہ اور کوئی اس لائق بھی نہیں تھا۔" خاور نے ہنس کر کہا مگر پھر سنجیدگی سے بولا۔ "صفدر کا کیا ہو گا۔"

"مجبوری ہے! اُن لوگوں نے اُسے پاگل خانے تو بھجوایا ہے لیکن وہاں سے نکال لینے کی قوت نہیں رکھتے اس لئے.... فی الحال اس بیچارے کو وہیں رہنا پڑے گا۔ اُس کے نکلنے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایکس ٹو ان حالات سے آگاہ ہو گیا ہے۔ اگر اُس آدمی نے یہ سمجھ لیا تو مشکل ہی سے ہاتھ آ سکے گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی ایکس ٹو ہی کی طرح پُر اسرار ہے۔"

"پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے....!" صدیقی نے پوچھا۔

"گھروں کا خیال بالکل ترک کر دو! اب تمہیں وہاں نہیں واپس جانا! روشی البتہ وہاں چکر لگائے گی.... خاور یہیں میرے ساتھ رہیں گے! اور تم دونوں مختلف ہوٹلوں میں قیام کر کے

مجھے پتوں سے آگاہ کر دینا۔ ایکس ٹو ملٹری کی سیکرٹ سروس سے تین آدمی طلب کر کے تمہارے گھروں میں ٹھہرائے گا۔۔۔۔ پھر اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ کیا کر سکتے ہیں۔"

عمران کی اس تجویز سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

خاور کچھ دیر بعد عمران کے ساتھ ڈائیننگ ہال میں نظر آیا جو اب اُس کے سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

روشی آرام کرسی پر نیم دراز کسی انگریزی ماہنامے کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔۔۔۔! جولیا۔۔۔۔!" دوسری طرف سے ایکس ٹو کی سی بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"یس سر۔۔۔۔!" روشی نے کہا اور کھانسنے لگی۔

"کچھ پتہ نہیں چل سکا جناب! تینوں کے مکان مقفل ہیں۔ تنویر کے متعلق تو میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ اس سے گفتگو ہوئی تھی۔۔۔۔ اور صفدر کو آپ ہی پاگل خانے بھجوا چکے ہیں۔"

"آخر یہ تینوں کہاں غائب ہو گئے۔"

"میں کیا عرض کر سکتی ہوں جناب۔ مگر حیرت ہے کہ وہ آپکو اطلاع دیئے بغیر کہاں چلے گئے۔"

"میں سمجھتا ہوں سب سمجھتا ہوں۔ دیکھو اب تم مجھے پرانے نمبروں پر مت رنگ کرنا۔۔۔۔ یہ نمبر نوٹ کرو! تھری تھری ایکسٹینشن تھری!"

"بہت بہتر جناب!"

"یہاں کچھ غیر ملکی جاسوسوں نے اپنا جال پھیلایا ہے۔ اس لئے ہر وقت ہوشیار رہو۔ مجھے شبہ ہے میرا پچھلا فون ٹیپ کیا جارہا ہے۔۔۔ اور تم یقین رکھو کہ میں نے صفدر کو پاگل بن جانے کا مشورہ ہرگز نہیں دیا تھا۔ تم کہتی ہو کہ اس سلسلے میں تم مجھ سے پہلے بھی گفتگو کر چکی ہو اور میں نے اس کا اعتراف کیا تھا کہ صفدر کو ایک مقصد کے تحت پاگل خانے بھجوایا گیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ قطعی غلط ہے۔ مجھ سے اس سلسلے میں تم نے کوئی گفتگو نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی نے میری آواز کی نقل اتارنے کی کوشش کی تھی لہٰذا تم دھوکہ کھا گئیں۔ اب اسی سے

اندازہ کر لو کہ حالات کیا ہوں گے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تینوں بھی ایسے ہی کسی حادثے کا شکار نہ ہوئے ہوں۔"

"آپ مجھے ایک حیرت انگیز بات بتا رہے ہیں جناب۔۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔۔ ایسے ہی حالات ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ میں اپنے ماتحتوں کو ایسی صورت میں بہت زیادہ محتاط دیکھنا چاہتا ہوں۔"

روشی نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور یک بیک بُری طرح کھانسنے لگی۔

"کیوں! تمہیں بہت تیزی سے کھانسی آ رہی ہے۔"

"میں بیمار ہوں جناب۔" روشی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"اپنی صحت کا خیال رکھو!"

"بہت بہت شکریہ جناب!" روشی مسکرائی اور پھر دو تین بار کھانس کر بولی۔ "علاج کر رہی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم تنویر کو تو کم از کم اس سازش سے آگاہ ہی کر دو! مگر فون مت استعمال کرنا۔"

"میں سمجھتی ہوں جناب۔ میں اُسے یہیں بلالوں گی۔" روشی نے کہا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ روشی ریسیور رکھ کر اپنا گلا مسلنے لگی۔

خواہ مخواہ کھانسنے کی وجہ سے حلق میں خراش سی پڑ گئی تھی۔

تقریباً پانچ منٹ ٹھہر کر اُس نے تنویر کے نمبر ڈائیل کیئے اور ماؤتھ پیس میں کھانسنے لگی۔

تنویر دوسری طرف سے ہلو ہلو کہتا رہا۔

"میں جولیانا ہوں۔۔۔۔!" روشی ہانپتی ہوئی بولی۔

"جولیا۔۔۔۔!" تنویر کے لہجے میں حیرت تھی۔ "یہ تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے۔"

"میں بہت بیمار ہوں تنویر! فوراً آجاؤ۔"

"اچھا۔۔۔۔!" تنویر کے لہجے میں تحیر باقی تھا۔

روشی نے سلسلہ منقطع کر دیا اور پھر آرام کرسی میں گر گئی۔

خاور بارعب چہرے والا ایک بھاری بھرکم آدمی تھا۔ محض اُسی وجہ سے گرینڈ میں کسی پرنس

تفضّل کا شہرہ بہت جلد ہو گیا۔ لیکن پرنس تفضّل کو دیکھ کر لوگوں کو بے حد مایوسی ہوئی تھی کیونکہ وہ کافی وجیہہ ہونے کے باوجود بھی بالکل چغد معلوم ہوتا تھا.... اُس سے حماقتیں بھی سرزد ہوتی تھیں اب اسی وقت اُس نے ڈائننگ ہال میں ایک ویٹر کو پکڑ لیا تھا۔

ویٹر نے بڑی مشکل سے اپنی گردن چھڑائی اور اُس کے لئے کافی لینے چلا گیا۔ خاور قریب ہی کی دوسری میز پر تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ اُسے ہنسی نہ آئے۔

کچھ دیر بعد ہلینا نے فون پر عمران سے کہا تھا کہ وہ اُس سے ملنے کے لئے آرہی ہے لہٰذا اُسے چاہئے کہ وہ ڈائننگ ہال میں اُس کا انتظار کرے۔

انتظار اپنی جگہ پر.... مگر اُس میز کا ویٹر بہت بُری طرح بور ہو رہا تھا۔

کچھ دیر بعد ہلینا ہال میں نظر آئی اور عمران ایسا بن گیا جیسے اُس پر نظر ہی نہ پڑی ہو۔

وہ تیر کی طرح اُس کی میز کی طرف آئی۔

"ہیلو پرنس....!" اُس نے گرم جوشی سے اسے مخاطب کیا۔ لیکن عمران اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے غفلت میں چپت رسید کر دی ہو۔

"اوہاں.... ہاہا.... بیٹھو.... بیٹھو....!" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہارا غصہ ٹھنڈا ہوا یا نہیں....!"

"کیسا.... غصہ....!"

"بندروں کے متعلق....!"

"سیکریٹری....!" عمران خاور کی طرف مڑ کر بولا۔

"یس سر....!" خاور اٹھ کر تعظیماً جھکا۔

"ادھر آؤ....!" عمران نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

خاور میز کے قریب آگیا۔

"بیٹھ جاؤ....!"

خاور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے چہرے پر خوف اور تعظیم کے ملے جلے آثار نظر آرہے تھے۔

"چڑیا گھر کے بندروں کے متعلق تم نے کیا سوچا۔"

"فی الحال ارادہ ہے کہ چڑیا گھر کے منتظم کو ایک نوٹس دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے! مگر اس سے کیا ہوگا۔"

"وہ دیکھئے.... بات دراصل یہ ہے۔"

"کہ تم نکمے اور کام چور ہو۔" عمران نے غصیلے لہجے میں جملہ پورا کیا اور پھر چند لمحے خاور کو گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ "کیا یہ تمہارا فرض نہیں ہے کہ ہمارے لئے آسائشیں بہم پہنچاؤ۔"

"یقیناً! حضور والا....!"

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم بندروں کو اپنا ازلی دشمن تصور کرتے ہیں۔"

"مجھے علم ہے.... والا جاہ....!"

"چڑیا گھر کے بندروں کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ختم ہو جانا چاہئے سمجھے!"

"میں بھی کچھ کہوں!" یک بیک ہلینا بولی۔

"ابھی نہیں....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ابھی ہم سرکاری گفتگو میں مصروف ہیں۔ ہاں سیکریٹری کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں ڈس مس کر دیں۔"

"نہیں جناب عالی میں مرتے دم تک آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کیا کرو گے؟"

خاور نے سر جھکا لیا۔

عمران نے پھر کہا۔ "جاؤ! اپنے کمرے میں جاؤ۔ پھر سوچو کہ تمہیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ صرف دو گھنٹے کی مہلت ہے۔"

خاور اٹھ کر تعظیماً جھکا اور چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔ ہلینا اُسے جاتے دیکھتی رہی۔ پھر عمران کو مخاطب کر کے بولی۔

"او.... پرنس تم واقعی اپنے ملازموں کے لئے دردسر بن جاتے ہو گے۔"

"کیا مطلب؟"

"خواہ مخواہ اُس بیچارے کو ڈانٹ پھٹکار کر رکھ دیا۔"

"ارے تو کیا گدھوں کو سر پر بٹھاؤں جو بندروں کا مسئلہ بھی حل کرنے کے قابل نہ ہوں۔"

"اُفوہ! میں نے کہاں سے یہ تذکرہ چھیڑ دیا۔"

"میں خوب سمجھتا ہوں۔ تم بھید لینے آئی ہو۔ میں کہتا ہوں اگر ساری دنیا ایک طرف ہو کر بندروں کی حمایتی بن جائے تب بھی میں اپنا ارادہ نہیں بدلوں گا۔ تم نے سمجھا کیا ہے۔"

"لو! اب مجھ پر الٹ پڑے۔" ہلینا ہنسنے لگی۔

"اس طرح مت ہنسا کرو۔ مجھے بندروں کے دانت یاد آجاتے ہیں۔"

"ارے ارے! اب کیا میرے پیچھے پڑو گے۔"

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا اُس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وقت سے پہلے پیدا ہو گیا ہوں!“

”کیوں؟“

”اب کیا جانوں کہ کیوں پیدا ہو گیا ہوں۔ اگر اپنی پیدائش روک دینا میرے بس میں ہوتا تو آج دنیا کا نقشہ ہی اور ہوتا۔“

”میں نے پوچھا کہ تمہارے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا۔“ ہلینا نے کہا۔ اور پھر اس طرح خاموش ہو گئی جیسے یک بیک کسی خیال نے موجودہ موضوع کی طرف سے اُسکی ذہنی رو موڑ دی ہو۔

عمران نے بھی اُدھر نظر ڈالی جدھر وہ دیکھ رہی تھی۔

شائد وہ سفید فام غیر ملکی ابھی ابھی ہال میں داخل ہوا تھا جس کی آمد پر ہلینا یک بیک خاموش ہو گئی تھی۔

عمران پھر ہلینا سے مخاطب ہوا اور وہ گڑبڑا کر بولی۔ ”ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی....“

”اگر میری یاد داشت اتنی ہی اچھی ہوتی تو میں کالج سے کیوں بھاگتا۔ تم شائد بند گوبھی کی کاشت کے متعلق کچھ کہہ رہی تھیں۔“

”مجھے بیوقوف نہ بناؤ۔“ لڑکی چڑ گئی۔

”اچھا....!“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا دیا۔

عمران نے اُس کے چہرے پر اُلجھنوں کے آثار صاف پڑھے۔ لڑکی اب عمران ہی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی مگر بار بار کنکھیوں سے اُس طرف دیکھنے لگی تھی جہاں وہ غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا اور نہ اُسکے چہرے پر اضطراب ہی تھا۔ انداز بالکل بے تعلقانہ تھا جیسے اُس کا کوئی شناسا یہاں موجود ہی نہ ہو۔

ویٹر کافی لایا۔

”ہمیں یہ فن نہیں آتا....!“ عمران نے لڑکی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اور ہلینا اس طرح چونک پڑی جیسے کسی اور کی موجودگی کا خیال ہی نہ رہا ہو۔

”آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا اگر میں اپنے کسی دوست کو اس میز پر بلالوں۔“ اُس نے جلدی سے کہا۔

”مرد ہے....!“ عمران نے ناک بھوں چڑھا کر پوچھا۔

”ہاں....!“

”نائیں.... نائیں.... جس میز پر کوئی لڑکی موجود ہو اُس پر ہم اپنے علاوہ اور کسی مرد کا وجود نہیں برداشت کر سکتے۔ قطعی نہیں.... اس سلسلے میں ہم اکثر اپنے والد نامدار سے بھی جھگڑا کر بیٹھے ہیں....!“

”والد سے جھگڑا....؟“

”ہاں.... مثلاً.... خیر.... ہاں.... ارے.... کیا یہی ہے تمہارا دوست....!“

ہلینا چونک کر مڑی۔ وہی سفید فام غیر ملکی میز کے قریب کھڑا عمران کو گھور رہا تھا۔

ٹھیک اُسی وقت خاور بھی وہاں پہنچ گیا۔

”سوچ لیا.... یور ہائی نس....“ اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

”کیا سوچ لیا....!“

”میں اسٹیٹ سے پانچ آدمیوں کو طلب کروں گا۔“

”کیوں....؟“

”اُنکی ڈیوٹی ہوگی کہ وہ دن بھر کٹہروں کے سامنے کھڑے ہو کر بندروں کو منہ چڑھایا کریں!“

”گڈ....!“ عمران اچھل پڑا۔ ”ویری فائن! سکریٹری ہم تم سے بے حد خوش ہوئے ہیں۔ جاؤ اپنی میز پر بیٹھو....!“

خاور میز کے پاس سے ہٹ گیا۔ دونوں نے انگریزی ہی میں گفتگو کی تھی اور اب وہ غیر ملکی اجنبی عمران کو عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

”اوہ.... بیٹھو.... روجر.... یہ پرنس تفضل ہیں.... بہت دلچسپ آدمی.... اور یہ روجر فلیمنگ میرے دوست....!“

اجنبی نے عمران کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ عمران نے ہاتھ تو بڑھایا لیکن وہ اتنا ڈھیلا تھا کہ روجر کو یہی محسوس ہوا ہوگا جیسے کوئی مردہ چوہا ہاتھ میں آگیا ہو۔

”بیٹھئے.... بیٹھئے جناب....!“ عمران بولا۔ ”ہم آپ سے مل کر بے حد خوش ہوئے مس ملینا کے دوست ہمارے دوست بھی ہو سکتے ہیں!“

”ہلینا ہے میرا نام.... ہلینا....!“

”ہمیں افسوس ہے! بچپن میں ایک بار ہم اونٹ پر سے گر کر بیہوش ہو گئے تھے اُس کے بعد سے ہمیں نام صحیح نہیں یاد رہتے۔“

”اوہ.... دیکھو....!“ روجر نے ہلینا سے کہا۔ ”ہمیں کچھ ضروری کام کرنے تھے۔ وقت کم

ہے اس لئے فی الحال پرنس سے معذرت کرلو تو بہتر ہے۔ بس میں اتفاقاً ہی ادھر نکل آیا تھا اس کے بعد میں تمہاری طرف جاتا۔"

عمران نے بلینا کی آنکھوں میں نفرت کا ہلکا سا سایہ دیکھا اور پھر وہ یک بیک مسکرا پڑی۔

"اوہاں! ہمیں تحائف دینے کے لئے شاپنگ کرنی تھی۔ اچھا پرنس میں پھر تم سے ملوں گی فی الحال اجازت دو.....!"

"مگر ہم شائد کافی پینے جارہے تھے۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"میری کافی تم پر اُدھار رہی.... اچھا.... ٹاٹا!"

وہ دونوں اٹھ گئے اور عمران جھلا کر خاور کی طرف مڑا۔

"کافی بناؤ.....!" وہ غصیلی آواز میں بولا۔

خاور میز کے قریب آگیا۔ وہ دونوں آمد و رفت کے دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

عمران نے ایک گوشے سے بلیک زیرو کو اٹھتے دیکھا۔ وہ شائد بلینا کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا.... عمران نے ایک طویل سانس لی۔ خاور سے بولا۔ "شائد یہ اس سے بے خبر تھی کہ روجر اُس کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا ہے۔"

خاور جھکا ہوا پیالیوں میں کافی انڈیل رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "کیا یہ آدمی روجر بھی پہلے ہی سے آپ کی نظروں میں رہا ہے۔"

"نہیں.....! یہ اسی وقت کی دریافت ہے۔ بیٹھ جاؤ پیارے سیکریٹری میں اس وقت بہت اُداس ہوں۔"

"کیوں.....؟" خاور ہنس پڑا۔

"ہائیں! اب تم بھی مجھے بندروں کی طرح چڑھانے لگے۔"

"یہ بندروں والا لطیفہ بھی خوب رہا۔"

"لطیفہ نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"جب بندر مجھ پر دانت نکالتے ہیں تو میں خود کو بالکل گدھا محسوس کرنے لگتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اُس کا جواب کیسے دوں۔ بس یہی دل چاہتا ہے کہ میں بھی دانت نکال دوں۔"

"بس ختم کیجئے۔ میں بلینا نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اُس نے بھی روجر کی موجودگی پسند نہیں کی تھی۔"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں.... مگر....!"

عمران خاموش ہو گیا۔ خاور اس کی طرف مستفسرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے شائد اپنا جملہ پورا نہیں کیا؟" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"وہ جملہ پورا کئے جانے کے قابل ہی نہ رہا ہوگا۔ خیر دوسرا پُر بہار جملہ سنو! وہ یہ کہ تنویر کو کسی طرح قابو میں رکھا جائے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ اس موقع پر پھر ایکس ٹو تک پہنچ جانے کے خبط میں مبتلا ہو جائے گا۔"

"لیکن اس طرح ہمارا کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔"

"نہیں تنویر اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"لیکن اگر کوئی عورت ہمت دلائے.... تو....!"

"کیا آپ کا اشارہ جولیا کی طرف ہے۔"

"یقیناً....!"

"میں نہیں سوچ سکتا کہ اس موقع پر وہ ایسی کسی حماقت کی مرتکب ہوگی۔"

"میں سوچ سکتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اُسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔"

"دوسرا جملہ....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ آدمی بھی پاگل ہی معلوم ہوتا ہے جس نے اس قسم کی حرکتیں شروع کی ہیں۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایکس ٹو اس سازش سے بے خبر ہی رہے گا۔"

"یہی تو میں بھی سوچتا رہا ہوں۔"

"سوچتے رہو....!" عمران نے کہا اور کافی پینے لگا۔

پھر اس کے بعد وہ اپنے کمروں میں آگئے۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اس پُر اسرار آدمی کا طریق کار بھی وہی معلوم ہوتا ہے جو خود اس کا ہے کیونکہ اُس دن اس پستہ قد آدمی نے جولیانا فٹنر واٹر کے متعلق معلومات حاصل کر کے بلینا تک پہنچائی تھیں اور بلینا نے بھی اُس کا پیغام فون ہی کے ذریعہ اس تک پہنچایا تھا۔

عمران سوچتا رہا اور چیونگم کے پیکٹ کھلتے رہے۔ تین بجے فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا بلیک زیرو تھا۔

"پرنس پلیز....!" وہ کہہ رہا تھا۔ "وہ دونوں اس وقت ٹپ ٹاپ میں ہیں۔ مرد اُس سے خفا معلوم ہوتا ہے دونوں کے درمیان آپ کے متعلق بہت تیز تیز گفتگو ہوئی ہے۔ مرد کہہ رہا تھا کہ اُسے محتاط رہنا چاہئے۔ دیسی آدمیوں سے ملنے کی ضرورت نہیں خواہ وہ کوئی پرنس ہو یا کوئی معمولی آدمی! لڑکی اس پر کافی گرم ہو گئی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ اُس کی نجی زندگی سے کسی کو کوئی سروکار

نہ ہونا چاہئے۔ اُس نے صرف اپنی خدمات فروخت کی ہیں اپنا وجود نہیں بیچ ڈالا....!"

"پھر کیا ہوا....!" عمران نے پوچھا۔

"پھر مرد نے اُسے دھمکی دی تھی کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"تو وہ دونوں اب ٹپ ٹاپ ہی میں موجود ہیں۔"

"جی ہاں! دونوں نے ساتھ ہی بیئر پی ہے لیکن ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر نظر آرہے ہیں۔ لڑکی بار بار اُس پر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ وہ آپ سے ملتی رہے گی وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہے کہ اس سے اُس کے فرائض کی انجام دہی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مرد پہلے تو اس سے جھگڑتا رہا تھا مگر پھر اُس نے اپنا رویہ یکلخت بدل بھی دیا تھا اور اُسے سمجھانے لگا تھا کہ وہ آدمی تو بالکل دو کوڑی کا معلوم ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پرنس ہو لیکن بالکل احمق معلوم ہوتا ہے.... لیکن لڑکی پر شائد اس کا بھی اثر نہیں ہوا وہ بدستور اپنی بات پر اڑی ہوئی ہے۔"

"اب تم اُس مرد کا تعاقب کرنا! مجھے اس کی رہائش گاہ کا بھی علم ہونا چاہئے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"بس....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیکن ابھی ریسیور رکھ کر ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر فون کی گھنٹی بجی اس بار دوسری طرف سے خاور تھا اور اُس نے ڈائیننگ ہال سے رنگ کیا تھا۔

"کیا آپ ڈائیننگ ہال میں آسکتے ہیں۔" اُس نے پوچھا۔

"کیا ڈائیننگ ہال یہاں نہیں آسکتا؟" عمران کا لہجہ غصیلا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں کسی کو آپ کی تلاش ہے۔"

"تمہارا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے۔ آخر وہ کون ہے۔"

"ایک.... دوسری سفید فام لڑکی۔ اُسے پرنس ٹھفرل کی تلاش ہے۔"

"ہام.... تو کھیل باقاعدہ شروع ہو گیا.... کیا اس نے میرا یہی نام لیا تھا۔"

"جی ہاں! یہی نام.... کیا میں اُسے آپ کے کمرے میں بھیج دوں۔"

"سیکریٹری....!"

"یس یور ہائی نس....!"

"تنہائی میں ہمیں عورتوں سے ہول آتا ہے... اسلئے تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو ہول آنے کی بجائے اُس پر غصہ آئے گا۔ میں بھیج رہا ہوں۔"

"بھیجو....!" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

کچھ دیر بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور عمران نے غرا کر کہا۔

"آجاؤ....!"

دروازہ کھلا اور سفید فام لڑکی اندر داخل ہوئی۔

"کیا میں پرنس ٹھفرل سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہی ہوں۔"

"یقیناً.... یقیناً.... بالکل....!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ مگر پھر یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ وہ آنے والی کو گھور رہا تھا اور اب اُس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

دفعتاً اُس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ "یہ کیا حرکت....!"

"کیا مطلب....!"

"کس گدھے نے تم سے کہا تھا کہ اتنے گھٹیا قسم کے میک اپ میں گھومتی پھرو.... اور پھر اس طرح یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ روشی کو مجھ پر اہمیت دی جائے۔"

"جولیا.... میں آج کل تمہارا انچارج ہوں۔"

"ہوا کرو۔" اُس نے لاپروائی ظاہر کرنے کے سے انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی۔

عمران اس جواب پر بُری طرح جھلا گیا تھا۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ جولیا ایک آرام کرسی میں گر گئی۔ وہ عمران کو گھور رہی تھی۔

"ایکس ٹو کون ہے۔" اُس نے یک بیک پوچھا۔

"وہ کوئی گدھا ہی ہوگا۔ کیونکہ اُس کے ماتحت تم جیسے عقل مند لوگ ہیں۔"

"عمران میں کہتی ہوں اس سے بہتر موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔"

"کیسا موقع....!"

"ہم ایکس ٹو کی شخصیت سے واقف ہو سکتے ہیں۔"

"میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔"

"یا تو تم جھوٹے ہو! یا اُس سے اچھی طرح واقف ہو۔!"

"دونوں ہی صورتوں میں تم میری ذات سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو گی۔ اور اب اسے بھی سن لو کہ اب اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کیا تو کافی عرصہ تک پچھتاؤ گی۔"

"میں کام کر رہی ہوں کسی سے پیچھے نہیں رہی۔"

"تم کام بگاڑ دو گی اور اب سب سے پہلے تمہاری ہی گردن کٹے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم اُس لڑکی ہلینا کے متعلق مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔"

"جتنا بھی جانتا ہوں اُس سے زیادہ جاننا میری صحت کے لئے مضر ہوگا۔"

"تو پھر میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں۔!"

"نوپ....!"

"اچھا تو پھر میں جا رہی ہوں۔"

"اور مجھے توقع ہے کہ خاموشی سے بیٹھو گی۔ ہم لوگوں سے ملنے کی کوشش نہ کرو گی۔ میرا مطلب ہے کہ میک اپ میں.....!"

"کیا واقعی تم میری معلومات سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔ میں دراصل اس وقت اسی لئے آئی تھی کہ تمہیں ہلینا کے متعلق کچھ بتاؤں۔"

"اس کے علاوہ اور کیا بتاؤ گی کہ وہ اپنے ایک ساتھی سے جھگڑا کر بیٹھی ہے اور یہ جھگڑا ابھی کچھ دیر پہلے ٹپ ٹاپ کلب میں ہوا تھا۔"

جولیا نے پلکیں جھپکائیں۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا.... تم میں سے کسی نے بھی اُس کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت خاور صدیقی اور نعمانی تمہارے ساتھ کام کر رہے ہیں! خاور یہیں تھا.... صدیقی اور نعمانی مجھے کہیں نظر نہیں آئے۔"

"لیکن اُسے کیوں بھول جاتی ہو جو تمہیں کبھی نظر نہیں آیا....!"

"ایکس ٹو....!"

عمران کوئی جواب دینے کی بجائے چیونگم کا پیکٹ پھاڑنے لگا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم اُس کی شخصیت سے واقف ہو۔"

عمران پھر کچھ نہ بولا۔ اب وہ پھر احمق نظر آنے لگا تھا.... جولیا پہلے تو پُر سکون دکھائی دیتی رہی پھر اُس کے چہرے پر شدید ترین جھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔ تھوڑی دیر تک عمران کو قہر آلود نظروں سے دیکھتی رہی پھر اٹھ کر چلی گئی۔ دروازہ کافی تیز آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو....!" عمران نے ریسیور اٹھا کر چیونگم کا پیکٹ ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا۔

"سلیمان....!"

"کیا بات ہے....!"

"سر سلطان سے مل لیجئے۔ ان کی کال آئی تھی۔"

"اور کچھ....!"

"ایک خط ہے میم صاحب کا....!"

"ابے تو وہ خط کیا اپنے ساتھ قبر میں لے جائے گا۔"

"جیسا آپ کہیے۔ یہ بھی مشکل نہیں ہے۔"

"سلیمان....!"

"جی صاحب۔"

"مرغے کی موت ماروں گا۔"

"ابھی حاضر ہوا صاحب....!"

"نہیں پہلے سر سلطان کے یہاں جاؤ... جو کچھ وہ فون پر کہنا چاہتے ہوں اُن سے لکھوا کر لانا ہے۔!"

"وہ مجھے کیا پہچانیں گے۔"

"میں فون پر اُن سے کہہ دوں گا۔ جلدی کرو۔"

"ابھی گیا۔"

سلسلہ منقطع ہوگیا۔ عمران کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ اُس نے ان حالات کی اطلاع سر سلطان کو نہیں دی تھی۔ وہ بھی اُسے بہت ہی خاص موقع پر فون کرتے تھے۔

بہر حال اس سلسلے میں اُسے سلیمان کا منتظر رہنا تھا۔

* * *

روشنی کے خط سے اُسے معلوم ہوا کہ اب وہ پُر اسرار آدمی ایکس ٹو کو فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ روشنی نے لکھا تھا کہ کس طرح اُس نے اُسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

صفدر کو پاگل خانے بھجوانے میں اُس کا ہاتھ نہیں تھا۔ عمران نے خط پڑھ کر اس طرح سر کو جنبش دی تھی جیسے وہ بھی اپنی شیطنیت کو بروئے کار لائے بغیر نہ رہے گا۔

سر سلطان نے کوئی خط نہیں دیا تھا انہوں نے تو اُسی وقت فون پر اس سے انکار کر دیا تھا جب عمران نے سلیمان کے متعلق انہیں اطلاع دی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ جس صورت سے بھی ممکن ہو وہ آج ہی اُن سے مل لے!

تقریباً آٹھ بجے رات کو عمران گرینڈ سے نکل آیا۔ لیکن اُس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اب ایسی صورت میں اس کے لئے ناممکن ہو گیا کہ وہ سر سلطان کے گھر کا رخ کرتا۔ ساتھ ہی اُس کی تشویش بڑھ گئی۔ اس تعاقب کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ اُس کی اب تک کی محنت برباد ہی ہوئی ہے۔ اُسے جولیانا فنٹز واٹر یاد آئی اور وہ سوچنے لگا کہ اس افتاد کی ذمہ دار وہی ہو سکتی ہے ممکن ہے کہ اُس کے بے ڈھنگے میک اپ کی وجہ سے اُن پُر اسرار لوگوں کو کسی قسم کا شبہ ہوا ہو۔

کچھ بھی ہوا ہو کھیل تو بگڑ ہی چکا تھا۔ عمران نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ اب وہ اُسے رونیک میں لے چلے جہاں ہلینا مقیم تھی اور رونیک کی کمپاؤنڈ میں ٹیکسی سے اترتے ہی تعاقب کرنے والا بھی سامنے آ گیا۔ یہ وہی روجر تھا جس سے ہلینا نے آج ہی گرینڈ میں تعارف کرایا تھا۔ وہ دوسری ٹیکسی سے اترا اور اس انداز میں آگے بڑھتا چلا گیا جیسے عمران سے بے خبر ہو۔

عمران بھی خاموشی سے چلتا رہا۔ اب وہ سوچ رہا تھا ممکن ہے روجر نے اصل معاملے سے ہٹ کر کسی دوسرے سلسلے میں اُس کا تعاقب کیا ہو۔ عمران کو ہلینا اور روجر کے جھگڑے کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔

وہ ڈائننگ ہال میں آیا.... روجر اُس سے پہلے ہی داخل ہو چکا تھا۔ وہ اُسے ڈائننگ ہال کی ایک میز پر نظر آیا.... عمران نے بھی اُس سے بے تعلقی ظاہر کی....

لیکن روجر نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"آہا.... پرنس آیئے.... آیئے.... کیا آپ میرے ساتھ بیٹھنا گوارا فرمائیں گے۔"

عمران رک گیا اور اُسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اوہاں.... جی ہاں.... جی ہاں....!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں اس سے پہلے بھی کہیں آپ کو دیکھ چکا ہوں۔!"

"آپ کا خیال صحیح ہے جناب....! تشریف رکھئے....!"

عمران بیٹھ گیا.... لیکن اُس کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے اُسے نہ پہچان سکنے پر اُسے بے حد شرمندگی ہو۔

"آج گرینڈ میں ہلینا نے آپ سے ملایا تھا۔" روجر مسکرا کر بولا۔

"اوہ.... جی ہاں.... جی ہاں!" عمران زور زور سے سر ہلانے لگا۔

"ہلینا آپ کی بہت مداح ہے۔"

"کیا ہم بالکل گدھے ہیں۔" دفعتاً عمران غصیلی آواز میں بولا۔

"اوہ.... میں نہیں سمجھا.... آپ کیا فرما رہے ہیں۔"

"وہ لڑکی ہمیں گدھا سمجھتی ہے۔"

"ارے نہیں تو.... یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔"

"ہم بالکل صحیح فرما رہے ہیں۔ بلکہ مستند ہے ہمارا فرمایا ہوا۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔"

"کیا تم ہی اس وقت مجھے چغد نہیں محسوس کر رہے۔"

"یہ آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔" روجر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ "ویسے اس کے باوجود بھی آپ ہلینا سے ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔"

"بکواس ہے۔"

"آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔" روجر نے غصیلی آواز میں کہا۔

"وہ تو میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ اچھے آدمی کبھی دوسروں کو بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔"

"میں بڑے بڑے ڈیوکوں اور لارڈوں اور کاؤنٹوں سے ٹکرا چکا ہوں۔"

"اسی لئے چپٹے ہو کر رہ گئے ہو۔ خدا تم پر رحم کرے....!"

"میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔" روجر غرایا۔ ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ وہ دونوں ہی چونک پڑے ہلینا نے پیچھے سے آ کر میز پر ہاتھ مارا تھا۔

جس جگہ اُس کا ہاتھ پڑا تھا وہاں عمران کو ایک چھوٹا سا کارڈ نظر آیا جس پر سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔ یہ نشان بہت واضح تھا اور کافی فاصلے سے دیکھا جا سکتا تھا۔ عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ نشان اندھیرے میں چمکتا بھی ہو گا۔ کیونکہ جس روشنائی سے وہ بنایا گیا تھا اُس میں اُسے فاسفورس کی آمیزش بھی معلوم ہوئی تھی۔

عمران بے تعلقانہ انداز میں بیٹھا رہا۔ ویسے اُس کے چہرے پر بیزاری کے آثار پہلے ہی سے

موجود تھے۔

"اچھی بات ہے۔" روجر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے ایک طویل سانس لی اور چپ چاپ آمدورفت کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کارڈ بھی اُس نے اٹھالیا تھا۔

"ہیلو.... پرنس!" ہلینا بیٹھتی ہوئی بولی۔ "کیا تم بہت دیر سے یہاں ہو۔"

"ہاں....!" عمران کی آواز غصیلی تھی۔

"اوہ.... تم کچھ خفا معلوم ہوتے ہو۔"

"کچھ نہیں.... بہت زیادہ....!"

"بات کیا ہے۔"

"تم اور تمہارے دوست.... ہمیں اُلو سمجھتے ہو!"

"ارے نہیں.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ڈیئر پرنس....!"

"اور اس گوجر نے ابھی میری توہین کی تھی۔"

"گوجر نہیں اُس کا نام روجر ہے۔ کیا وہ تم سے جھگڑا کر رہا تھا۔"

"ہاں.... اُس نے کہا تھا کہ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ اب تک کئی ڈیوکوں، لارڈوں اور کاؤنٹوں سے ٹکرا چکا ہے؟ مگر ہم نہیں سمجھ سکے کہ آخر اُس نے ہمیں دھمکی کیوں دی تھی۔"

"اوہ.... وہ پاگل ہے۔ ٹھفزل! تم کچھ خیال نہ کرو....!"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ یہاں سے زندہ واپس نہ جانے پائے تو بہتر ہے ورنہ ساری دنیا میں بکتا پھرے گا کہ میں نے پرنس تفضّل کی توہین کی تھی اور وہ دم دبا کر رہ گیا تھا.... دیکھو چلینا....!"

"ہلینا....!" اُس نے تصحیح کی۔

"اوہ.... ہلینا ہی سہی!" عمران میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ "بندروں کی اور بات ہے لیکن آدمیوں سے نپٹنے کے لئے ہم کافی قوت رکھتے ہیں۔ خدا کا شکر ادا کرو اس وقت ہمارا سیکریٹری یہاں موجود نہیں تھا.... ورنہ یہ جوکر یہیں اسی وقت قتل کر دیا جاتا.... ہمارے ملازمین نمک حرام نہیں ہیں.... کیا یہ آدمی یہیں تمہارے ساتھ رہتا ہے۔"

"نہیں....!"

"کہاں رہتا ہے۔ اس کا پتہ بتاؤ۔"

"اے.... ٹھفزل ڈیئر! ختم کرو۔ ہم پردیسی طالب علم ہیں یہاں تمہارے ملک کے آثار

قدیمہ سے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ دو چار دن میں چلے جائیں گے۔ کیوں خواہ مخواہ بات بڑھاتے ہو۔"

"لیکن آخر یہ ہم سے کیوں الجھ پڑا ہے۔"

"اب کیا بتاؤں....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"نہیں بتاؤ! ہم سنے بغیر نہیں مانیں گے۔"

"اُس کا خیال ہے کہ میں تم سے عشق کرنے لگی ہوں۔" وہ مضحکہ خیز انداز میں ہنسی۔

"عشق.... ق....!" عمران نے اس طرح گلے پر ہاتھ رکھ کر کہا جیسے کوئی سخت چیز حلق کے نیچے اتارنے کی کوشش کی ہو۔

اور پھر اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ جسم کانپنے لگا۔ ممکن ہے آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں بھی اڑنے لگی ہوں اور پھر اس کا سر اچانک میز سے ٹکرایا۔

"ہاں.... ہاں...." وہ اُس کا شانہ پکڑ کر اٹھاتی ہوئی بولی۔ "یہ کیا ہو گیا تمہیں۔"

"کچھ نہیں....!" عمران سیدھا بیٹھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "کچھ بھی نہیں۔"

"نہیں کچھ تو ہے۔ تم یک بیک بیمار سے نظر آنے لگے ہو۔"

عمران نے صرف ایک ٹھنڈی سانس لی جواب میں اور کچھ نہیں کہا۔ ویسے اُس کا چہرہ خوف اور حماقت کی آماجگاہ بن کر رہ گیا تھا۔

"بولو.... تم خاموش کیوں ہو گئے!"

"عشق کے نام ہی سے ہمارا دم نکل جاتا ہے۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیوں؟"

"تم نہیں جانتیں ہماری اسٹیٹ میں عشق کرنے والوں کو کیسی سزائیں ملتی ہیں۔"

"سزائیں۔"

"ہاں.... ہمارے والد بزرگوار عشق کرنے والوں کی دم پر نمدہ کسوا دیتے ہیں۔"

"بیکار باتیں نہ کرو.... یہ تو حسن و عشق ہی کی سرزمین ہے.... میں نے تمہارے یہاں کی کہانیاں سنی ہیں۔ پڑھی ہیں! وہ کون تھے.... ہیر اور رانجھا....!"

"اُن کا تو نام ہی نہ لو....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیوں! اُن کی داستان تو ساری دنیا میں مشہور ہے۔"

"بعد کے حالات سے تم واقف نہیں ہو۔ خبروں پر سنسر ہو گیا تھا اور بعد کے حالات دنیا کو

نہیں معلوم ہو سکے تھے۔"

"کیسے حالات....!"

"وہ دونوں راوی کے کنارے ملا کرتے تھے۔ عشق ہو گیا۔ ہیر دراصل وہاں کپڑے دھونے آیا کرتی تھی۔ رانجھا اُس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ ہاتھ کیا بٹانے لگا ہیر کو تو الگ بٹھا دیتا اور خود ہی اُس کے کپڑے دھو دھا کر ڈھیر لگا دیتا۔ اچانک ایک دن اُس نے محسوس کیا کہ اسے تقریباً ڈھائی سو کپڑے روزانہ دھونے پڑتے ہیں۔ تب اُسے ہوش آیا اور بُری طرح بوکھلا گیا.... اُس نے ہیر کی طرف دیکھا جو کچھ دور گھاس پر بیٹھی لسی پی چکنے کے بعد نسوار کی چٹکی چلانے جا رہی تھی.... مگر وہ صرف دیکھ کر ہی رہ گیا کچھ بولا نہیں۔ لیکن چونکہ اُسے تشویش ہو گئی تھی اس لئے وہ نچلا نہیں بیٹھا! کپڑے تو اُسے بہر حال دھونے پڑتے تھے اس سے جو وقت بچتا تھا اس معمے کو حل کرنے میں صرف کر دیتا۔ اب اسے ہیر سے عشق جتانے کا بھی کم موقع ملتا تھا۔

ویسے وہ لسی کا گھڑا سامنے رکھے بیٹھی اُس کا دل بڑھایا کرتی تھی آخر ایک دن یہ راز کھل ہی گیا۔ بیچارے رانجھے کو معلوم ہوا کہ ہیر کے بھائی نے مال روڈ پر ایک بہت بڑی لانڈری کھول رکھی ہے۔ بس وہ غریب وہیں پٹ سے گرا اور ختم ہو گیا یہ ہے اصلی داستان ہیر رانجھا کی۔"

ہلینا ہنسنے لگی۔

"کیا تم غلط سمجھی ہو۔"

"کچھ نہیں چھوڑو۔ تم عجیب ہو۔ تمہارے پاس گھنٹوں بیٹھنے کو دل چاہتا ہے۔"

"بب.... باس! ہم تو اب چلے.... مگر نہیں۔ ہمیں اُس کا پتہ بتاؤ۔ ارے کیا ہمارا غصہ اُتر چکا ہے۔ نہیں ہر گز نہیں.... ہم اس وقت بھی انگارے چبا رہے ہیں۔"

"ختم کرو۔ ٹھفرل ڈیئر۔ میں کہتی ہوں بیکار بات نہ بڑھاؤ۔ اس سے حالات بگڑیں گے۔ بن نہیں سکتے۔"

"کچھ بھی ہو! ہم نے آج تک ایسے لوگوں کو معاف نہیں کیا، جو ہماری توہین کریں! بندروں کی بات الگ ہے مگر ہم عنقریب اُن کا انتظام بھی کرنے والے ہیں۔ خیر تو تم بتاؤ پتہ! ہم خود ہی معلوم کر لیں گے اور کل تک تم اس کا حشر دیکھ لینا۔"

"اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ مگر کیا ضروری ہے کہ مجھے بھی اُس سے محبت ہو۔"

"ہمارے نزدیک تو اُس کا وجود ہی غیر ضروری ہے۔"

"اُف فوہ! تم اپنا دل صاف نہیں کرو گے۔"

"ہر گز نہیں! ہم اپنا دل اُس کے خون سے صاف کریں گے۔"

"یہ نہ بھولو کہ قانون اُس کی پشت پناہی کرے گا۔"

"میں اُسے پکڑوا کر اپنی اسٹیٹ میں لے جاؤں گا اور وہاں قتل کرا دوں گا۔ اپنے ماتحتوں سے وہاں ہمارا قانون چلتا ہے۔ ڈھمپ ایک آزاد ریاست ہے۔" عمران اٹھ گیا اور ہلینا دونوں ہاتھ ہلا کر بولی۔ "ارے تو بیٹھو نا! تم مجھ سے ہی ملنے کے لئے یہاں آئے تھے۔"

"ہاں ہم اسی لئے آئے تھے۔ مگر ہمارا موڈ چوپٹ ہو گیا ہے۔ اب ہم نہیں رکیں گے۔" پھر وہ روکتی ہی رہ گئی لیکن وہ دوسرے ہی لمحے میں ڈائیننگ ہال سے باہر تھا۔

کچھ دور تک پیدل ہی چلتا رہا۔ پھر ایک ٹیکسی کر لی۔ دراصل وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ اب بھی اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں اس لئے اُس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کوئی مخصوص پتہ بتانے کی بجائے "دائیں اور بائیں" کی ہانک لگانی شروع کر دی تھی.... اس طرح ٹیکسی کبھی کسی گلی میں مڑتی اور کبھی پھر کسی کشادہ سڑک پر نکل آتی۔

جب عمران کو اطمینان ہو گیا کہ اس بار تعاقب نہیں کیا جا رہا تو اُس نے ٹیکسی ڈرائیور کو سر سلطان کا پتہ بتایا پھر تھوڑی دیر بعد وہ سر سلطان کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا۔

سر سلطان غالباً سونے کے لئے جا چکے تھے۔ لیکن عمران کی آمد کی اطلاع پا کر شب خوابی کے لباس ہی پر لبادہ ڈال کر ڈرائینگ روم میں چلے آئے۔

"میں نے تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔"

"فرمائیے! میں خطرات ہی سے نکل کر آپ تک پہنچا ہوں! بس آج کل حالات ایسے ہیں کہ میں نے فون پر گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔"

"کیا بات ہے۔"

"پہلے آپ اپنے خطرات سے آگاہ فرمائیے۔ میں تو خطرات کا کیڑا ہو چکا ہوں۔"

"پڑوسی ملک سے اطلاع ملی ہے کہ ایک خطرناک آدمی کچھ دن پہلے دونوں ممالک کی سرحد پر دیکھا گیا تھا۔ اُس کے بعد سے پھر اُس کا سراغ نہیں مل سکا۔"

"یعنی وہ خطرناک آدمی ہمارے ملک میں داخل ہو گیا ہو گا۔" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔

"یقیناً.... اس کے امکانات ہیں۔ تم جانتے ہو کہ ایک ہفتہ بعد یہاں چند دوست ممالک کی ایک خفیہ کانفرنس ہونے والی ہے۔"

"آہم.... جی ہاں.... مجھے علم ہے۔ مگر وہ خطرناک آدمی ہے کون!"

"وہی جس کی شناخت صرف یہ ہے کہ اُس کے داہنے ہاتھ پر چھ انگلیاں ہیں۔"

"نہیں....!" عمران اچھل پڑا۔

"ہاں وہی! اُسے چند چرواہوں نے دیکھا تھا۔ اُس نے چلو سے پانی پینے کے لئے اپنے دستانے اتارے تھے اُن چرواہوں میں اینٹی اسمگلنگ پولیس کا ایک تربیت یافتہ مخبر بھی تھا۔"

عمران کے چہرے پر تشویش کے آثار آنے لگے۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"کیا یہ اطلاع صرف میرے ہی محکمہ کے لئے تھی۔"

"نہیں! تمہارے باپ مسٹر رحمان کو بھی اطلاع دے دی گئی ہے۔"

"مگر مجھے افسوس ہے کہ اُن کا محکمہ شائد اُس کی گرد کو بھی نہ پاسکے۔" سر سلطان مسکرائے لیکن پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولے۔ "ہاں تم اتنے محتاط کیوں ہو رہے ہو آج کل!"

"ارے.... جناب بس کیا عرض کروں۔ عمران بیچارہ گھن چکر بن کر رہ گیا ہے۔" عمران نے بسور کر کہا۔

اور پھر آج تک کے واقعات دہرا کر بولا۔ "وہ جو کوئی بھی ہو کافی باخبر آدمی معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اُسے یہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر کے طریق کار کا علم ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ چیف آفیسر ایکس ٹو کہلاتا ہے اور اُس کے ماتحت اُس کی شخصیت کے متعلق اندھیرے میں ہیں۔ لہٰذا اُس کی ان حرکتوں کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایکس ٹو بوکھلا کر خود ہی بے نقاب ہو جائے۔"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے اور خود اُن کی آنکھوں سے الجھن جھانک رہی تھی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تب پھر وہ جانتا ہو گا کہ ایکس ٹو ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔"

"ممکن ہے۔"

"تب پھر میرا خیال ہے کہ وہ آدمی اپنے داہنے ہاتھ میں یقینی طور پر چھ انگلیاں رکھتا ہو گا۔"

"کیوں؟"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے اُس نے سوچا ہو کہ ایکس ٹو پر قابو پائے بغیر وہ یہاں کچھ بھی نہ کر سکے گا۔ فرض کرو وہ اس کانفرنس ہی کے راز اڑانا چاہتا ہو تو کیا وہ ایکس ٹو کی نظروں میں آئے بغیر ایسا کر سکے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر تم نے اس آدمی کے متعلق کیا سوچا ہے جو ایکس ٹو کو بے نقاب کر دینا چاہتا ہے۔"

"میں عنقریب اُسے اس کے بل سے نکال کر چوہے ہی کی طرح مار ڈالوں گا۔"

"یہ آسان کام نہ ہو گا عمران۔ اگر یہ وہی آدمی ہے۔"

"اچھا شب بخیر....!" عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور سر سلطان ہنس پڑے۔

"جاؤ....!" انہوں نے کہا۔ "لیکن بہت محتاط رہنا۔ مجھے تمہاری زندگی بے حد عزیز ہے۔"

"شب بخیر....!" عمران کسی بھیڑیئے کی طرح غراتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

دوسری صبح بلیک زیرو نے فون پر عمران کی کال ریسیو کی جو کہہ رہا تھا۔ "روجر کی قیام گاہ سے تم یقینی طور پر واقف ہو گے۔"

"جی ہاں....!"

"بس آج اُس کے پیچھے رہو۔ نہیں ٹھہرو۔ دیکھو.... میں دراصل یہ چاہتا ہوں کہ آج شہر کی کسی بھری پُری سڑک پر اُس کے دس پانچ جوتے لگا دیئے جائیں۔"

بلیک زیرو اس تجویز پر حیران رہ گیا۔

"میں نہیں سمجھا جناب....!"

"ارے تو کیا اب جوتے خرید کر تمہیں سمجھانا پڑے گا۔"

"نہیں.... نہیں! میں دراصل یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس سے کیا فائدہ ہو گا۔"

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو۔" فون میں غراہٹ سنائی دی اور پھر بلیک زیرو نے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنی۔

یہ چیز بلیک زیرو کے لئے مشکل نہیں تھی۔ کیونکہ وہ تو ایسے کاموں کا ماہر تھا.... لیکن وہ الجھن میں ضرور پڑ گیا تھا۔ آخر اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے آفیسر سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن اس کا طریق کار آج تک اس کی سمجھ میں نہ آسکا تھا اور نہ اُسے یہی معلوم ہو سکا تھا کہ وہ کب سنجیدہ ہو جائے گا اور کب حماقتوں پر اتر آئے گا۔

ناشتے کے بعد وہ کیل کانٹے سے لیس ہو کر نکلا روجر کا قیام اڈلفیا میں تھا۔ لیکن بلیک زیرو کو اس کا علم نہیں تھا کہ وہ وہاں تنہا تھا یا اُس کے دوسرے ساتھی بھی وہیں مقیم تھے۔

اڈلفیا پہنچنے سے پہلے ایک بار پھر اُس نے عمران کو فون کیا۔

"ہاں کیوں؟ کیا رہا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ابھی تو کچھ بھی نہیں۔ کیا میں اُس کے کمرے میں گھس کر مرمت کروں۔"

"نہیں! شارع عام پر یہ بہت ضروری ہے۔"

"تب تو پھر انتظار کرنا پڑے گا۔ جب وہ باہر آئے تب ہی ایسا ہو سکے گا۔"

"کچھ بھی ہو۔ آج یہ ہونا چاہئے۔"

"بہت بہتر ہے! یہ تو ہو ہی جائے گا۔"

"کیا تم میک اپ میں ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"یقیناً جناب! اس کے بغیر کیسے کام چل سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اسی شام کو عمران اپنے کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ ہلینا آ ٹکرائی وہ کچھ بدحواس سی نظر آ رہی تھی۔

"چلو، چلو اندر چلو! تم باہر نہیں جا سکتے۔" وہ اُسے اندر دھکیلتی ہوئی بولی۔

"ہائیں.... ہائیں۔ کیا بات ہے.... اَدب اَدب.... اَدب ملحوظ رکھو۔ یہ مت بھولو کہ ہم کون ہیں۔ بے تکلفی ہمیں قطعی پسند نہیں ہے۔"

وہ کمرے کے اندر آ گیا۔ ہلینا دروازہ بند کر کے ہانپتی ہوئی بولی۔ "تم نے بہت بُرا کیا ٹھفرل؟"

"ہم نہیں سمجھے تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اب معاملے کو آگے نہ بڑھاؤ۔"

"کس معاملے کو....!"

"روجر....!" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"کیا اسے قتل کر دیا گیا۔"

"نہیں....!"

"پھر معاملہ آگے کیسے بڑھا....!"

"ٹھفرل تم نہیں سمجھ سکتے کہ کن خطرات میں گھر گئے ہو۔ میں نے تمہیں اسی لئے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر تم نے میری باتوں پر کان نہ دیا۔"

"ارے.... تو میں نے کیا کیا!"

"اس طرح شارع عام پر اُسے ذلیل نہ کرنا چاہئے تھا۔"

"ارے کچھ تو بولو بھی.... بتاؤ کیا ہوا۔"

"ہم دونوں اڈلفیا کے قریب سے گذر رہے تھے کہ ایک آوارہ آدمی نے اُسے جوتوں سے مارا۔"

"خبر تسکین بخش ہے ہمارے لئے....!" عمران مسکرا کر بولا۔ "مگر پوری تسکین نہیں ہوئی.... بہر حال اب ہم اُسے اس قابل ہی نہ رہنے دیں گے کہ وہ آئندہ ڈیوکوں، لارڈوں اور کاؤنٹوں سے ٹکرا سکے۔"

"میں تمہیں آگاہ کرتی ہوں کہ فی الحال گرینڈ سے باہر قدم نہ نکالنا....!"

"کیوں؟" عمران نے بھنویں سکوڑ کر کہا۔

"بس بتا دیا تم سے۔ تم نہیں جان سکو گے کہ گولیاں کدھر سے آئی تھیں کیونکہ تمہارا جسم چھلنی ہو چکا ہو گا۔ روجر پاگل ہو رہا ہے۔"

"آہا تب تو وہ یہ بھی جانتا ہو گا کہ تم ہمیں اس خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہو۔"

"اب میں تمہیں کیا بتاؤں۔"

"نہیں ضرور بتاؤ۔ ہمیں سن کر بے حد خوشی ہو گی۔ ہماری تو یہ تفریح ہے کہ ہم پر گولیاں برسیں اور ہمارا جسم چھلنی ہو کر رہ جائے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم پر بڑا غصہ آ رہا ہے۔"

"ہمیں بھی آ سکتا ہے غصہ! اس لئے جو کچھ بھی کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔"

"پٹ چکنے کے بعد روجر نے کہا تھا کہ یہ حرکت ٹھفرل ہی کی ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کی تردید کرنی چاہی لیکن وہ مجھ پر بگڑ گیا۔ مجبوراً مجھے اُس سے ہمدردی ظاہر کرنی پڑی اور یہ بھی تسلیم کر لینا پڑا کہ یہ حرکت تمہاری ہی ہو گی۔ پھر اب تم خود سوچو ہماری ملاقات کو کتنے دن ہوئے ہیں اور وہ مجھے بہت دنوں سے جانتا ہے۔ نہ صرف جانتا ہے بلکہ کچھ دعوے بھی رکھتا ہے یہ اور بات ہے کہ میں اُس کے کسی دعوے کو تسلیم نہ کروں۔"

"بات ختم کرنے میں جلدی کیا کرو۔"

"اس وقت اُس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"کیوں؟"

"تاکہ میں تمہیں یہاں سے سڑک پر لے جاؤں اور وہ لوگ تمہارا خاتمہ کر دیں!"

"چلو....!" عمران اٹھتا ہوا۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔"

"ہم کہتے ہیں چلو.... ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ جسم چھلنی کر دینے والی گولیاں کیسی ہوتی ہیں۔"

ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟" عمران نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"سیکریٹری.... یور ہائی نس....!"

"آجاؤ....!"

خاور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

"یہ آپ کے لئے ہے....!" خاور نے ہلینا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی ایک آدمی دے گیا ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ آدمی ہی تھا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"نن.... نہیں.... بب.... بات یہ ہے!" خاور ہکلایا۔

"سیکریٹری....!"

"یس یور ہائی نس....!"

"ہم نے تمہیں ہزار بار سمجھا دیا کہ کوئی بات یقین کے ساتھ نہ کہا کرو۔"

"اوہ غلطی ہوئی جناب! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"چلو خیر.... ہاں!" عمران نے ہلینا کی طرف دیکھا جو لفافہ چاک کر رہی تھی اور اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ لفافے سے اُس نے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالا جس پر سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔ عمران اس سے پہلے بھی ایک بار اس قسم کا سوالیہ نشان دیکھ چکا تھا.... لیکن اس وقت جو نشان ہلینا کے ہاتھ میں تھا اس کی رنگت سرخ تھی۔

دفعتاً اُس نے محسوس کیا کہ ہلینا کے چہرے کی رنگت حیرت انگیز طور پر بدل رہی ہے.... ذرا ہی سی دیر میں اس کی آنکھیں بے نور معلوم ہونے لگی تھیں! وہ کرسی کی پشت سے ٹک گئی اور

آنکھیں بند کرلیں۔ عمران نے خاور کو جانے کا اشارہ کیا۔

"کیا بات ہے....!" عمران اسکے قریب جاکر بولا۔ "کیا ہم تمہارے لئے کوئی چیز طلب کریں۔"

"برانڈی....!" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "میری طبیعت دفعتاً خراب ہوگئی ہے۔"

عمران نے فون پر برانڈی کے لئے کہا۔

"آخر بات کیا ہے!" اس نے مڑ کر ہلینا سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں.... بس طبیعت یک بیک بگڑ گئی۔"

عمران چند لمحے اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تم خائف ہو۔ ہم تم سے کہتے تو ہیں کہ ہمارے ساتھ باہر چلو! اس طرح تم اُس سے بھی بُری نہیں بنو گی اور ہم اسی وقت اُس سے نپٹ لیں گے۔"

"اوہ.... ٹھفزل! کچھ دیر خاموش رہو۔ مجھے کچھ سوچنے دو۔"

"اچھی بات ہے! ہم دس منٹ تک بالکل خاموش رہیں گے۔"

کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ....!" عمران نے کہا اور ویٹر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ برانڈی لایا تھا۔

اُس کے واپس چلے جانے کے بعد عمران نے گلاس میں سائیفن سے سوڈے کی بوچھاڑ ڈالی اور گلاس ہلینا کی طرف بڑھا دیا۔

"تم.... تم نہیں لوگے....!" ہلینا نے کہا۔

"ہماری اسٹیٹ میں شراب پینے والے الٹے لٹکا دیئے جاتے ہیں!"

"تمہاری اسٹیٹ تو میرے اعصاب کیلئے ہتھوڑا بن گئی ہے۔" ہلینا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہمیں اس جملے کا مطلب ضرور سمجھاؤ....!"

ہلینا کچھ نہ بولی۔ عمران نے بھی مزید استفسار نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے اُس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جس پر کسی حد تک بحالی نظر آنے لگی تھی۔ غالباً برانڈی کا اثر فوری طور پر ہوا تھا۔

عمران خاموشی سے چیونگم کچلتا رہا....!

ہلینا بڑبڑا رہی تھی۔ "یہ بہت بُرا ہوا.... بہت بُرا.... روجر تم پچھتاؤ گے.... تم ابھی نہیں جانتے کہ میں کیا ہوں اور کیا کچھ نہیں کر سکتی....!"

"تم....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہمیں بیوقوف نہ سمجھو گی۔ مگر نہ جانے کیوں ہمیں ایسا

محسوس ہوتا ہے کہ تم کہیں کی شہزادی ہو!.... ہم نے یورپ میں بھی بہتیری ایسی شہزادیاں دیکھی ہیں جو اکیلے گھومنے پھرنے کی شائق ہوتی ہیں۔ پچھلے سال ہمیں لاس ویگاس میں ایسی ہی ایک شہزادی ملی تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ یورپ کے ایک ملک کی شہزادی ہے.... وہ جوئے میں بہت زیادہ ہار گئی.... اتنا زیادہ کہ اس کے پاس واپسی کے لئے کرایہ بھی نہیں بچا تھا.... ہمیں اس کا علم ہو گیا تھا ہم نے اس کی مدد کی اور وہ اپنے ملک واپس چلی گئی۔"

"کس ملک کی شہزادی تھی۔"

"ہمیں افسوس ہے کہ ہم یہ نہ بتا سکیں گے۔ کیونکہ ہماری ہی طرح وہ بھی معزز تھی۔ ہماری طرح اپنی رگوں میں شاہی خون رکھتی تھی۔ خیر اس قصے کو ختم کرو۔ ہم تمہاری پریشانی کی وجہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے ہم تمہارے کام بھی آسکیں۔"

"نہیں تو.... میں پریشان کہاں ہوں۔" وہ ہنس پڑی۔ لیکن انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زبردستی ہنسی تھی۔

"خیر....!" عمران نے لاپروائی ظاہر کرنے کے لئے اپنا شانوں کو جنبش دی۔ "نہیں بتانا چاہتیں تو ہم مجبور بھی نہیں کریں گے۔"

"کوئی بات نہیں ہے! ٹھفرل جو وقت بھی تمہارے ساتھ گذرا بہت خوشگوار گذرا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میری ہی وجہ سے تمہاری زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ مگر بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے تو تمہیں منع بھی کیا تھا کہ روجر سے مت الجھو۔ مگر تم نہیں مانے۔ کاش تمہیں علم ہوتا کہ وہ کتنا خطرناک آدمی ہے۔"

"اُس کا تذکرہ اب مت کرو۔ کیونکہ ہمارا غصہ تیز ہوتا ہے اور جب ہمارا غصہ بہت تیز ہو جاتا ہے تو بعض اوقات ہم اپنی ہی بوٹیاں نوچنے لگتے ہیں!"

"دوسری بات یہ کہ شائد اب میں تم سے نہ مل سکوں۔ ورنہ وہ میرا بھی دشمن ہو جائے گا۔ ابھی تو میں جا کر اُس سے کہہ دوں گی کہ تم آرام کر رہے تھے مگر ٹھہرو۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ہی اس پر مجبور کیا جائے گا۔"

"کس پر....!"

"اسی پر کہ میں تمہیں ہوٹل سے باہر نکال کر تمہارا جسم چھلنی کرا دوں!"

"جب بھی کوئی ایسی افتاد پڑے بے دریغ چلی آنا۔ ہم یقیناً اس سلسلے میں تمہارا ہاتھ بٹائیں گے۔"

"ٹھہرو ٹھفرل مجھے سوچنے دو!"

اُس نے پھر کرسی کی پشت سے ٹک کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ اب اُس کی آنکھوں مین بھی الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہلینا نے آنکھیں کھولیں اور آہستہ سے بولی۔ "تم یقینی طور پر مقامی پولیس کو ان حالات سے مطلع کرو گے۔"

"تم ہمیں مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" عمران نے بڑے بھولے پن سے کہا۔

"حقیقتاً مشورہ تو یہی دینا چاہئے۔ لیکن یہ مشورہ دینا اپنی جان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہوگا۔"

"کیوں؟"

"وہ لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔!" ہلینا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ یہی سوچیں گے کہ میں نے ہی تمہیں ہوشیار کیا ہے۔"

"ہاں ہمارا خیال ہے کہ وہ یہی سوچیں گے.... تو پھر ہم پولیس کو اس پچویشن سے آگاہ نہ کریں!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مشورہ دوں! اگر تم پولیس کو اطلاع نہیں دیتے تو تمہارا مرجانا یقینی ہے اور اطلاع دیتے ہو تو پھر میں تمہارا انجام دیکھنے کیلئے اس دنیا میں نہیں ہوں گی۔"

"یہ تو بہت بُری بات ہے۔ ہماری خواہش تھی کہ تم ہماری لاش پر بیٹھ کر گیتار بجاتیں۔" عمران نے ہنس کر کہا۔

"ٹھفرل..!" اُس نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم اسے مذاق سمجھے ہو جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے۔"

"نہیں! ہم اسے حقیقت سمجھے ہیں اور اب بہت سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کر رہے ہیں! اچھی بات ہے ہم ہوٹل سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

"وعدہ کرتے ہو۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں! ہم وعدہ کرتے ہیں۔ مگر تمہارے اس گوجر پر برابر جوتے پڑتے رہیں گے۔"

"ٹھفرل....!"

"ہم آج کل سو فیصدی ٹھفرل بن کر رہ گئے ہیں۔ اس لئے مجبوری ہے۔ ہماری عادت ہے ہم ایسے آدمیوں کو بے حد زچ کرتے ہیں جنہیں خود کو خطرناک ظاہر کرنے کا خبط ہو۔"

"اچھا خیر! مگر تم ہوٹل سے باہر نہیں نکلو گے۔"

"نہیں نکلیں گے! جتنا ہم سے ہو سکتا ہے ضرور کریں گے۔"

"اچھا اب میں جا رہی ہوں۔ کوشش کروں گی کہ تمہیں وقتاً فوقتاً حالات سے آگاہ کرتی رہوں۔ کیونکہ تم میری ہی وجہ سے اس زحمت میں پڑے ہو۔"

"ہاں! اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ نہ ہم تم سے ملنے کے لئے رونیک میں جاتے اور نہ اس منحوس آدمی سے ہمارا جھگڑا ہوتا.... بہر حال اگر ہمارا جسم چھلنی ہو سکا تو ہم تمہیں یاد ہی کرتے ہوئے دم توڑ دیں گے۔ مگر اس سے پہلے ہمیں ضرور بتا دینا کہ تم کس ملک کی شہزادی ہو۔"

"ٹھفرل! میری زندگی میں یہ ناممکن ہے کہ تمہارا جسم چھلنی ہو جائے۔ لیکن تمہیں میرے کہنے کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔ میں ایک کم حیثیت لڑکی ہوں۔ شہزادی نہیں۔"

"تم کوئی بھی ہوا! لیکن ہم تمہیں شہزادی ہی سمجھتے ہیں کیونکہ تم ایک عالی ظرف لڑکی ہو۔ ہمارے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال رہی ہو۔"

"میں بہت بُری ہوں ٹھفرل....!" اُس کی ہنسی زہریلی تھی۔ "مگر ضمیر بھی رکھتی ہوں۔ میری ہی وجہ سے تم ان حالات میں پڑے ہو! اور بلاوجہ.... اس لئے میں مجبور ہوں کہ تمہیں حالات سے باخبر رکھوں.... ورنہ....!"

"ورنہ کیا....؟"

"ورنہ کیا یہ مناسب ہے کہ میں تمہیں اپنے ہم وطنوں پر ترجیح دوں!"

"قطعی غیر مناسب ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"پھر....!"

"پھر کچھ بھی نہیں! تم اپنی راہ لو۔ ہم اپنے معاملات خود ہی ٹھیک کر لینے کی قوت رکھتے ہیں۔"

"دیکھو تم ابھی وعدہ کر چکے ہو کہ باہر نہیں نکلو گے۔"

"ہاں ہم نے وعدہ کیا ہے.... مگر کب تک۔"

"جب تک میں تمہیں اطلاع نہ دوں۔"

"اچھی بات ہے.... لیکن اس کی مدت کتنی ہوگی۔"

"یہ کل صبح تک بتا سکوں گی۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ ہلینا اٹھی اور ایک بار پھر اُسے ہوٹل ہی تک محدود رہنے کی تاکید کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

عمران نے بلند آواز سے ایک جماہی لی اور برانڈی کی بوتل اٹھا کر تھوڑی سی برانڈی چلو میں انڈیلی اور اُسے تیل کی طرح اپنے سر پر ٹھونکنے لگا۔

پھر خاور کا قہقہہ سن کر مڑا وہ بائیں بازو والے دروازے میں کھڑا ہنس رہا تھا۔ "ہلینا دیوی ہے۔ من کی دیویوں کی دیوی۔"

"اور کیا....!" عمران ہاتھ روک کر بولا۔ "عورتوں سے تھوڑی دیر گفتگو کر لینے کے بعد اگر کھوپڑی کی دوبارہ مرمت نہ کی جائے تو وہ اوندھی ہو جاتی ہے۔"

"آخر آپ نے یہ سب کیا کھڑاک پھیلایا ہے۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔ شہد کی مکھیوں کو چھتے سے نکالنے کیلئے کوڑا کباڑا اکٹھا کر کے دھواں کرنا پڑتا ہے۔"

"کیا یہ سب کچھ کسی خاص اسکیم کے تحت ہو رہا ہے۔"

"قطعی خاص ہے....!"

"ایکس ٹو کی تیار کردہ اسکیم ہے....!"

"سو فیصدی....!"

"روجر کے جوتے کس نے لگائے تھے۔"

"ایکس ٹو نے....!"

"نہیں....!" خاور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تھوڑی سی تم بھی ٹرائی کرو۔" عمران نے بائیں ہاتھ سے سر سہلاتے ہوئے بوتل اس کی طرف بڑھائی اور بولا۔ "مجھے تو بڑا سکون مل رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی آپ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"مجھے باہر لے چلو۔" تصدیق ہو جائے گی۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"اگر یہ درست ہے.... تو پھر اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"برانڈی کی مالش کے بغیر یہ چیز سمجھ نہیں آئے گی۔"

"آخر برانڈی پر کیوں تاؤ کھا رہے ہیں آپ....!" خاور مسکرا کر بولا۔

"سنو! میاں زندگی میں پہلی بار کسی کے لئے شراب خریدی تھی۔ اب یہ جو اس میں باقی بچی ہے کیا اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا.... ارے.... ہاں بیٹھو.... ایک ضروری بات! مگر نہیں!" اُس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "پہلے دیکھ لو....!"

خاور نے دروازہ کھول کر کاریڈور میں دونوں جانب دیکھا اور پھر دروازہ کھلا ہی چھوڑ کر واپس آگیا۔

"سمجھناک آدمی ہو....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کوئی خاص بات ہے۔"

"خاص الخاص! تم بھی تو شائد ملٹری ہی کی سیکرٹ سروس سے ایکس ٹو کے محکمے میں آئے تھے۔"

خاور نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"کیا تمہیں کوئی ایسا آدمی یاد ہے" عمران کی آواز بہت دھیمی ہو گئی۔ "جس کے داہنے ہاتھ میں چھ انگلیاں رہی ہوں!"

"ہاں.... آں!" خاور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "مگر کیوں؟"

"ہو سکتا ہے کہ ہمارا شکار وہی ہو۔"

"یہ کیسے کہا جا سکتا ہے.....!"

"پرواہ نہ کرو، دو چار دن بعد تم بھی یہی کہو گے۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو آپ کو بہت محتاط رہنا چاہئے کیونکہ وہ نازیوں کا پروردہ ہے۔"

"نازی اب کہاں ہیں کہ وہ بھی ہمیشہ زندہ رہ سکے گا۔"

"پھر بھی....! آپ کو بہت احتیاط سے قدم اٹھانا چاہئے۔ لیکن آخر وہ ایکس ٹو کو کیوں بے نقاب کرنا چاہتا ہے۔"

"وہ جانتا ہے کہ ایکس ٹو پر ہاتھ ڈالے بغیر یہاں قدم نہ جما سکے گا کیونکہ اُس سے پہلے بھی نہ جانے کتنے یہاں آئے اور یہیں دفن ہو گئے۔"

خاور کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اُس نے پوچھا۔ "کیوں یہ ایکس ٹو کا خیال ہے کہ وہ آدمی وہی چھ انگلیوں والا ہے۔"

"ہاں ایکس ٹو کا خیال ہے لیکن وہ بھی ابھی اس کی صحیح رہائش گاہ سے واقف نہیں ہو سکا۔"

"تب تو عمران صاحب! آپ غلطیوں پر غلطیاں کر رہے ہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ سوجھ بوجھ سے کام لیجئے۔ چھ انگلیوں والا بہت شاطر اور کسی بھینسے کی طرح مضبوط ہے۔ پچھلی جنگ عظیم کے دوران سنگاپور میں اُس سے سابقہ پڑا تھا.... اُن دنوں وہ جاپان کے لئے کام کر رہا تھا۔ اتفاق سے ہم اُس سے ٹکرا گئے.... ایک موقع پر ہم چھ آدمیوں نے اُسے گھیرا.... یقین کیجئے! ہم میں سے صرف دو آدمی زندہ بچے تھے۔ ایک میں اور دوسرا ایک اینگلو برمیز تھا.... وہ تنہا ہم میں سے چار کو ختم کر کے نکل گیا۔"

"ہام.... تو کیا اب وہ تمہیں پہچان سکے گا۔"

"مشکل ہے کیونکہ ہم سب میک اپ میں تھے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔

دوسری صبح ہلبنا پھر آئی۔ اُس کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ رات بھر جاگتی رہی ہو۔ عمران نے لپک کر اُس کا استقبال کیا مگر اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نظر آتے رہے۔

"میں اب تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔" اُس نے غصیلی آواز میں کہا۔

"ہم نہیں سمجھے تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اب روجر کو نہ چھیڑنا.....!"

"ہم کل سے اسی کمرے میں بند ہیں! ہمیں اپنا وعدہ آج بھی یاد ہے۔"

"رات روجر پر گندے انڈے پھینکے گئے تھے۔"

"روجر پر گندے انڈے؟" عمران نے غصیلی آواز میں دہرایا۔

"ہاں.....!"

"ہمارے آدمی سخت نالائق ہوتے جا رہے ہیں۔ گندے انڈے تو ایک دوسرے آدمی پر پھینکنے چاہئے تھے روجر کے لئے ہم نے ہدایت دی تھی کہ اس پر گندی نالیوں کا کیچڑ پھینکا جائے۔ ہمیں افسوس ہے مس ہلبنا! خیر اب سہی۔"

"میں کہتی ہوں کیوں اپنے پیچھے پڑے ہو۔ وہ یہیں گھس کر تمہیں قتل کر دیں گے۔"

"ہمیں اُس دن کا شدت سے انتظار ہے۔"

"چلو آج ہی وہ انتظار بھی ختم ہو جائے گا۔ مجھے اب تم سے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں رہ گئی۔ کیونکہ تمہاری وجہ سے خود میری زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اگر اس پر پچھلی رات کو گندے انڈے نہ پھینکے گئے ہوتے تو شائد آج معاملہ رفع دفع ہو چکا ہوتا۔"

"اگر نہیں ہوا تو ہمارا کیا بگڑے گا۔"

"ممکن ہے تمہارا کچھ نہ بگڑے لیکن میں تو ماری ہی ڈالی جاؤں گی۔"

"تمہارا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ آخر تم اپنے ساتھیوں سے اتنا ڈرتی کیوں ہو۔ وہ کیسے لوگ ہیں اور اُن سے تمہارا کیا تعلق ہے.... اگر ہمارا کوئی دوست ہمارے لئے کسی کام کے کرنے سے انکار کر دے تو ہم اُس کا کیا بگاڑ لیں گے۔ مگر تم کہتی ہو کہ اگر تم نے ہمیں یہاں سے باہر نہ نکالا تو وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔"

"میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتی۔"

"ہاں تفصیل میں گئے بغیر ہی اگر آسانی سے جان نکل سکے تو تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

وہ اُسے غصیلی نظروں سے گھورتی رہی پھر بولی۔ "ہے ہمت! چلو گے میرے ساتھ۔"

"ہم ہر وقت تیار ہیں۔"

"کیا تم میں ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کی سکت ہے۔"

"یقیناً ہے! ورنہ اب تک ہم نے پولیس طلب کرلی ہوتی۔ ارے تم پرنس آف ڈھمپ کو کیا سمجھتی ہو۔ ہم ہائی نس کی بجائے ہیوی نس کہلاتے ہیں۔"

"ہیوی نس....!"

"ہاں.... ہم پہاڑی علاقے کے نواب ہیں نا۔"

"ارے ختم کرو۔" وہ جھلا کر بولی۔ "تم مجھے جہنم ہی کے نواب معلوم ہوتے ہو۔ تم پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے جسم میں کوئی خبیث روح حلول کر گئی ہے۔"

"جب ہمیں کسی عورت پر غصہ آتا ہے تو ہم بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔ ہپ!" عمران نے مضبوطی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے۔

"سنو! اسکیم یہ ہے کہ میں آج تمہیں دن بھر شہر کے مختلف مقامات کی سیر کراتی رہوں اور اُس کے بعد ایک مخصوص جگہ پر لے جاؤں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ تم نے تو کہا تھا کہ وہ کسی سڑک ہی پر میرا جسم چھلنی کر دیں گے۔"

"مگر اب وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے۔ اس طرح وہ خواہ مخواہ ہزاروں آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیں گے۔"

"ارے جب مرنا ہی ہے تو تھک کر مرنے سے کیا فائدہ.... خواہ مخواہ ادھر اُدھر مارے مارے پھریں اور اس کے بعد کسی جگہ ٹھکانے لگا دیئے جائیں بھئی تم ہمیں براہِ راست وہیں لے چلو جہاں ہمیں مرنا ہے۔"

"روجر تم سے زیادہ عقل مند ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اب تم جب بھی باہر نکلو گے تمہارے آس پاس تمہارے آدمی بھی موجود ہوں گے۔ لہٰذا اس طرح وہ تمہارے آدمیوں سے متعلق اندازہ لگانا چاہتا ہے۔"

"اوہ.... ہم سمجھے! اس طرح وہ ہمارے آدمیوں کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتا ہے۔"

"بہت دیر میں سمجھے۔ اب مجھے دیکھنا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔"

"یہ روجر تو ہمیں بالکل گدھا معلوم ہوتا ہے۔ بھلا اس کی عقل میں یہ اسکیم کیسے آئی۔"

"تم آخر خود کو کیا سمجھتے ہو۔ دوسروں کو حقیر سمجھنا بہت بڑی نادانی ہے۔ روجر اپنے آگے ی کو کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اُس نے جوتے کھائے اور اس پر گندے انڈوں کی بارش ہوئی۔ رور کا سر نیچا ہوتا ہے۔"

"اچھا ایک بات سنو....!" عمران نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ارادہ ہے کہ ہم اس معاملے پر بہت زیادہ عقلمندی کا ثبوت پیش کریں۔"

"وہ کیا؟"

"تم اب واپس ہی نہ جاؤ۔"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے کہ ہم بالکل ہی گدھے نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ اپنا جسم چھلنی کرا ڈالیں مگر ہم یہ بھی بں چاہتے کہ ہمارے عوض تم مار ڈالی جاؤ۔"

"آہا تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اب اپنے آدمیوں میں واپس نہ جاؤں۔"

"ہاں ہم یہی سوچ رہے تھے۔"

"وہ تحت الثریٰ میں بھی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"اُف فوہ! تو کیا یہ ڈاکوؤں کا کوئی گروہ ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"مگر.... تم نے تو کچھ اور بتایا تھا۔"

"ڈاکو اپنے گلے میں سائن بورڈ لٹکا کر نہیں چلتے!"

"اَب تو ہمیں خوف محسوس ہو رہا ہے!"

"ہاہا؟" ہلینا نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا۔ پھر بولی۔ "مگر میں ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ ہم میں سے ایک کو یقینی طور پر مرنا ہوگا...." عمران نے کہا۔

"تم ابھی تک اُسے مذاق ہی سمجھ رہے ہو۔ یہ بہت بُری بات ہے۔" وہ جھلا گئی۔

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح یقین آئے گا۔" عمران نے کچھ سوچتے ئے کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ یہ روجر ہی اس گروہ کا سرغنہ ہے۔"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"تاکہ اُس کے متعلق کچھ اندازہ کر سکیں۔ ہمارے والد صاحب اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ڈاکوؤں کے سرغنے عموماً بہت چالاک ہوتے ہیں لہٰذا بہت مشکل سے قابو میں آتے ہیں۔"

"روجر اس گروہ کا ایک معمولی سا ممبر ہے۔ گروہ کے سرغنہ کی چالاکی کا تصور کرنا بھی تمہارے لئے محال ہوگا۔"

"کیوں!"

"ہم اسے جانتے ہیں! لیکن پھر بھی نہیں جانتے۔"

"کیوں؟"

"اُس نے کبھی ہمیں اپنی شکل نہیں دکھائی۔ ہمیشہ چہرے پر نقاب رہتی ہے۔"

"اوہ.... ارے باپ رے۔" عمران خوفزدہ آواز میں بولا۔

"کیوں کیا ہوا....!"

"پردہ نشین عورتوں سے تو ہمیں اور بھی ہول آتا ہے۔"

بلینا ہنس پڑی۔ کچھ دیر ہنستی رہی اور پھر بولی۔ "وہ کوئی عورت نہیں ہے بلکہ ایک خونخوار مرد ہے۔"

"تب تو کوئی پرواہ نہیں، ہم گھونگھٹ میں ہاتھ ڈال کر اُسکی ڈاڑھی پکڑ لیں گے، بے فکر رہو۔"

"تم باتیں ہی بناتے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی۔"

"آہا.... ہاں تو وہ مخصوص جگہ کون سی ہے۔"

"یہ ابھی نہیں بتایا گیا۔ کہیں راستے ہی میں معلوم ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب ہم سیر کے لئے نکلیں گے یہاں کی تاریخی عمارتیں دیکھتے ہوں گے اُسی وقت کسی نہ کسی طرح مجھے اطلاع دے دی جائے گی کہ تمہیں فلاں جگہ لے جاؤں۔ اسی سے مجھے شبہ ہوتا ہے کہ سرغنہ کو اب مجھ پر بھی اعتماد نہیں رہا۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔"

"اس طرح اگر میں تمہیں حالات سے باخبر بھی کردوں تو تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اپنے آدمیوں کو آگاہ کر کے اگر اپنی حفاظت کا انتظام کرو تو وہ بھی بیکار ہی ہوگا۔ تمہارے سارے آدمی اُن کی نظروں میں آجائیں گے۔"

عمران کچھ سوچنے لگا۔ بلینا بھی خاموش ہوگئی۔ لیکن وہ اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم یہیں ٹھہرو....!" عمران نے کہا۔ "میں ذرا اس مسئلے پر اپنے سیکریٹری سے بھی گفتگو کرلوں۔"

"ایک گھنٹے بعد ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔" بلینا بولی۔

"پرواہ مت کرو۔ یہی ہوگا۔" عمران نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ٹیکسی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی اور عمران اتنے مزے میں چہک رہا تھا جیسے حقیقتاً زندگی میں پہلی بار شہر کی تاریخی عمارتیں دیکھنے جا رہا ہو۔ بلینا بار بار مڑ کر پیچھے دیکھنے لگتی تھی۔

آخر اُس نے کہا۔ "ٹھفرل! کیا واقعی تم خودکشی ہی کے ارادے سے نکلے ہو۔"

"ہم فضول باتوں کا جواب نہیں دیا کرتے۔"

"دیکھو! اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرو۔ میں سمجھتی ہوں کہ تم پر قابو پانے کے بعد بھی وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔"

"اسی لئے تو ہمیں اطمینان ہے کہ ہم اپنی قبر میں تنہا نہیں ہوں گے! بھلا وہ الگ الگ گڑھے کھودنے کی زحمت کیوں گوارا کرنے لگے ایک ہی میں دونوں کو دفن کردیں گے۔"

"خدا تمہیں غارت کرے۔ تم نے مجھے بڑی مصیبت میں پھنسا دیا۔"

"ہم دونوں ہی غارت ہو جائیں گے۔ مگر سنو ہمیں اطلاع ملی ہے کہ دوسری دنیا میں بھی کھانے پینے اور عیش کرنے کا معقول انتظام رہتا ہے اس لئے تمہیں اس کی بھی فکر نہ ہونی چاہئے۔"

"میں اَب کچھ نہیں بولوں گی.... اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم پاگل ہو۔"

"آہا.... تو تم یہ بھی جانتی ہو! مگر ہمیں حیرت ہے کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوگیا کیونکہ ہماری دانست میں ہمارے والد صاحب کے علاوہ اور کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ ہاں وہ اکثر کہتے ہیں کہ ہم پاگل ہیں۔ بچپن میں عموماً شہتوت کے درخت ہی پر سویا کرتے تھے اور کہتے تھے....!"

"خاموش رہو۔ مجھے سوچنے دو۔"

"سوچو....!"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے کسی آدمی نے ابھی تک ہمارا تعاقب نہیں کیا۔ دور تک سڑک سنسان پڑی ہے۔"

"مجال ہے اُن کی کہ ہمارا تعاقب کر سکیں۔ ایک ایک کی کھال کھنچوالیں ہم!"

"تم موت کے منہ میں جا رہے ہو کتنی بار بتاؤں۔ خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کرو۔ تم میں وہ

خطرناک آدمی بھی دلچسپی لے رہا ہے جس کی شکل ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی وہاں موجود ہوگا۔"

"اس سرخ رنگ کے سوالیہ نشان کا کیا مطلب تھا جو تمہیں کل ملا تھا۔"

"وارننگ! جسے بھی یہ نشان سرخ رنگ میں ملتا ہے وہ خود کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ یہ اُس خطرناک آدمی کے عتاب کی علامت ہے۔"

"لیکن تمہیں کس سلسلے میں وارننگ ملی ہے۔"

"اسی سلسلے میں کہ میں نے تم سے ربط وضبط کیوں بڑھایا.... جب بھی کسی کو یہ نشان ملتا ہے اُسے ہر حال مین اُس آدمی تک پہنچنا ہوتا ہے۔"

"آہا.... ایک دن تم نے رونیک میں ایسا ہی ایک نشان روجر کو بھی دیا تھا.... ہمیں یاد ہے۔ غالباً اُسی دن جب وہ ہم پر دھونس جمانے کی کوشش کر رہا تھا.... مگر ہمارا خیال ہے کہ اس کی رنگت سرخ نہیں تھی۔"

"وہ معمولی پیغام تھا۔ بس اتنا ہی کہ نقاب پوش کے سامنے روجر کی طلبی ہے! یہ کارڈ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہوتے ہیں۔ وہ اُس وقت روجر کو طلب کرنا چاہتا تھا لیکن براہِ راست نہیں طلب کر سکتا تھا کیونکہ روجر کسی ایسی جگہ نہیں تھا جہاں اُسے فون پر براہِ راست اُس کا پیغام مل سکتا۔ اُس نے اُسے فون ہی پر مخاطب کرنے کی کوشش کی ہوگی لیکن ظاہر ہے کہ وہ اپنے ہوٹل میں نہیں تھا اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو مطلع کیا گیا کہ اُس تک پیغام پہنچا دیا جائے۔ ہم میں سے ہر ایک روجر کی تلاش میں نکل پڑا ہوگا۔ میں بھی اسی غرض سے اپنے کمرے سے نکلی تھی وہ مجھے اپنے ہی ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں مل گیا۔ میں نے اُسے نشان دکھایا اور وہ فوراً اُٹھ گیا۔"

"ارے تو یہ پیغام زبانی بھی دیا جا سکتا تھا کہ وہ اُس سے ملنا چاہتا تھا۔"

"نہیں...! جب ہمارا کوئی آدمی کسی اجنبی کے ساتھ ہوتا ہے تو ہم کسی نہ کسی طرح اُسے وہ نشان دکھا کر اشاروں سے پیغام پہنچاتے ہیں۔"

"لیکن دوسرا اجنبی اُس نشان پر نظر پڑتے ہی الجھن میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہوگا کہ وہ کیا بلا تھی ہمارے خیال سے تو یہ طریقہ ناقص ہے۔"

"اب میں کیا بتاؤں۔ میں تمہیں بالکل بدھو سمجھتی تھی اسی لئے تمہاری نظر اس نشان پر پڑ گئی تھی ورنہ تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا کہ میں نے اُسے وہ نشان کب دکھایا۔"

"سرخ نشان پر تمہارا کیا حشر ہوا تھا۔"

"حاضری تو بہر حال دینی پڑتی ہے۔ لیکن معاملات کی نوعیت کا علم کسی حد تک پہلے ہی سے ہو جاتا ہے۔ سرخ نشان ملتے ہی ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں خطرے سے دوچار ہونے کے لئے تیار رہنا چاہئے کیونکہ اس کا مطلب عتاب بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں کسی خطرناک مہم میں جھونک دے گا۔"

"تو کل تم یہ نشان ملنے کے بعد اُس کے پاس گئی تھیں۔"

"ہاں! میں اُس کے پاس گئی تھی۔ لیکن وہ خلاف توقع بہت نرمی سے پیش آیا اور اُس نے بتایا کہ سرخ نشان غلطی سے میرے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ حقیقتاً معمولی نشان پہنچنا چاہئے تھا جس کا مطلب حاضری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا.... میں نے سوچا ممکن ہے روجر نے عتاب والا سرخ نشان بھجوا دیا کیونکہ ان دنوں وہ مجھ سے بہت زیادہ خفا ہو گیا ہے.... بہر حال ہمارے سرغنہ نے یہی کہا تھا کہ میں اب بڑی الجھن میں ہوں کہ یہ صرف روجر کا نجی معاملہ تھا۔ آخر سرغنہ کو بھی اس سے کیوں دلچسپی ہو گئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے دیدار سے اپنے دل کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشنا چاہتا ہو۔ کیونکہ ہمیں دیکھنے کے لئے بہت دور دور سے لوگ آتے ہیں۔"

"اچھا اب تم اپنی بکواس بند کرو۔ میں اپنے ضمیر کا بار ہلکا کر چکی ہوں۔ یعنی تمہیں پہلے ہی خطرات سے آگاہ کر دیا تھا۔ تم نے دھیان نہیں دیا۔ یہ تمہارا فعل ہے۔"

"اچھا اب خاموش رہو۔ ہم بھی کچھ دیر خاموش رہ کر سوچنا چاہتے ہیں۔"

ہلینا کچھ نہ بولی۔ البتہ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ دل ہی دل میں کسی بات پر پچھتا رہی ہو۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور اب آہستہ آہستہ افق کے رنگین لہریوں پر تاریکی کا غبار مسلط ہو چکا تھا۔ ٹیکسی ایک ویران راستے پر جا رہی تھی۔ یہ سڑک پختہ ہی تھی لیکن اب وہ شہر سے باہر آ رہے تھے۔

دفعتاً ایک جگہ ہلینا نے ڈرائیور سے رکنے کو کہا عمران کو بائیں جانب ایک بڑی عمارت نظر آئی اور یہاں اس جگہ صرف یہی ایک عمارت تھی۔ لیکن عمارت ویران نہیں معلوم ہوتی تھی کیونکہ اُس کی متعدد کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔ آرکسٹرا کی موسیقی باہر سے بھی سنی جا سکتی تھی۔

"یہ نوجوانوں کا کلب ہے۔" ہلینا نے کہا۔

"شائد ہم ابھی حال ہی میں جوان ہوئے ہیں۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"چلو باتیں مت بناؤ! اُترو..... یہ بڑی پُر تفریح جگہ ہے تمہاری طبیعت خوش ہو جائے گی۔

"پہلے ہی سے ہم باغ باغ ہوئے جا رہے ہیں۔" عمران بھی ٹیکسی سے اُتر آیا اور پھر اُس نے دن بھر کا کرایہ ادا کیا۔ وہ دونوں عمارت کے برآمدے میں آئے! موسیقی کی آواز کافی تیز تھی۔

"آہا... جاز بج رہا ہے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "کیوں نہ ہم جاز ناچتے ہوئے اندر چلیں۔"

"اب جاز صرف سننے کے لئے ہے۔ اس پر رقص کرنا دہقانیت ہے۔"

"ارے چھوڑو..... بھی آؤ.....!"

عمران نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

"مجھے نہیں آتا.....!"

"میں سکھادوں گا۔" عمران نے اُسے زبردستی اپنی طرف کھینچ لیا اور دونوں ناچتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا اور شائد ہال ہی کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا.... عمران داخل تو ہوا تھا بڑے کھلنڈرے موڈ میں لیکن پھر یک بیک اُسے چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا کیونکہ سب سے پہلے اس کی نظر روجر ہی پر پڑی تھی اور اس کمرے میں سات آدمیوں سے زیادہ نہیں تھے۔ ان میں سے ایک نقاب پوش تھا۔

روجر کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"تم نے مجھے دھوکا دیا...." دفعتاً عمران ہلینا کو گھونسہ دکھا کر حلق کے بل چیخا اور ہلینا اس انداز میں ہنس پڑی جیسے وہ سچ مچ اُسے دھوکہ دے کر یہاں لائی ہو۔

"اب تمہاری شہزادگی کا کیا بنے گا۔" روجر غرایا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے پر خوف کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

ہلینا نے نہ جانے کیوں اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔

"روجر.... ایک منٹ" نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا اور عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹے قد کا آدمی تھا اور اس کے ہاتھوں میں سفید دستانے تھے۔

"تم کون ہو.....!" اُس نے عمران سے پوچھا۔

"ہائیں.... یہ کون بدتمیز ہے جو ہم سے اس طرح ہم کلام ہونے کی کوشش کر رہا ہے جیسے ہم اس کے برابر کے ہوں۔" عمران نے ہلینا کو مخاطب کر کے کہا۔

"بیکار.... باتیں نہ چھیڑو دوست.....!" نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں جانتا ہوں

تم کون ہو!"

"اس کے باوجود بھی بدتمیزی سے پیش آ رہے ہو۔ ہمارے غضب سے ڈرو۔ ہم بکرے کو مرغا بنا دیتے ہیں۔"

"علی عمران تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں جانتا ہوں کہ تم اکثر پولیس کے لئے بھی کام کرتے رہتے ہو۔"

"اچھی طرح.... لیکن تم نے اس لڑکی کو اپنی طرف کیوں متوجہ کیا تھا۔"

"یہ خود ہی متوجہ ہو جاتی ہیں۔ میں تو لڑکیوں سے اُسی طرح دور بھاگتا ہوں جیسے شیر بکری سے۔"

دفعتاً.... دو آدمی اُور ہال میں داخل ہوئے۔

"کیسا رہا....!" روجر نے اُن سے پوچھا۔

"تعاقب کیا ہی نہیں گیا۔" ایک نے رومال سے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔ "دور دور تک سناٹا ہے۔ ٹیکسی واپس جا چکی ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ تعاقب نہیں کیا گیا۔" نقاب پوش نے پوچھا۔

"ہم اچھی طرح یقین کر چکے ہیں جناب عالی....!"

"پھر اسے کیا سمجھا جائے....!" نقاب پوش نے روجر سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے وہ بات نہ ہو جو آپ نے سوچی تھی بلکہ یہ لڑکیوں پر ڈورے ڈالنے ہی کا ہتھکنڈا ہو۔ لیکن میں اس آدمی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیوں؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" عمران خوف زدہ سی آواز میں بولا۔

"تم نے....!" وہ دانت پیس کر بولا۔ "پہلے میں تمہیں جوتے سے پیٹوں گا اور پھر قتل کر دوں گا۔"

"نہیں پہلے قتل کر دو! پھر جوتے سے پیٹنا ورنہ ہو سکتا ہے تمہارا ہاتھ تمہارے ہی سر پر پڑے۔ اگر میں واقعی علی عمران ہوں تو اُس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا.... آزمائش شرط ہے! آؤ۔"

"جوتا لاؤ....!" روجر ایک آدمی کی طرف دیکھ کر دہاڑا۔

وہ آدمی ایک دروازے میں داخل ہو کر غائب ہو گیا۔ پھر فوراً ہی پلٹ بھی آیا اس کے ہاتھ میں ایک پھٹا پرانا جوتا تھا.... روجر نے اُس کے ہاتھ سے جوتا لے لیا اور عمران پر چھلانگ لگائی۔

لیکن جوتا خود اُس کے منہ پر پڑا اور وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ ہلینا کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی۔ یہ خوشی کے اظہار کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ لیکن یہ بے ساختگی ہی تھی۔ شائد دیدہ دانستہ وہ

ایسا نہ کر سکتی۔

روجر نے ریوالور نکال کر فائر جھونک مارا.... عمران جانتا تھا کہ یہ شکست ایسے ہی رد عمل کی حامل ہو گی۔ اس لئے وہ غافل نہیں تھا.... لیکن ریوالور سے نکلی ہوئی گولی تو کسی نہ کسی کے مقدر میں لکھی ہی ہو گی۔ روجر کا ایک ساتھی چیخ کر ڈھیر ہو گیا.... اور روجر بوکھلاہٹ میں ریوالور پھینک کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کیا کیا تم نے گدھے؟" نقاب پوش دھاڑا۔

روجر صرف ہونٹ ہلا کر رہ گیا۔ ادھر اتنی دیر میں عمران کا ریوالور نکل آیا تھا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ...!"

"تم ریوالور.... زمین پر ڈال دو۔ ورنہ چھلنی کر دیئے جاؤ گے۔" نقاب پوش بولا۔

"میں تم سے کہہ رہا ہوں ہاتھ اٹھا دو....!" عمران نے کہا لیکن اچانک اُس کی نظر سامنے والی دیوار سے لگے ہوئے ایک آئینے پر پڑی جس میں ایک آدمی کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی اور وہ اُس کی پشت والی کھڑکی میں تھا۔ یہ کھڑکی فرش سے تقریباً آٹھ فٹ کی بلندی پر ضرور رہی ہو گی۔

یک بیک اُس کا ریوالور والا ہاتھ پیچھے گیا۔ ایک شعلہ نکلا اور وہ آدمی ٹامی گن سمیت نیچے چلا آیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ کسی کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔ عمران نے اُن کی حیرت سے فائدہ اٹھایا... جب تک وہ دوبارہ سنبھلتے ٹامی گن اس کے قبضے میں آ چکی تھی۔ اُس نے آئینے ہی میں دیکھ کر اندازے سے اُس آدمی کا نشانہ لیا تھا۔

"روجر....!" نقاب پوش غصیلی آواز میں غرایا۔ "اب کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے یہ سب کچھ تیری ہی وجہ سے ہوا ہے.... دو بہترین آدمی مفت میں ضائع ہوئے۔"

"جی ہاں....!" ہلینا ہذیانی انداز میں چیخی۔ "یہ اس کی وجہ سے ہوا ہے۔ مجھے کسی دوسرے سے ملتے دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہے۔ اس سے پوچھئے کیا میں اس کی بیوی ہوں.... یا اس نے مجھے خریدا ہے۔"

نقاب پوش کچھ نہ بولا۔ وہ روجر کو گھور رہا تھا۔

"اِدھر دیکھو....!" عمران نے اُسے مخاطب کیا۔ "کیا تم اپنے داہنے ہاتھ کا دستانہ اتار سکو گے۔ میں تمہاری انگلیاں گننا چاہتا ہوں۔"

یک بیک نقاب پوش اپنی جگہ پر اچھل پڑا اور اب اُس نے بھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"تمہیں ایکس ٹو کی تلاش تھی۔" عمران بولا۔ "میں تمہیں اُس سے ضرور ملاؤں گا۔ تم خود کو بہت ذہین سمجھتے ہو۔ لیکن اپنے جال میں خود ہی پھنس کر رہ گئے۔"

"تم پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو میں قطعی نہیں سمجھا۔" نقاب پوش بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں تمہیں ضرور سمجھاؤں گا.... ایکس ٹو ایسا آدمی نہیں ہے جسے تم جیسے مینڈک بیوقوف بنا سکیں۔ تم نے بڑی احتیاط سے جال بچھایا تھا لیکن ایکس ٹو کی نظروں میں اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے.... تنویر اور صفدر بلا شبہ تمہاری نظروں میں آ گئے ہیں.... جولیانا آج تک نہیں آ سکی۔ وہ ایک غیر متعلق عورت تھی جو تمہارے آدمیوں کو میونسپل ٹاور کے نیچے گلدستہ لئے ہوئے ملی تھی.... تمہارا آدمی اس کا تعاقب کر رہا تھا اور میں تمہارے آدمی کے پیچھے تھا! اُس نے رپورٹ ہلینا کو دی اور دوسرے ہی لمحے میں ہلینا خود ہی میرے گرد چکر لگا رہی تھی.... ایکس ٹو بہت بڑی چیز ہے دوست! وہ ایسے معمولی قسم کے کام مجھ جیسے گدھوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اگر خود ہی تمہارے مقابلے پر اتر آیا ہوتا تو اب تک تمہاری ہڈیوں کا پتہ نہ چلتا.... اور میں نے بھی بس یونہی چٹکی بجاتے کام نکال لیا۔ بس جو پتھر تم نے ایکس ٹو پر پھینکا تھا وہی تم پر لوٹا دیا گیا.... روجر پر جوتوں اور انڈوں کی بارش کے ساتھ ہی ساتھ تم لوگوں پر دیوانگی کے دورے بھی پڑنے لگے اور تمہارا پورا گروہ ایکس ٹو کے ماتحتوں کی نظروں میں آ گیا.... اور آج جب اس لڑکی نے یہاں کی پرانی عمارات دیکھنے کا پروگرام بنایا تو میں سمجھ گیا کہ اسے کسی اسکیم کے تحت میرے پاس بھیجا گیا ہے.... اس لئے میں نے اُس سے یہ معلوم کر لیا کہ وہ سب سے پہلے کہاں جائے گی! میں نے ایکس ٹو کو فون پر اطلاع دی اس نے فوراً ہی وہاں چار ایسی ٹیکسیاں بھجوا دیں جنہیں اُسی کے آدمی ڈرائیو کر رہے تھے.... جب ہم دونوں باہر نکلے تو اُن چاروں ٹیکسیوں کے علاوہ کوئی پانچویں وہاں تھی ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنا ہی ایک آدمی مستقل طور پر شروع سے آخیر تک ہمارے ساتھ رہا.... مگر تمہارے آدمی خبر لاتے ہیں کہ دور دور تک کسی کا پتہ نہیں.... کیا تم ایکس ٹو یا اس کے کسی آدمی کو اتنا ہی احمق سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری بچگانہ چالوں کو نہ سمجھ سکے گا۔ ارے اس آج کی تفریح کا مقصد اسکے علاوہ اور کیا تھا کہ ایکس ٹو کے کچھ اور آدمی بھی تمہاری نظروں میں آ جائیں اور یہ تم نے جوتوں اور انڈوں کی بارش ہی سے سمجھ لیا تھا کہ ایکس ٹو ہی تمہاری راہ پر لگ گیا ہے۔"

"یہ سب کچھ اس عورت کی بدولت ہوا ہے۔" روجر دہاڑا۔

"میرا دعویٰ ہے کہ اس نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔"

"تم کمینے ہو.... جھوٹے ہو! خاموش رہو۔" ہلینا چیخی.... لیکن پھر اس کی یہ چیخ بہت طویل

ہوگئی کیونکہ روجر نے عمران کو غافل دیکھ کر ہلینا پر فائر کر دیا تھا وہ بے دم ہو کر گر پڑی.... اس کا دوسرا اشکار غالباً عمران ہی تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کے ہاتھ میں دبی ہوئی ٹامی گن چیخنے لگی چار آدمی بیک وقت گرے اُن میں روجر بھی تھا۔

اس افراتفری میں کئی ریوالور اور نکل آئے... اس بار نقاب پوش نے بھی عمران پر فائر کیا تھا لیکن وہ بال بال بچا... ویسے ٹامی گن کی گولیاں بھی اُس پر نہ پڑ سکیں وہ دروازے کی طرف بھاگا تھا۔

عمران کی ٹامی گن بچے کھچے آدمیوں کو بھی چاٹ گئی۔ سچویشن ہی ایسی تھی.... اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تقریباً چار ریوالوروں کی گولیاں اس پر ایک ساتھ پڑتیں!

دس لاشیں.....اور گہرا سناٹا....

دفعتاً عمران چونک پڑا.... نقاب پوش وہاں نہیں تھا۔ وہ اُسی دروازے کی طرف جھپٹا جدھر اُس نے اُسے جاتے دیکھا تھا.... اُسے توقع تھی کہ بلیک زیرو اور نعمانی نے اُسے سنبھال لیا ہوگا۔

اچانک اُس نے پے درپے کئی فائروں کی آوازیں سنیں اور آواز کی سمت دوڑتا چلا گیا....اور پھر وہ اُس کمرے میں آ پہنچا جہاں دروازے کی آڑ سے نقاب پوش کسی پر گولیاں برسا رہا تھا اُس کی پشت عمران کی طرف تھی۔

”ریوالور زمین پر ڈال دو۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

لیکن اُس نے پلٹ کر عمران پر بھی فائر جھونک دیا.... گولی اُس کے بائیں شانے پر سے نکل گئی عمران بس تھوڑا سا ترچھا ہو گیا تھا۔

پھر دوسرے ہی لمحہ میں ٹامی گن عمران کے ہاتھ سے نکل کر اُس کے چہرے پر پڑی اور وہ کراہ کر دیوار سے ٹک گیا.... بس اتنا ہی موقعہ بہت تھا۔ عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور دونوں ہی فرش پر چلے آئے۔ ریوالور اُس کے ہاتھوں سے پہلے ہی نکل چکا تھا۔

”اے کون ہے!“ عمران چیخا۔ ”اب فائر مت کرنا۔ یہ میری گرفت میں ہے۔“

دوسرے ہی لمحے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور سارجنٹ نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔ اتنی دیر میں عمران کے گھونسے نقاب پوش کو پست کر چکے تھے۔

”ایکس ٹو....!“ نعمانی ہانپتا ہوا بولا۔ ”وہ یہاں تھا.... میں نے اُسے دیکھا ہے۔ وہ فائر فائیٹرز کے لباس میں تھا اور اُس کے چہرے پر گیس ماسک چڑھا ہوا تھا۔“

”اونہہ... میں اُس کا کنوارا باپ ہوں... میں کس سے کم ہوں۔“ عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

دوسری صبح کے اخبارات اس سنسنی خیز خبر کی وجہ سے دھڑا دھڑ فروخت ہو رہے تھے کہ نازی جرمنی کا ایک شاطر جاسوس شیلنگ ایسے موقع پر گرفتار کیا گیا ہے جب کہ یہاں چند دوست ممالک کی ایک خفیہ کانفرنس ہونے والی تھی۔ یہ وہی شیلنگ تھا جو جرمنی کی شکست کے بعد جاپان کے لئے کام کرنے لگا تھا.... اور جس کی وجہ سے مشرق بعید کے بہتیرے ممالک کو بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

شیلنگ کی بہت لمبی ہسٹری تھی اور وہ ایک بہت ہی خطرناک آدمی سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کی متعدد حکومتوں کو اس کی تلاش تھی.... اور اس کی پہچان صرف یہ تھی کہ اُس کے داہنے ہاتھ میں چھ انگلیاں تھیں لیکن یہ کسی کو نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کیسے پکڑا گیا تھا اور پکڑنے والا کون تھا۔

اب عمران صفدر کو پاگل خانے سے نکلوانے کی فکر میں پڑ گیا تھا۔ اس میں دو دن لگ گئے اور جب اُسے حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے عمران ہی کے سے انداز میں سر پیٹنا شروع کر دیا۔

دوسری طرف سارجنٹ نعمانی اپنے ساتھیوں میں سے ایک ایک کو بتاتا پھر رہا تھا کہ ایکس ٹو بذات خود بھی وہاں موجود تھا لیکن اُس نے دور ہی سے تماشا دیکھا تھا۔ پھر بھی وہ کتنا باخبر آدمی ہے۔ اب اگر ہم میں سے کوئی کسی مصیبت میں پڑ ہی جاتا تو کیا اُس وقت بھی اُس کی حیثیت کسی تماشائی کی سی ہوتی۔ لیکن عمران نے حقیقت صرف روشی کو بتائی۔

”وہ بلیک زیرو تھا۔“ اس نے کہا۔ ”اُف.... فوہ! وہ لڑکی مجھے پھر یاد آ گئی۔ روشی.... میں اُس کے لئے بہت مغموم ہوں وہ بے ضمیر نہیں تھی۔ بہت اچھی لڑکی تھی۔ اس کی وجہ سے مجھے بڑی مدد ملی۔ ورنہ ایکسٹو کی مٹی پلید ہو گئی ہوتی.... اس بیچاری نے اسکیم سے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ اسی بناء پر میں اپنے انتظامات کرنے کے قابل ہو سکا تھا.... اُس نے مجھے اُس مقام کا نام بتا دیا تھا جہاں ہمیں سب سے پہلے جانا تھا۔ لہٰذا میں نے بلیک زیرو کو اُس سے آگاہ کر کے ہدایت کر دی تھی کہ وہ ٹیکسی میں چھپنے کی کوشش کرے۔ ظاہر ہے کہ ڈکے علاوہ اور کہاں چھپتا۔ مگر تصور تو کرو کہ دن بھر ڈکے میں بند پڑے رہنا کتنا مشکل کام ہے دم گھٹ کر رہ جائے اسی لئے وہ

اپنے ساتھ فائر فائیٹروں کا سا لباس لے گیا تھا جس میں گیس ماسک بھی موجود تھا اور آکسیجن کی تھیلیاں بھی۔ اگر ایسا نہ کرتا تو شائد ایک ہی گھنٹے بعد اس کا دم گھٹ جاتا۔ نعمانی ڈرائیو کر رہا تھا ہم پروگرام کے مطابق سب سے پہلے ایک قدیم مقبرہ دیکھنے گئے وہاں نعمانی نے ٹیکسی جھاڑیوں میں کھڑی کی تھی اس لئے بلیک زیرو کوڈ کے میں چھپنے کا موقع مل گیا اور کوئی اُسے دیکھ بھی نہ سکا۔

"مگر وہ لڑکی کیسے آ ٹکرائی تھی۔" روشی نے پوچھا۔

عمران نے بندروں والا واقعہ دہرایا اور روشی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "اسی طرح تم نے میری زندگی بھی برباد کی تھی۔"

"ہام.... یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ عورتیں احمقوں میں اتنی دلچسپی کیوں لیتی ہیں! ویسے میں نے یہ بھی سنا ہے کہ اگر شوہر احمق نکل جائے تو وہ یہ سمجھتی ہیں.... کہ ان کی وہ.... تقدیر پھوٹ گئی۔ واللہ اعلم بالثواب۔"

"تمہیں صرف اپنے کام سے کام رہتا ہے۔ اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کس پر کیا گذری۔ کاش تم میں تھوڑی سی انسانیت بھی ہوتی۔"

اُسی شام کو رحمان صاحب کا فون آیا۔ انہوں نے اُسے گھر پر بلایا تھا.... ظاہر ہے انہیں یقینی طور پر علم ہوا ہو گا کہ شیلنگ کیسے پکڑا گیا تھا۔

عمران گھر تو جانا ہی چاہتا تھا یہی بہانہ سہی۔

رحمان صاحب حسب معمول کڑے تیوروں سے پیش آئے۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم سیکرٹ سروس والوں کے معاملات میں پیش پیش نہ رہا کرو۔" انہوں نے کہا۔

"پتھر چبا کر پیٹ بھر سکتا تو نہ جانے کب کا جنگل کی راہ لے چکا ہوتا۔"

"کیا بس یہی ایک ذریعہ معاش رہ گیا ہے۔"

"جی ہاں اور بھی ہیں۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "مگر میں ایکس ٹو کے چکر میں بہت بُری طرح پھنس گیا ہوں۔ آپ خود سوچئے اُسے آج تک کسی نے دیکھا نہیں۔ مگر وہ ہر وقت مجھے ایکس کا پہاڑہ یاد کرا سکتا ہے۔"

"تم ڈرتے ہو اُس سے۔"

"یقیناً ڈرتا ہوں جناب! جب اُس کا دل چاہتا ہے اپنے ساتھیوں کو بیچ سڑک پر مرغا بنا دیتا ہے۔"

"دفع ہو جاؤ۔" رحمان صاحب ہاتھ ہلا کر بولے۔ "مگر ٹھہرو۔ تم نے دس گیارہ آدمیوں کو

کس قانون کے تحت مار ڈالا۔"

"ارے یہ آپ کیا فرما رہے ہیں.... مم.... میں نے دس گیارہ آدمیوں کو مار ڈالا.... کسی نے غپ اڑائی ہو گی جناب! مار پیٹ سے میں ہمیشہ دور بھاگتا ہوں۔ اگر تقریروں سے کام نہ چلا تو پھر سیدھے گھر چلے آئے۔ جی ہاں.... مارا وارا اُسی ایکس ٹو نے ہو گا.... اوہو.... جملے کی ترتیب غلط ہو گئی پہلے فاعل.... پھر فعل.... پھر مفعول۔ جی ہاں یوں سمجھئے کہ اُسی ایکس ٹو نے....!"

"بکواس بند کرو میں اس سلسلے میں تمہیں عدالت میں طلب کراؤں گا۔"

"ڈیڈی....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں بہت جلد اس شہر سے کہیں اور چلا جاؤں گا.... بہت دور.... اور مجھے وہ تمور.... کیا کہتے ہیں اُسے تہور.... بہر حال.... او جی ہاں.... میں کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکوں گا ڈیڈی.... بس چلا جاؤں گا.... چلا جاؤں گا۔ میرے پیروں کے نیچے ریگستان.... نہیں قازقستان۔"

"میں کہتا ہوں! اب آجاؤ.... جب خدا تمہیں عقل سلیم دے تب....!"

"عقل سلیم مشکل ہے ڈیڈی.... کیونکہ سلیم اکبر کا بیٹا تھا اور اکبر کا استاد تھا بہرام خان۔"

"بیرم خان!" رحمان صاحب جھلا کر بولے....!

"چلئے وہی سہی۔ مگر اکبر اور چندر گپت موریہ کو فنون سپہ گری اُسی نے سکھائے تھے۔ یہ چندر گپت موریہ بھی عجیب نام ہے ڈیڈی پتہ نہیں کیوں یہ نام سن کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی کسی کو چپت مار کر بھاگ گیا ہو۔"

"عمران....!"

"جی....!"

"نکلو یہاں سے.... ورنہ....!"

"نہیں نوکر کو نہ بلائیے.... میں خود ہی یہ خدمت بھی انجام دے لوں گا۔"

اماں بی شائد کسی مذہبی تقریب میں شرکت کے لئے کہیں گئی ہوئی تھیں۔ اس لئے عمران نے رحمان صاحب کے کمرے سے نکل کر پھاٹک کی راہ لی۔ مگر پھر فوراً ہی اُسے رک جانا پڑا کیونکہ وہ دوڑتے ہوئے قدموں کے ساتھ ہی ساتھ اپنی چچازاد بہنوں کی آوازیں بھی سن رہا تھا وہ اُسے پکارتی ہوئی دوڑی آ رہی تھیں۔

"ہام.... ہاں ہاں.... جیتی رہو.... جیتی رہو۔" عمران نے سر ہلا کر ان کے سلام کا جواب دیا۔

"واہ بھائی جان چپکے چپکے چلے جا رہے تھے۔" ایک نے کہا اور ساتھ ہی عمران کی ٹائی کی گرہ بھی درست کی۔

"ارے دیکھو تو.....!" دوسری بولی۔ "جب اس طرح ذلیل کرنا ہوتا ہے تو چچا جان بلاتے ہی کیوں ہیں۔"

"اب تم ہی دیکھو.....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"نہیں واقعی چچا جان کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔"

"تم لوگ جب ہمدردی سے پیش آتی ہو تو ہمارا دل بھر آتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ دس پانچ کو قتل کر کے سوئیٹزر لینڈ چلے جائیں۔ اچھا اب ہم چلے پرسوں پھر آئیں گے۔"

"ارے ہاں! پرسوں وہ سیام کا سفید ہاتھی یہاں آنے والا ہے۔ تمہیں دکھانے لے چلیں گے ٹاٹا!"

"ارے سنئے تو بھائی جان.....!"

"نہیں..... بس اب شو کا وقت قریب آ رہا ہے۔"

"کیسا شو.....!"

"اچھا! تمہیں شائد معلوم نہیں کہ ہم نے دولت مندی سے اکتا کر بلبل ٹائیز میں گیٹ کیپری کر لی ہے۔"

"نہیں.....!"

"ہاں..... جب بھی ساڑھے بارہ آنے والے کلاس میں فلم دیکھنے کا ارادہ ہو تو چلی آنا بٹھا دیں گے..... ٹاٹا.....!"

عمران نے دو تین لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں اور پھاٹک کے باہر تھا۔

﴿تمام شد﴾